

معارفِ رضا کراچی

شمارہ - ۲۲ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلامی جمہوریہ پاکستان

خصوصی شمارہ ۲۰۰۲ء

مسلسل اشاعت کا بائیسواں سال

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۲ء

بانی: مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر: منظور حسین جیلانی

مشاورت

علامہ شاہ تراب الحق قادری

الحاج شفیع محمد قادری

علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری

حاجی عبداللطیف قادری

ریاست رسول قادری

حاجی حنیف رضوی

کے . ایم . زاھد

ہدیہ فی شمارہ =/10 روپیہ سالانہ /120 روپیہ
بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ لائف ممبر شپ =/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں چیک قابل قبول نہیں

اشتہارات: سید محمد خالد القادری

سرکولیشن: محمد فرحان الدین قادری

کمپوزنگ: شیخ ذیشان احمد قادری

25/ جاپان مینشن، ریگل چوک صدر، کراچی 74400، فون: 021-7725150
فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی سے شائع کیا)



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمة الله عليه

۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء ----:---- ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

رسالہ .... معارف رضا

سن اشاعت ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

شمارہ ۲۲

نگراں طباعت .... سید محمد خالد قادری

ھدیہ .... =/۱۰۰

ناشر

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (رجسٹرڈ) پاکستان،

تقسیم کار: المختار پبلی کیشنز

☆ ۲۵/جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی ۷۴۴۰۰، فون: ۷۷۲۵۱۵۰-۷۷- فیکس: ۷۷۳۲۳۳۶۹

☆ ڈی ۴/۴۴، اسٹریٹ ۳۸، سیکٹر الیف ۱/۶، اسلام آباد ۴۴۰۰۰، فون: ۸۲۵۵۸۷

نوٹ:

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کا عربی منظوم ترجمہ ''صفوۃ المدیح'' کے نام سے قاھرہ، مصر سے شائع ہو چکا ہے۔ الاستاذ دکتور حازم محمد احمد المحفوظ حفظہ اللہ تعالیٰ مدرس شعبۂ اردو ادب، جامعہ ازھر، نے اس کا منثور ترجمہ اور مصر (قاھرہ) کے معروف ہفت زبان شاعر، ادیب، عالم اور سابق استاذ جامعہ ازھر، جامعہ عین شمس قاھرہ دکتور حسین مجیب مصری اطال اللہ تعالیٰ حیاتہ نے اس کا منظوم عربی ترجمہ کیا ہے۔ ''صفوۃ المدیح'' کی اشاعت پر ''شعر رضا'' کو مصر کے علمی اور ادبی حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ مصر کے مختلف اخبارات اور ادبی جرائد میں ''صفوۃ المدیح'' کی فنی اور ادبی خصوصیات پر وہاں کی معروف علمی اور ادبی شخصیات کے تبصرے شائع ہوئے۔ ہم قارئین کرام کے استفادہ کیلئے وہاں کے چند اخبارات و جرائد کے تراشے معارف رضا کے مختلف صفحات پر شائع کر رہے ہیں، جن کے نام یہ ہیں: ......الاھرام......الوفد......صوت الازھر......صوت آل بیت......

مشمولات

مشمولات

حمد باری تعالیٰ

الامام الاکبر احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْكَوْنِ وَالْبَشَرِ   حَمْدًا يَدُوْمُ دَوَامًا غَيْرَ مُنْحَصِرِ

وَ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ الزَّاكِيَاتِ عَلٰى

خَيْرِ الْبَرِيَّةِ مُنْجِي النَّاسِ مِنْ سَقَرِ(۱)

يَكُ الْعِبَادُ اِلٰهِيْ اَنْ اَشَا حَكَمًا   سِوَاكَ يَا رَبَّنَا يَا مُنْزِلَ النُّذُرِ

اَلَا تَعَالَ اِلَى الْمُخْتَارِ مِنْ مُضَرٍ   صَلَّى الْاِلٰهُ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ مُضَرِ

اِنْ شِئْتَ فَانْهَضْ اِلَى الْفَارُوْقِ(۱) تَسْاَلُهُ

فَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ اَلْفَاظِهِ الْغُرَرِ

هَلُمَّ اَسْرِعْ نُسَائِلْ عِنْدَ حَيْدَرَةٍ(۲)   اَنْ لَّا تَقُوْلَ تَحَاكَمْنَا اِلٰى عُمَرِ

اِسْمَعْ كَلَامَ اُولِي الْعِرْفَانِ وَالْعُلَمَا   فَفِيْهِمُ الْاُسْوَةُ الْحُسْنٰى لِمُعْتَبِرِ

اِنْ كَانَ عِنْدَكَ بُرْهَانٌ فَاَبْدِلْنَا   اَمْ لَا اِمَامَ سِوَى الْاِصْرَارِ وَالْبَطَرِ

مَالِيْ اَرَاكَ سَلِيْطًا تَشْتِمُ الْعُلَمَا   اِنَّ الشَّتِيْمَةَ يَا هٰذَا مِنَ الْكِبَرِ

اَلْعَبْدُ يُثْنِيْ عَلَى الْمَوْلٰى بِتَحْمِيْدِهٖ

اَشْهٰى مِنَ الدُّرِّ بَلْ اَبْهٰى مِنَ الدُّرَرِ(۱)

نعت رسول مقبول ﷺ

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

جبکہ پیدا شہ انس وجاں ہو گیا
دور کعبہ سے لوثِ بتاں ہو گیا

دل مکانِ شہ عرشیاں ہو گیا
لامکاں لامکاں لامکاں ہو گیا

سر فدائے رہِ جانِ جاں ہو گیا
امتحان امتحان امتحان ہو گیا

ان کے جلووں کا جس دم بیاں ہو گیا
گلستاں مجمع بلبلاں ہو گیا

ہر ستارہ شب مولدِ مصطفیٰ !!
شمع داں شمع داں شمع داں ہو گیا

چرخ گردوں ترے روضۂ پاک کا
سائباں سائباں سائباں ہو گیا

جس کو اس کے مکاں کا پتہ مل گیا
بے نشاں بے نشاں بے نشاں ہو گیا

تھا براقِ نبی یا کہ نورِ نظر
یہ گیا وہ گیا وہ نہاں ہو گیا

حق شفاعت سے تیری گنہگاروں پر
مہرباں مہرباں مہرباں ہو گیا

گلشن طیبہ میں طائرِ سدرہ کا
آشیاں آشیاں آشیاں ہو گیا

یا نبی لو خبر آتشِ غم سے میں
تفتہ جاں تفتہ جاں تفتہ جاں ہو گیا

گزرے جس کوچہ سے شاہِ گردوں جناب
آسماں آسماں آسماں ہو گیا

عشق ابرو میں رمزِ قوسین کا
نکتہ داں نکتہ داں نکتہ داں ہو گیا

کس کے روئے منور کی یاد آ گئی
دل تپاں دل تپاں دل تپاں ہو گیا

طوطی سدرہ مدح رخ پاک میں
گل فشاں گل فشاں گل فشاں ہو گیا

طوطی اصفہاں سن کلامِ رضا
بے زباں بے زباں بے زباں ہو گیا

قطعۂ تاریخ (سال وصال)

امام اہلسنت، مجددِ دین و ملت، عظیم البرکت اعلیٰ حضرت
مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں القادری البریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

''جلوۂ بہشتِ فیضانِ مصطفیٰ''

۱ ۲ ۹ ۱ ء

اجملِ ہر جہاں کا دلدادہ
والۂ ماہِ انورِ طیبہ

مصطفیٰ کا غلام شاہ حشم — عبدِ ذی شانِ سرورِ طیبہ
وہ ثنا خوانِ مصطفیٰ بے مثل — بے بدل وہ نواگرِ طیبہ
اس کے اشعارِ نعت کا ہر شعر — عکسِ زیبائے منظرِ طیبہ
اس کی تحریر و گفتگو کا خصوص — ذکرِ ایمان پرورِ طیبہ
جان و دل سے عزیز تر اس کو — ہر وہ شے جو ہے مظہرِ طیبہ
اس کا موصوف اک ملیحِ عرب — اس کا ممدوح دلبرِ طیبہ
جیشِ اعدائے مصطفیٰ کے لئے — تھا وہ تنہا ہی لشکرِ طیبہ
قائدِ کاروانِ عشقِ حبیب — ترجمانِ قد آورِ طیبہ
عاشق و واصفِ محمد ﷺ تھا — مثل حسان منبرِ طیبہ

اس کی رحلت کا سال ہے طارقؔ
'' جلوہ ہائے پیغمبرِ طیبہ ''

۴ ۳ ۱ ھ

طارق سلطان پوری

سلام رضا

منفرد دنیائے فکر و شعر میں ہے مرحبا
حضرت احمد رضا خاں کا سلامِ دل ربا

اس میں قرآنی معارف ضوفگن ہیں جابجا
اس میں ایمانی حقائق کی ہے تنویر و ضیا

اس کے اوصاف و محاسن کا کرے گا ذکر کیا
کوئی کیا لکھے گا اس کی خوبیوں کا ماجرا

یہ قصیدہ بردہ ہے اردو زباں کا واقعی
تبصرہ ہے یہ کئی اربابِ علم و فضل کا

رب معطی کی ہے بے شک یہ خصوصی موہبت
یہ حقیقت میں ہے انعام خدائے مصطفیٰ

اس کی ترکیبیں نگینے اس کے الفاظ آئینے
اس کے مصرعے اس کے اشعار ہیں جواہر بے بہا

دیدہ ور اک عاشقِ صادق نے باصد احترام
خوب کھینچا نقشۂ حسنِ محمد مصطفیٰ ﷺ

خدمتِ اولاد و اصحابِ شہِ لولاک میں
باادب اس نے کئے ہیں پیش گل ہائے ولا

اولیاء و اصفیا، شرع و طریقت کے امام
ان پہ بھی بھیجا سلام اس نے بہ طرزِ دل کشا

یہ سلام اردو ادب کا بالیقیں ہے فخرو ناز
بے مثال اس کا تجمل لاجواب اس کا عُلا

اس کا گرویدہ ہے جو ہے صاحبِ ذوقِ سخن
اس کا ہے مشتاق ہر حق کیش و عرفاں آشنا

کیفیت اندوز اس سے آج بھی ہر بزمِ شوق
آج بھی ہے فیض یابِ ہر مجلسِ اہلِ وفا

کچھ بھی ہو اس کی جہانگیری کبھی ہوگی نہ کم
آج بھی مقبول ہے کل جس طرح مقبول تھا

ایک حیرت زار ہے طارقؔ زمانے کے لئے
وسعتِ فکرِ رضا وَ اوجِ فیضانِ رضا

طارق سلطان پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضاؔ سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا نام محتاج تعارف نہیں۔ دیکھا جائے تو آپ کی ہمہ جہت شخصیت گذشتہ دو صدیوں کی ایک ایسی مثالی عبقری شخصیت ہے جس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔ امام احمد رضا کو یہ مقام ان کی تحریر اور کردار نے دیا ہے۔ وہ علم و عمل، صدق و صفا اور عشق و وفا کے پیکر جمیل تھے۔ وہ خوف خدا اور حب مصطفی ﷺ کا نمونہ تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب یہ خوبیاں اپنے کسی بندے میں جمع فرما دیتا ہے تو اس کا وجود کامل اور اس کی ذات آفاقی ہو جاتی ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایسی ہمہ جہت اور دیدہ ور شخصیت صدیوں میں نمودار ہوتی ہے اور زمانے کی پیشوا ہوتی ہے۔

آج کے دور کے خصوصاً مسلمانان عالم کے ناگفتہ بہ حالات میں اس عظیم مفکر اسلام، عاشق رسول ﷺ کے غیر متبدل و یقینی افکار و نظریات اور معتقدات نوجوانان قوم کے لئے روشنی کی شعاع اور رہبران ملت کے لئے چراغ راہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج امام احمد رضا کی شخصیت عالمی سطح پر اہل علم کے لئے مرکز توجہ اور کروڑوں سرپرستان توحید کیلئے عقیدت و محبت کا محور بن چکی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے اس نابغۂ روزگار امام کی علمی دلائل و براہین سے مزین اور عشق رسالت مآب سے منور تحریرات اور سچے نظریات و اعتقادات اور ارشادات و فرمودات کو منظر عام پر لا کر عوام الناس خصوصاً مسلم نوجوانوں کی رہنمائی کا وافر سامان بہم پہنچایا جائے۔

امام احمد رضا نے علم و ایقان اور عشق و وجدان دونوں میدانوں میں گرانبہا تجدیدی کارنامے انجام دیئے ہیں جن کو قلم بند کرنے کے لئے مجلدات کی مجلدات درکار ہیں۔ جس فقیہ کے زیر مطالعہ ۹۰/سے زیادہ کتب فقہ رہتی ہوں اور جس محدث کی نظروں سے ۵۰/سے زیادہ کتب حدیث گزری ہوں فقہ و حدیث میں اس کے بلند مرتبہ اور یگانۂ روزگار ہونے کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بایں ہمہ علم و فضل آپ کی شخصیت کا ایک اہم پہلو جدید و قدیم سائنسی علوم پر آپ کی شناسائی اور کامل دسترس بھی ہے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا گذشتہ ۲۳ رسال سے ''معارف رضا'' کے صفحات کے ذریعہ اور دیگر تصنیفی سرگرمیوں کی معرفت اس عبقری وقت کی علمی، دینی، سائنسی، تعلیمی اور سیاسی کارناموں کی نشر و اشاعت نہایت اہتمام و منضبط طریقہ پر کر رہا ہے۔

علوم اسلامیہ و سائنسی علوم سے شغف رکھنے والی ملک اور بیرون ملک کی جید شخصیات، ماہرینِ فن، نامور علماء و مشائخ، معروف دانشورانِ ملّت اور عالمی جامعات کے مشہور محققین اور اہلِ قلم ''معارف'' کے صفحات پر امام الھمام کو دادِ تحقیق دے چکے ہیں اور بہت سے ہماری تحریک پر مصروف تحقیق ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر سال جب ہم اپنے اس طویل اشاعتی سفر کا تجزیہ کرتے ہیں تو بقول مولانا کوثر نیازی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک احباب قلم اور محققین کرام علم کے اس بحر بیکراں کے ساحل کی سیر کر رہے ہیں، ابھی غواصی کر کے گہرائیوں تک پہنچنے کی نوبت نہیں آ سکی۔

گذشتہ صدی عیسوی کے آخری تین عشروں میں دنیا بھر کی جامعات میں امام احمد رضا پر جو تحقیقی کام ہوا ہے اور اب تک مسلسل ہو رہا ہے، ام فل اور پی. ایچ. ڈی کے مقالے لکھے جا رہے ہیں، اتنا کام کسی دوسری شخصیت پر سننے میں نہیں آیا۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارے ممدوح امام الھمام کا علمی اور تحقیقی کام اس قدر متنوع اور گہرائی و گیرائی کا حامل ہے کہ اتنی کاوشوں کے باوجود اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکا۔ صرف امام صاحب کے فتاویٰ ہی کو لیا جائے جس کی جدید انداز میں اب تک ۲۱ رجلدیں شائع ہو چکی ہیں، تو اس پر تحقیقی اور تصنیفی کام کیلئے غالباً صدی درکار ہوگی۔ پھر قحط الرجال اور زوال علم کا مسئلہ بھی درپیش ہے، امام احمد رضا کی زبان، اسلوب نگارش اور علوم و فنون کے سمجھنے والے کمیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لئے بھی تحقیقی کام سست روی کا شکار ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ منعم حقیقی اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے اپنے اس محبوب بندے اور عاشق صادق کے سینے میں علم و حکمت، اسرار و معانی اور دانائی و فراست کا ایک ایسا چشمہ سمو دیا ہے کہ ان شاء اللہ تا صبحِ قیامت تشنگانِ علم و معرفت اس چشمۂ زلال سے سیراب ہوتے رہیں گے۔

زیر نظر ''معارف رضا'' کے صفحات میں ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ دنیائے اسلام کے اس عظیم محقق اور امام کی ہمہ جہت شخصیت اور وسیع اور متنوع علمی مآثر کے پیش نظر مقالات و مضامین میں بھی تنوع ہو تا کہ قاری اس کے مطالعہ کے بعد ان کی کثیر الجہات شخصیت اور مختلف النوع علوم و فنون میں ان کے تبحرِ علمی کا مشاہدہ کر سکے۔ ہماری ہمیشہ یہ کوشش بھی رہی ہے کہ نئے ابھرتے ہوئے اور اچھے اہل قلم و محققین حضرات کی ہمت افزائی کی جائے تا کہ امام احمد رضا پر تحقیق و تدقیق کے دائرۂ کار کو وسعت دی جا سکے اور اس کی رفتار کو بڑھایا جا سکے۔ اس طرح جہاں قارئین کرام ان سے مستفیض ہوتے ہیں وہیں تصنیفی اور تحقیقی سرگرمیوں کے لئے وہ سرمایہ بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر شمارے میں آپ کو بہت سے ایسے نئے نام نظر آئیں گے جن کی قلمی کاوشیں آپ کو ان شاء اللہ پسند آئیں گی۔

الحمد للہ گذشتہ ۳۰/۴۰ رسال میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی علمی، ادبی، دینی فکری اور سیاسی خدمات کے حوالے سے اردو زبان میں کافی کام ہوا ہے اور ابھی مزید سلسلہ جاری ہے، وافر تعداد میں اردو لٹریچر منظر عام پر آ چکا ہے، لیکن آج کے ملکی اور بین الاقوامی حالات اس بات کی متقاضی ہیں کہ امام صاحب کی تصانیف زیادہ سے زیادہ عربی اور انگریزی و دیگر بین الاقوامی زبانوں میں شائع کر کے علمی دنیا تک پہنچائی جائیں اس طرح ان کی فکر و مشن اور خدمات جلیلہ کا تعارف ان ممالک میں بھی ہو سکے گا جہاں امام صاحب کی شخصیت یا تو بالکل متعارف نہیں ہے

یا ان کے مخالفین ومبتدعین نے ''بانداز دگر'' متعارف کروایا ہے۔ چنانچہ اس شمارہ میں ہم انگریزی اور عربی داں حضرات کی سہولیت کے لئے دونوں زبانوں کے مضامین بھی شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ امید ہے ان سے استفادہ کرنے والے ہماری اس کاوش کو پسند فرمائیں گے۔ نیز ہمیں یہ بھی امید ہے کہ ہمارا یہ عمل ان دونوں زبانوں کے علم دوست محقق اور قلم کار حضرات کو امام احمد رضا کے حالات وافکار قلمبند کرنے کی طرف راغب کرے گا۔ بلاشبہ ان حضرات کی نگارش دنیا کے ان لاکھوں تشنگانِ علم حقیقی کو سیراب کرنے اور متلاشیان جادۂ حق کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کا موجب بنیں گی جو اردو سے نابلد ہیں اور جن تک امام احمد رضا کے پیغام ''عشق رسول ﷺ'' کا ابلاغ نہیں ہو سکا۔

ہم اپنے تمام فاضل مقالہ نگار حضرات کے تہ دل سے ممنون ہیں جنہوں نے اردو، انگریزی، اور عربی میں اپنی نگارشات سے نوازا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی تحریک فروغ علم وعشق مصطفیٰ ﷺ کو آگے بڑھانے میں ہمارا ساتھ دیا۔ نیز اس ضمن میں ہم ان صاحبان فکر ودانش سے بھی اظہارِ امتنان وتشکر کرتے ہیں جنہوں نے ''معارف رضا'' کے معیار کو خوب سے خوب تر بنانے کیلئے مفید مشوروں سے ہمیں مشرف کیا، خصوصی طور پر ہم ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے سرپرست اعلیٰ ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے بہت ممنون ہیں کہ ''معارف رضا'' کا آج کا معیار ومحک، جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کے مشفقانہ مشوروں اور مفید تجاویز کا ثمرہ ہے۔

بات نامکمل رہ جائے گی اگر ہم ادارے کے ان محنتی اور مخلص کارکنوں کا ذکر نہ کریں جن کی بے لوث خدمت اور شب وروز کی محنت کے بغیر ''معارف رضا'' کے اس ضخیم مجلّہ کی بحسن وخوبی اشاعت وطباعت ممکن نہ تھی۔ خاص طور سے اس سلسلے میں سرکولیشن منیجر جناب سید محمد خالد صاحب، کمپوزر جناب شیخ ذیشان احمد قادری صاحب اور آفس اسسٹنٹ جناب فرحان الدین صاحب کی کاوشیں قابل ستائش ہیں۔ نیز ادارہ ان تمام مخیر حضرات اور اداروں کا بھی ممنون واحسان مند ہے جن کے مالی تعاون اور بروقت وسائل کی فراہمی کے سبب ''معارف رضا'' حسن صوری ومعنوی کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو سکا۔

آخر میں قارئین ذی وقار سے گزارش ہے کہ ہم نے پورے خلوص سے کوشش کی ہے کہ ''معارف رضا'' کا معیار بلند ہو اور طباعت و کمپوزنگ میں کوئی خامی نہ رہ جائے لیکن بھول چوک انسان کی فطرت ہے اور بے عیب ذات صرف اللہ تبارک وتعالیٰ یا پھر اس کے فرستادہ رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے، اگر آپ کو اس میں کوئی کوتاہی یا فروگذاشت نظر آئے آپ محبت سے اس کی نشاندہی فرمادیں اور ''معارف رضا'' کو خوب سے خوب تر بنانے میں اور مشنِ رضا کو مزید مستحکم ومنضبط خطوط پر چلانے میں اپنے مفید مشوروں سے نوازیں، دامے درمے قدمے، سخنے جس طرح ہو سکے ہم سے معاونت فرمائیں ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔ ہم اپنی کامیابیوں کے لئے اپنے خالق ومالک عزّ وجلّ کے حضور سربسجود ہیں، اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں اور اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کے لئے اسی غفور ورحیم سے معافی کے خواستگار ہیں۔

اور آخر میں قارئین کرام سالنامہ معارف رضا کے تیئیسویں شمارے کا یہ گلدستہ آپ کو نقد جاں کر کے ہم یہ صداللہ تے ہوئے رخصت ہوتے ہیں

لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مولانا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم

" إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا "

صفوة المديح

في مدح النبي ﷺ وآل البيت والصحابة والأولياء

لمولانا

الشيخ محمد أحمد رضا القادري
رضي الله عنه

ترجمة عن الشعر الأردي
دكتور حازم محمد أحمد محفوظ

نقله إلى الشعر العربي
دكتور حسين مجيب المصري

دار الهداية
للطباعة والنشر والتوزيع
القاهرة
١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١م

بانی منظر اسلام اور فن تجوید و قرأت

از: مولانا قاری عرفان*

اللہ رب العزت جل مجدہ کریم نے بے شمار انسانوں کی تخلیق فرمائی۔ اوصاف و کمالات کے اعتبار سے انسانوں کے درجے مختلف ہیں بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی خاص خوبی نہیں پائی جاتی اور بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جن میں چند خوبیاں نہیں بلکہ بہت سے اوصاف و کمالات پائے جاتے ہیں۔ یہی حال مجدد دین وملت، بانی منظر اسلام امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کا ہے۔آپ بیک وقت بہت سے اوصاف کمالات و معارف کے جامع ہیں۔غرضیکہ جس جہت سے بھی آپ کی شخصیت کا مطالعہ کیا جائے تو منفرد المثال اور ممتاز نظر آتے ہیں ۔حدیث وتفسیر، فقہ وکلام۔ ہندسہ وریاضی، منطق و فلسفہ، ہیئت و جفر، طبعیات و کیمیا، اقتصادیات و ارضیات ، سائنس و طب ، جغرافیہ و تاریخ، علم مناظرہ و مقابلہ، صرف ونحو، شعروادب تصوف و سلوک کم وبیش ساٹھ (۶۰) علوم میں مہارت تامہ وملکہ ہی حاصل نہیں بلکہ درجہ امامت پر فائز رہے۔ جہاں آپ دیگر علوم وفنون میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔وہیں آپ فن تجوید وقرأت میں بھی اجود واقراء تھے ؎

وادیٔ رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

یا بقول خود ان کے ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اعلیٰحضرت بانی منظر اسلام نے فن تجوید وقرأت کے تعلق سے ایسی نایاب ونادر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کہ ماہر فن داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں فن تجوید وقرأت کی اہمیت وافادیت پہ زور دیا ہے۔ بالخصوص اصعب الحروف ''ضاد'' کی تحقیق پہ معرکۃ الآرا رسالہ ''یسر الزاد لمن ام الضاد'' تحریر فرمایا تھا۔ افسوس کہ اس کا مسودہ مارہرہ شریف کے راستے میں گم ہوگیا۔

کاش کہ آپ کے فن تجوید وقرأت کے تعلق سے سارے رسالے چھپ کر منظر عام پر آجاتے تو یہی اہل سنت و جماعت کے قراء، علماء وحفاظ وعوام کیلئے کافی تھے۔

قاری ومقری امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ تجوید قرأت کی ضرورت واہمیت پہ اس طرح روشنی ڈالتے ہیں کہ:

''اس قدر تجوید کا سیکھنا ضروری ہے کہ جس کے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس اور تبدیل سے احتراز حاصل ہو۔ جو واجبات عینیہ واہم مہمات دینیہ سے ہے۔آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر

*(پرنسپل جامعۃ القرا کاٹھیو)

حرف میں اس کے مخرج سے ٹھیک ادا ہونے کا قصد و اہتمام کہ قرآن مطابق ما انزل اللہ تعالیٰ پڑھے"

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۹۷)

فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۰۷-۱۰۶ ارملاحظہ ہو:

"رب ذوالجلال نے فرقان حمید کو بزبان عربی نبی کریم علیہ السلام پر نازل فرمایا اور تلاوت و سماع اور افادہ استفادہ کیلئے حروف و اصوات کے ساتھ روشن ومجلی فرمایا، جس طرح حضور علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ بعینہٖ حضور علیہ السلام نے صحابہ تک پہنچایا اور صحابہ نے تابعین تک اور تابعین نے تبع تابعین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تک اس طرح قرناً بعد قرنٍ نسلاً بعد نسل ہر ہر حرف و حرکت وصفت و ہیئت کے ساتھ غایت تو اتر کے طور ہم تک پہنچا۔ بفضلہ تعالیٰ جس طرح اس کے کلمات میں کوئی شک کی گنجائش نہیں اسی طرح اس کے حروف میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہم پورے یقین کے ساتھ جانتے ہیں الف، ع دونوں عربی میں الگ الگ حرف ہیں اور قرآن عظیم میں الاٰء، الا، فلا، کے معنی ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اسی یقین کے ساتھ ہمیں اس کا بھی علم ہے کہ عربی زبان میں ض، ظ، د تینوں ایک دوسرے سے الگ ہیں اور قرآن مقدس میں ضل، ظل، نیز دل کے مدلولات ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ بس "ض" کو "ظ" یا "د" پڑھنا بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص الف کو "ع" یا "ف" پڑھے۔ "ض" کی جگہ دال پڑھنے پر توارث کا دعویٰ تو یہ غلط اور بیہودہ بات ہے۔ اس لئے توارث سے مراد اگر قرأت علماء معتمدین کا تعارف ہے تو یہ بجائے خود باطل ومردود ہے اور اگر ہندوستان کے عوام کا توارث مراد ہے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے کہ ہندوستانی عوام تجوید وقرأت سے عموماً غافل ہیں"

در بھنگہ (بہار) سے مولوی محمد یٰسین صاحب نے اسی مسئلہ پر ایک مبسوط استفاء کر کے جواب طلب کیا جس کے جواب میں امام القرأت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ نے "الجام الصادعن سنن الضاد" نامی رسالہ تحریر فرمایا۔ مسئلہ "ض" کی تحقیق وتدقیق اس انداز میں بیان فرمائی ہے کہ اس فن اور خصوصاً اس مسئلہ کے محقق اور اسکالر کیلئے رسالہ درنایاب اور گوہر آبدار کی حیثیت رکھتا ہے:

رہا سوال یہ کہ "ض" مشابہ "ظ" یا "د" تو اس کے متعلق امام القرأت امام احمد رضا قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"ض" "د" "ظ" کا مشابہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک تمیز دشوار مگر نہ یہ "ظ" جو عامۂ عوام نکالتے ہیں نہ یہ "د" معظم ہے۔ "ظ" جب اپنے مخروج سے صحیح طور پر برعایت استعلاء اطباق لسان ادا کی جائے گی تو ضرور مشابہ الصوت بہ "ض" ہوگی یہاں تک کہ استطالۃ واقع ہو "ض" ہو جائے۔ "ذواد" نہ مستحسن، بلکہ محض غلط اسی طرح "دواد" اور صحیح "ظواد" بھی نہیں۔ فقہائے کرام سب کا ایک ہی حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی، نماز فاسد جیسے "مغظوب" "مغدوب" اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے "ظالین" "دالین" کمافی الغنیہ" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ۱۰۲)

تجوید قرأت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔ تجوید نص قطعی قرآن و اخبار متواتر سید المرسلین علیہ السلام و اجماع تام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستند ام حق و واجب و علم دین شرع الٰہی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً" اسے مطلقاً ناحق بتانا کلمہ کفر ہے والعیاذ باللہ۔

ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی خاص قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اسے آگاہ وہ متنبہ کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد سوم ص ۱۱۹)

ایک دوسری جگہ تجوید کے فرض عین ہونے کی صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل (بدل دینا) اگر بعجز اہو تو مذہب صحیح و معتمد میں، خطا ہو تو ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک، مفسد نماز ہے جب کہ مفسد معنی ہو یا امام ابو یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن کریم سے نہ ہو اور اس سے بچنا تعلیم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم

یعنی اپنے اعمال کو باطل نہ کرو (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۲۸)

بلاشبہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے۔

بزازیہ وغیرہ میں ہے:

"ان اللحن حرام بلا خلاف (لحن حرام ہے بلا خلاف) جو اسے (تجوید کو) بدعت کہتا ہے جاہل اسے سمجھا جائے گا اور اگر دانستہ کہتا ہے تو اس کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ فرض کو بدعت کہتا ہے"

(فتاویٰ رضویہ ص ۱۳۲-۱۳۳)

حروف کو تجوید کے ساتھ پڑھنا اور اس کے ہر امر کا لحاظ رکھنا علماء، قراء، حفاظ کیلئے ہی ضروری نہیں بلکہ عامۃ المسلمین کیلئے بھی واجب و ضروری ہے تاکہ قرآن مقدس نزول و مامور کے مطابق صحیح طریقے سے پڑھا اور پڑھایا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ اپنے موکد الفاظ "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً" نیز "وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلاً" سے قرآن مقدس ترتیل کے ساتھ پڑھنے کو واجب فرمارہا ہے "رَتِّل" فعل امر ہے وہ امر جو تاکید کے ساتھ استعمال کیا جائے تو وہ وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ تَرْتِیْلاً مفعول مطلق، تاکید کیلئے یعنی ضروری ہے کہ قرآن مقدس ترتیل ہی کے ساتھ پڑھا جائے۔ مامور بہ پر عمل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے ترتیل کا معنی سمجھا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا ترتیل کیا ہے تو آپ نے فرمایا "الترتیل ھو تجوید الحروف و معرفة الوقوف" یعنی ترتیل حروف کی تجوید کی رعایت اور وقوف کا لحاظ کرتے ہوئے ادا کرنے کا نام ہے اور تجوید نام ہے حروف کو اس کے مخارج اور صفات کے ساتھ ادا کرنے کا بایں سبب حکم الٰہی کی بجا آوری کیلئے تجوید و قرأت کے ساتھ قرآن پڑھنا واجب اور ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے تجوید و قرأت کی اہمیت و افادیت اور اس کے حصول پہ زور دیا ہے جیسا کہ آپ کے ملفوظات سے ظاہر آپ کے فرمودات کے روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ تجوید کا سیکھنا تمام مسلمان مرد اور عورت پہ

فرض یعنی یکساں واجب ہے۔فی زمانہ تجوید وقرأت کا سیکھنا اور اس سے غافل ہونا کوئی عذر نہیں ہے۔اس لئے کہ بہت سے ماہرین فن تجوید وقرأت ہر جگہ موجود ہیں اور تعلیم و تعلم کیلئے بہت سی کتابیں وجود میں آچکی ہیں جس سے بسہولت حروف کی ادائیگی و درستگی سیکھا جا سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ نے تجوید وقرأت کی خدمات اور آپ کے اس مشن کو بین العوام پھیلانا ضروری ہی نہیں بلکہ واجب فی العمل ہے اور فن تجوید و قرأت کے تعلق سے تحقیقات وتدقیقات کو عام کیا جائے۔کیونکہ فن تجوید وقرأت افضل العلوم واہم العلوم میں سے ہے بغیر اس کے لغت وعبادت ناقص اور ادھوری ہے اس لئے کہ نماز میں نفس قرأت فرض ہے اور قرأت میں بلحاظ حروف ومعانی کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے تو یہ مفسد صلوٰۃ ہے۔لہذا تجوید کا سیکھنا قدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ فرض ہے۔

اسی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے اس تحریک اور مشن کو پھیلانے کیلئے محقق علم وفن مجود عصر، قاری مقری محمود یوسف عزیزی ہمہ تن مصروف و مشغول ہی نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کی اس تحریک کو زندہ کرنا اور پھیلانا ان کی زندگی کا نصب العین ہے۔انہوں نے فن تجوید وقرأت کے فقدان وانحطاط کے پیش نظر اور اس فن کی ترویج واشاعت کیلئے متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں ان میں ''مصباح القرأت'' روایت شعبہ میں ''خلاصۃ الترتیل' روایت حفص میں ''المخلص القرأت فی السبع المتورات'' قرأت سبعہ متواترہ میں قابل ذکر ہیں جو علماء، قراء حفاظ طلباء واساتذہ کیلئے یکساں معلومات کا ذخیرہ ہے قاری مقری محمد یوسف عزیزی کے ہزاروں تلامذہ

ہندوستان کے گوشے گوشے میں اعلیٰ حضرت کے اس مشن کو پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔اس عظیم تحریک کو جلا دینے کیلئے ہندوستان کے شہر لکھنؤ میں ایک ممتاز ومنفرد درسگاہ کا قیام ''جامعۃ القراء'' کے نام سے ۲۲رفروری 1995ء کو عمل میں آیا۔الحمدللہ اب یہ ادارہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ والرضوان کے مذکورہ مشن وتحریک کو پھیلانے کے سلسلے میں اپنی حسن کارکردگی کے باعث ہند اور بیرون ہند ایک انفرادی اور امتیازی مقام حاصل کر چکا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مشن کو آگے بڑھائیں تو تجوید وقرأت سیکھیں اور اس کے حصول پہ زور دیں اور ہر ذمہ دار اپنے اپنے مدرسے میں فن تجوید وقرأت کی تعلیم کو لازمی قرار دے کر اچھے سے اچھا قاری مقری بنا کر قوم کے سامنے پیش کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے صدقے میں اعلیٰحضرت کے مشن پر چلنے بالخصوص فن تجوید وقرأت کے ساتھ کما انزل قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے آمین اور تجوید وقرأت کی منفرد وممتاز درسگاہ ''جامعۃ القراء'' (لکھنؤ) پر اعلیٰحضرت کا روحانی فیضان جاری و ساری فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

یہی ہے آرزو تعلیم قرآن عام ہو جائے
کہ ہر پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے

☆☆☆

احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

علامہ مولانا مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی*

الحمدللّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

یہ شعر آپ ہی کو خوب سجتا ہے، طرفہ یہ کہ اگرچہ یہ شعر آپ کی نعت کا مقطع ہے لیکن شعر آپ کا نہیں (تفصیل فقیر نے شرح حدائق بخشش میں لکھ دی ہے) پھر یہ مبالغہ بھی نہیں حقیقت ہے اس لئے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ ہر فن میں قلم کے بادشاہ ہیں کہ جس موضوع سے بحث کی تو گویا خود موضوع بول پڑتا ہے کہ۔

حق یہ ہے کہ حق ادا کردیا

احادیثِ موضوعہ کا چونکہ فنِ حدیث سے تعلق ہے اور اعلیٰ حضرت الحمدللہ فنِ حدیث کے بھی امام ہیں، فقیر نے "علم الحدیث اور امام احمد رضا" میں آپ کے فنِ حدیث میں تبحر کے دلائل دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ فنِ احادیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر المحدثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ممدوح کی حدیث دانی کی مہارت و حذاقت کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت وسرور کے انداز میں فرماتے:

"یا احمد رضا انت امام المحدثین فی عصر حاضر"

یعنی اے احمد رضا تم اپنے وقت کے امام المحدثین ہو

چونکہ دورِ حاضر میں جہال مقررین کی بہتات ہے کہ جو منہ میں آیا کہہ دیا، دوسری طرف غیر مقلدین اور بعض دیوبندی اکثر احادیث کو موضوع کہنے کے عادی بن گئے ہیں، فقیر نے چاہا کہ ہر دونوں کو افراط وتفریط سے نکال کر جادۂ استقامت پر لا کھڑا کروں۔ تو بجائے علیحدہ مستقل تصنیف تیار کرنے کے مرشد اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصانیف سے ایک مجموعہ پیش کردوں جو کہ "رد بدعات وامام احمد رضا" میں ہے وہاں بقدرِ ضرورت بے فقیر اضافہ یا حاشیہ عرض کرتا چلا جائے گا۔

قبل اس کے فقیر امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی بیان کردہ احادیثِ موضوعہ عرض کرے مناسب سمجھتا ہے کہ حدیثِ موضوع کی ضروری باتیں بطورِ مقدمہ لکھ دوں تاکہ نہ صرف امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی بیان کردہ روایات کے لئے مفید ہوں بلکہ اس فن کے ہر قاری کو فائدہ بخشے۔

لغت میں موضوع بمعنی من گھڑت شے کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو اور اصطلاح محدثین میں راوی پر حدیث نبوی ﷺ کے سلسلہ میں جھوٹ کا الزام ہو تو اس کی روایت کی ہوئی حدیث موضوع کہلاتی ہے۔ خواہ حدیث میں عمداً کذب بیانی کا الزام ہو

*(شیخ الحدیث التفسیر دارالعلوم اویسیہ رضویہ، بہاولپور) بشکریہ "رفیق علم" سالانہ مجلہ دارالعلوم امجدیہ، کراچی

بھر میں صرف ایک دفعہ ہی ہوا ہو، پس ایسی حدیث جس میں یہ تنہا ہو موضوع ہی سمجھی جائے گی اگر چہ وہ تائب بھی ہو گیا ہو، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ موضوع (بناوٹی) ہونے کا فیصلہ بطریق گمان ہوتا ہے اور کبھی وضع کرنے والے کے اقرار سے ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے کہ جیسے من گھڑت (موضوع) حدیث بیان کرنا گناہ ہے ایسے ہی صحیح یا کم از کم ضعیف کو بھی موضوع کہہ دینا جرم عظیم ہے۔ اسی لئے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ خواہ مخواہ تحقیق شدہ کی روایت کو موضوع کہہ کر اس پر عمل یا عقیدے سے باز رہا یا دوسروں کو باز رکھا تو کل قیامت میں منکرین حدیث کے زمرے میں اٹھنا پڑے گا۔ فقیر چند قواعد لکھ دیتا ہے کوئی کسی حدیث کو موضوع قرار دے تو ان قواعد کو مدنظر رکھ کر اس کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ کیا جا سکے اور عام قاری اس سے دھوکہ نہ کھا سکیں:

صاحب روح البیان کانکتہ دربارئہ احادیث موضوعہ:۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فقیر کو ان احادیث مبارکہ کے متعلق تقریر ذیل الہام ہوا کہ احادیثِ مذکورہ عنداللہ یا تو صحیح ہوں تو پھر ان پر عمل کرنے میں ثواب ہی ثواب ہے اگر ضعیف ہیں تب بھی ان پر عمل کرنے میں حرج نہیں اس لئے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ''ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترھیب'' فقط، کمافی الاذکار للنووی وانسان العیون لعلی بن برھان الحلبی والاسرار المحمدیہ لابن فخر الدین الرومی وغیرھا۔ اور اگر وہ موضوع ہیں اور اعمال سے متعلق ہیں (مثلاً تلاوت قرآن کے فضائل) تو اس پر نیک نیتی سے عمل کرلیا جائے تو ثواب کی امید کی جاسکتی ہے۔

قاعدہ:

بہت سی روایت پر عام محدثین کا اتفاق ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے حالانکہ درحقیقت وہ حدیث صحیح نہیں ہوتی ان کی کسی روایت کی صحت پر اتفاق کر لینے سے وہ حدیث صحیح نہیں بن جاتی اس لئے کہ انسان خطاء ونسیان سے مرکب ہے اس روایت و دیگر جمیع احوال کا صحیح علم اللہ عزوجل کو ہوتا ہے۔

علامت احادیث موضوعہ:

(۱) تاریخ مشہور کے خلاف روایت ہو، مثلاً یہ کہا جائے ابنِ مسعود نے غزوۂ صفین میں ایسے کیا، یہ غلط اسی لئے ہے کہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وصال فرما چکے تھے۔ مندرج ذیل بھی اسی قسم سے ہے۔

درجمل چوں معاویہ بگریخت
خون خلقے بے بہا بیہدہ ریخت

''جنگِ جمل میں جب حضرت معاویہ بھاگ گئے تو بہت سی مخلوق کا خون بے کار بہا'' اس قسم کی من گھڑت حدیثیں ادنیٰ تامل اور ذرا سی تاریخی جستجو سے پہچانی جاسکتی ہیں۔

(۲) راوی رافضی ہو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حدیث بیان کرے، یا ناصبی ہو اور اہل بیت پر طعن کے سلسلے میں حدیث روایت کرے اسی طرح اور مثالیں ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ اگر راوی روایت میں منفرد ہے تو اس حدیث کی معقول توجیہ اور تاویل پر غور کرنا چاہیے۔

(۳) راوی ایسی بات روایت کرے جس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مکلف پر فرض ہو اور وہ روایت میں منفرد ہو تو یہ حدیث کے جعلی اور راوی کے جھوٹے ہونے کا بڑا قرینہ ہے۔

(۴) وقت اور حالت ہی راوی کے جھوٹا ہونے کا قرینہ ہو، جیسے غیاث بن میمونہ کا واقعہ ہے کہ وہ مہدی خلیفہ عباسی کی مجلس میں حاضر ہوا اور وہ اس وقت کبوتر اڑانے میں مشغول تھا اس نے یہ دیکھ

کرفوراً یہ حدیث بیان کی:

سبق اِلافی خُفِ اَو حَافِرٍ اَو جَنَاحٍ

یعنی: بازی جائز نہیں مگر اونٹ، تیز گھوڑے اور پرندہ میں اس نے محض مہدی کی خوشامد میں "جناح" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔

(۵) روایت عقل و شرع کے مقتضی کے خلاف ہو اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کریں جیسے قضائے عمری یا اس جیسی باتیں یا جیسے روایت کرتے ہیں کہ:

لاتاکلو البطیخ حتیٰ تذبحوھا

جب تک خربوزے کو تراش نہ لو، نہ کھاؤ

(۶) حدیث میں ایسا حسی واقعی قصہ مذکور ہو کہ اگر فی الواقع وہ پایا جاتا تو ہزاروں آدمی اس کو نقل کرتے، مثال کے طور پر ایک شخص روایت کرتا ہے کہ آج بروز جمعہ خطیب کو برسرِ منبر قتل کر ڈالا اور اس کی کھال کھینچ لی اور اس واقعہ کا راوی اس روایت میں منفرد اور تنہا ہے اور دوسرا کوئی راوی نہیں۔

(۷) لفظ اور معنی کا رکیک ہونا مثلاً ایسے لفظ سے روایت کرے جو بلحاظ قواعدِ عربیہ درست نہ ہو یا اس کے معنی رسالت اور وقارِ نبوت کے مناسب نہ ہو۔

(۸) صغیرہ گناہ میں ڈرانے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہو، یا تھوڑے سے عمل پر حد سے زیادہ ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہو، جیسا کہ کہا گیا ہے:

من صلّی رکعتین فلهٔ سبعون الف دارٍ وفی کل دار سبعون الف بیت وفی کل بیت سبعون الف سریر وعلیٰ کل سریر سبعون الف جاریة

"جس نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے لئے ستر (۷۰) ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر (۷۰) ہزار کمرے اور ہر کمرے میں ستر (۷۰) ہزار تخت ہیں اور ہر تخت پر ستر (۷۰) ہزار لونڈیاں ہیں

اس قسم کی اکثر حدیثیں خواہ ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے انہیں جعلی اور موضوع سمجھنا چاہیے۔

(۹) ذرا سے عمل اور معمولی سے کام پر حج و عمرہ کا ثواب کی امید دلانا۔

(۱۰) خیر کے کام کرنے والوں کو یہ خوشخبری دینا اور ان سے یہ وعدہ کرنا کہ انہیں انبیاء علیہم السلام کا سا ثواب ملے گا، یا یہ کہے کہ ستر نبیوں کا سا ثواب پائے گا، یا اسی قسم کی بہت سی باتیں کرنا۔

(۱۱) راوی نے حدیث کے وضع کرنے کا خود اقرار کیا ہو جس طرح نوح بن ابی عصمہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا ہے کہ اس نے قرآن کی ہر ایک سورت کی فضیلت میں حدیثیں گھڑیں اور انہیں رواج اور شہرت دی ہے جیسا کہ بیضاوی میں ہر سورت کے آخر میں اس فضائل کو بیان کیا گیا ہے جب نوح بن ابی عصمہ کو پکڑا گیا اور صحتِ سند کے بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ ان حدیثوں کے وضع کرنے سے میری نیت خیر کی تھی کیونکہ میں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن کو چھوڑ کر لوگ تاریخ، تفسیر اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں مشغول ہیں تو لوگوں کو ترغیب دینے کی غرض سے میں نے ان حدیثوں کو گھڑا تا کہ علوم قرآن کی طرف ان کا رجحان بڑھے اور ثواب کے اعتقاد سے تلاوتِ قرآن اور اس کے درس میں مشغول ہوں۔ حالانکہ اس کا یہ عذر گناہ سے بھی بدتر تھا، کیونکہ فضائلِ قرآن میں جو صحیح حدیثیں وارد ہیں ترغیب کے لئے وہی کافی ہیں۔ اسی طرح تمبا کو، حقہ اور قہوہ کے متعلق بہت

سے حدیثیں گھڑی گئیں ہیں، جن کے الفاظ اور معنی کے رکاکت ظاہر اور واضح ہے حدیثیں وضع کرنے والے کچھ کم نہیں ہوئے ہیں اور اسی طرح ان کی اغراض بھی مختلف تھیں مثلاً زندیقیوں کا فرقہ، ان کے پیش نظر محض شریعت کو باطل قرار دینا اور اس کا مذاق اڑانا تھا، چنانچہ ابن الراوندی نے یہ حدیث گھڑی تھی، الباذنجان لما اکل لہ، یعنی بگین سے غرض یہ ہے کہ اس کو کھایا جائے۔

اور اس سے اس کی غرض محض شریعت کا مذاق اڑانا تھا اور دراصل اس حدیث پر تعریض کرنا ہے، القرآن لما قری ءلہ وماء زمزم لما شرب لہٗ، قرآن اسی لئے ہے کہ اس کو پڑھا جائے اور آب زمزم اسی لئے ہے کہ اس کو پیا جائے۔

اہلِ علم نے کہا ہے کہ زندیقیوں کی چودہ ہزار حدیثیں مشہور ہوچکی ہیں، یہ اہلِ بدعت اور خواہشات کے بندے محض اپنے مذہب کی نصرت او رمخالف کے مذہب پر طعن کرنے کے لئے اس عمل کے مرتکب ہوئے ہیں اور رافضی، ناصبی اور کرامیہ تو اس عمل میں سب پر سبقت لے گئے ہیں، خارجی معتزلہ اور زیدیہ تو پھر بھی اس امر قبیح کے اس قدر مرتکب نہیں ہوئے ہیں۔ اہل علم کی ایک جماعت جو علمِ حدیث سے مس نہیں رکھتی، اس نے جب یہ دیکھا کہ محدثین کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے تو چاہا کہ خود بھی محدث بن بیٹھیں اس لئے یہ نازیبا اور ناشائستہ عمل اختیار کیا، جیسے ابوالبختری، وہب بن وہب، سلیمان بن عمرو النخعی، حسین بن علوان اور اسحاق بن نجیح وغیرہ اور اس جماعت کے بیشتر علماء وعظ ونصیحت میں مشغول رہے۔

فائدہ:

ایک اور فقیہہ جو زہد وعبادت اور دیانت میں مشہور تھا، انہوں نے خواب میں یا کسی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے یا ائمہ اطہار سے کوئی بات سنی تو انہوں نے اپنے خواب یا معاملہ پر یقین اور اعتماد کرتے ہوئے اس بات کو مبہم روایت کردیا اور لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ واقعی حدیث ہے جو از راہِ ظاہران تک پہنچی ہے، چنانچہ ابوعبدالرحمٰن سُلمی اور دوسرے صوفیوں کو جو حدیث کا ذوق نہ رکھتے تھے، اسی عیب سے متہم کیا گیا ہے اور ان کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ حکم تمام صوفیہ پر لاگو کرنا خوارج کا طریقہ ہے۔

فائدہ:

دوسرا ایک اور فرقہ خلفاء ملوک اور امراء کے ان مصاحبین کا ہے جنہوں نے محض ان کی دلجوئی کے لئے حدیثیں گھڑیں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا۔

فائدہ:

ایک اور فرقہ نے بغیر ارادہ بھی حدیثیں وضع کی ہیں، جس کی صورت یہ ہوئی کہ انہوں نے جہالت اور توہم کی وجہ سے کسی صاحب تجربہ شخص یا صوفی یا حکمائے سابقین میں سے کسی حکیم کا کوئی کلام سنا اور اس کو بر بنائے جہالت یہ سمجھ کر بطور حدیث نبوی مشہور کردیا کہ یہ بات پیغمبر علیہ السلام کے سوا اور کسی کی نہیں ہوسکتی۔ اس فرقہ کی کوئی حد ونہایت نہیں، اکثر عوام اسی مرض میں مبتلا ہیں اور اللہ عزوجل ہی توفیق دینے والا اور خرابیوں سے بچانے والے ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی ثابت کردہ بے اصل روایت:

اس کی تفصیل ملاحظہ ہوں:

(ا) مسئلہ: ایک واعظ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول

کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو۔آپ نے جواب میں عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہیں ۔آپ (رسول اللہ ﷺ) نے دریافت فرمایا!۔ کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا ۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری مجال نہیں کہ پردہ اٹھاسکوں۔آپ نے فرمایا کہ اب کے پردہ اٹھا کر دیکھنا،حضرت جبریل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور پرنور ﷺ جلوہ فرما ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرمارہے کہ میرے بندے کو ہدایت کرنا، یہ روایت کہاں تک صحیح ۔اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت داخل ہے-؟

الجواب: یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافتراء ہے اور اس کا یوں بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ ہے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (قانونِ شریعت،ص ۲۱-۲۲)

(۲) عرض: یہ صحیح ہے کہ شبِ معراج مبارک جب حضور اقدس ﷺ عرش بریں پر پہنچے،نعلین پاک اتارنا چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وادی ایمن میں نعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی ،اے حبیب تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت وعزت زیادہ ہوگی۔

ارشاد: یہ روایت محض باطل موضوع ہے۔(الملفوظ جلد ۲،ص ۹۲)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے روایت کو موضوع بتایا ہے، یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ آپ مع نعلین بر عرش کے قائل نہیں ۔روایت کا موضوع ہونا اور بات ہے اور نفس مسئلہ شے دیگر۔اسی لئے اعلیٰ حضرت مع نعلین بر عرش کے منکر نہیں۔ تفصیل فقیر نے رسالہ ''عرشیہ'' میں عرض کردی۔(اویسی غفرلہٗ)

(۳) عرض: شبِ معراج جب براق حاضر کیا گیا،حضور آبدیدہ ہوئے۔حضرت جبریل نے سبب پوچھا،فرمایا! آج جب براق پر جارہا ہوں کل قیامت کے دن میری امت برہنہ پا پل صراط کی راہ طے کرے گی ۔یہ تقاضائے محبت وشفقت امت کے موافق نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا یوں ہی ایک ایک براق بروزِ حشر تمہارے ہر امتی کی قبر پر بھیجیں گے۔یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد: بالکل بے اصل ہے،ایسی ہی اور بہت سے روایات بالکل بے اصل وبیہودہ ہیں کیا کہا جائے۔(الملفوظ جلد ۲،ص ۹۲)

(۴) مسئلہ: مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے، آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟

الجواب: یہ بے اصل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(احکام شریعت، ج ۲،ص ۸۔اشبیر برادرز،لاہور)

(۵) مسئلہ: داستانِ امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟

الجواب: سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں ۔فیضی بے بیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھی اس میں جہاں صد ہا کارِ ناشائستہ اور اطوارِ ناپائستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہوکر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا، عمِ مکرم حضور پرنور سیدِ عالم ﷺ اسدُ اللہ واسدِ رسول سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کئے یوں ہی ہزار ہا شہدپن اور مسخرگی کی بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کردیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار ودزد طرار کے لقب

دے کر بحیلہ داستان جاہل بیچارے تبرائی بنائے۔ یہ اس مردک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا اور رسول پر سخت جرأت تھی۔ مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔ (احکامِ شریعت جلد ۳ صفحہ ۲۴۴، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

(۶) سوال: اب ایک حکایت نقل کرتا ہوں۔ دلیل الاحسان مطبع مصطفائی لاہور، تصنیف مولوی معنوی میاں عبداللہ متوطن ملتان صفحہ نمبر ۶۔

نقل است کے روزے پیغمبر ﷺ در مسجد مدینہ منورہ نشستہ بوند و باتمامی اصحابانِ صغار و کبار وعظ و حدیث شریف بیان می فرمودند کہ وحی جبریل علیہ السلام درخدمت پیغمبر ﷺ در آمد۔

پیغمبر ﷺ از سبب بیان حدیث و وعظ بطرف وحی جبریل علیہ السلام التفات نہ کردہ بودند، از آن جبرئیل علیہ السلام در دل کو دوسوسہ و کدورت بسیار در خاطر کردند۔ گفت عجب است کہ کلام ربانی از جانب باری تعالی بہ آنحضرت میر سانم الحال بمن التفات نکردند ہموں وقت حضرت را از روئے کشف باطنی معلوم و مفہوم شد کہ باخاطر جبرئیل علیہ السلام کدورت گذشت پس جبرئیل علیہ السلام را نزد خود طلبیدہ پرسید کہ اے اخی جبرئیل کلام ربانی از کدام مقام بگوش میرسید گفت یارسول اللہ ﷺ بالائے عرش یک قبہ نوراست بمثلِ حجرہ، دراں جا یک سوراخ است، از آنجا بگوش من آواز می رسد۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمود باز نزد آں قبہ برداز اں باخبر گرفتہ زود بمن برساں۔ لیکن اندرونِ قبہ در آمد چہ بیند کہ اندرونِ قبہ نور محمد ﷺ است و حضرت خود نشستہ اند و الحال مہتر جبرئیل علیہ السلام باز بہ جلد پرواز فرمود و برزمین ورود نمود چہ کہ رسولِ خدا ﷺ درہمون مکان باصحابان در حدیث و وعظ مشغول اند۔ جبرئیل علیہ السلام از معائنہ ایں حال متعجب براند و حیران گشت و شرمناک شدہ گفت کہ اے خدایا از من خطا شدہ مارا معاف فرمایند۔

اب عرض یہ ہے کہ اس حکایت کی نقل اہلسنت و الجماعت کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! جل وعلا و ﷺ، اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ عز جلالہ و علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ اس کے ظاہر سے عوام جہال کے خیال میں جو آئے وہ تو صاف صاف حضورِ اقدس ﷺ کو معاذ اللہ خدا کہنا ہے۔ اس کے کفرِ صریح ہونے میں شک کیا ہے۔

حضورِ اقدس ﷺ نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی امت ان کے کمالاتِ عالیہ دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی۔ ہمارے حضور سید عالم ﷺ کے کمالاتِ اعلیٰ کے برابر کس کے کمالات ہو سکتے ہیں، جس کے کمالات ہیں سب حضور ہی کے کمالات کے پرتو وظلال ہیں۔ ''من رانی فقدی رای الحق'' جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، تو ان تجلیوں کے سامنے کون تھا جو 'ھذا ربی ھذا اکبر' نہ بول اٹھتا؟ لہذا حضور اقدس بالمؤمنین رؤف رحیم (ﷺ) کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان کے لئے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب عزوجل کی الوہیت ظاہر فرمادی۔ کلمہ شہادت میں رسولہ سے پہلے عبدہ، رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول۔

بالجملہ رسول اللہ ﷺ باعتبار حقیقت محمد یہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ جس طور پر ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس سے بدر جہا زائد کے لائق ہیں مگر یہ واقعہ غلط اور باطل ہے۔ بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے۔ (ملخصاً فتاوی افریقہ، ص ۴۰)

فروغ رضویت میں فقیہ ملت کا کردار

* مولانا محمد اختر حسین قادری ایم۔اے

بیسویں صدی کے افق پر جو شخصیتیں آفتاب و ماہتاب بن کر طلوع ہوئیں اور ان کے علم و فضل، تدبیر و تفکر، وقار و تمکنت، حکمت و دانائی اور تقویٰ وخشیت ربانی کی کرنوں نے ایک عالم کو منور و مجلّی کر دیا۔ انہیں پر عظمت اور باکمال ہستیوں میں سے ایک ذات آبروئے فقاہت، ناشر مسلکِ اعلیٰ حضرت، فقیہ ملت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ کی بھی تھی، جنہوں نے اپنی فقہی بصیرت، علمی قابلیت و صلاحیت، جہد مسلسل، عمل پیہم، خلوص وللّٰہیت، صبر و تحمل، زہد و تقویٰ، ایثار و قربانی، وفا شعاری اور فکر و نظر کی بالیدگی کی بناء پر بین الاقوامی شہرت و ناموری حاصل کر لی اور پورے عالم اسلام میں مفتی جلال الدین احمد امجدی فقہ و فتاویٰ کے حوالے سے ایک بلند و بالا مینار اور نہایت معتبر و مستند اور روشن نام سمجھا جانے لگا۔

تقویٰ و اتباع شریعت میں مظہرِ مفتی اعظم، تفقہ فی الدین میں صدر الشریعہ کے امین تھے۔ فقہ امام اعظم کے حقیقی ترجمان، حق گوئی و بے باکی کے بے داغ آئینہ اور مسلک امام احمد رضا کے مخلص نقیب و ناشر تھے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے!

حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے ۱۹۵۲ء میں تعلیم سے فراغت حاصل کی اور اس وقت سے لیکے ۲۰۰۱ء تک مسلسل اکیاون سال تدریسی، تصنیفی، تبلیغی، اصلاحی اور دعوتی فریضہ اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ مشہور دیار و امصار اور منفرد المثال واقران ہو گئے۔ آپ نے اپنی زندگی کا مقصد صرف اور صرف تبلیغ سنت، اشاعت اسلام، فروغ رضویت اور احقاقِ حق و ابطال باطل قرار دیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ہمیشہ فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے سرگرام رہے اور جہاں کہیں کسی نے آواز اٹھائی آپ اس کی سرکوبی کیلئے انجام سے بے پرواہ ہو کر ایک مرد مجاہد کی طرح میدان میں کود پڑے اور باطل کے رد و ابطال میں پوری توانائی صرف کر دی۔

فقیہ ملت کی اعلیٰ حضرت سے وابستگی کا آغاز:

جب ہم فقیہ ملت کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات مثلِ آفتاب روشن ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ کی زندگی نے علمی سفر کا آغاز ہی رضویت کے حوالے سے کیا، اور ابتداءِ شعور سے ہی امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے دلی تعلق قائم فرما لیا تھا، امام احمد رضا سے ان کی دلی، فکری اور نظریاتی وابستگی کا اندازہ صرف اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے راہ طریقت کیلئے بھی ایک ایسی ذات کا انتخاب کیا جو امام احمد رضا کی منظور نظر تھی اور بارگاہ رضوی سے کامل طور پر فیضیاب تھی جیسا کہ فقیہ ملت خود رقم طراز ہیں:

*(استاذ دار العلوم علیمیہ جمدہ شاہی بستی، یوپی، انڈیا)

''جب علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ سے معلوم ہوا کہ حضرت صدرالشریعہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں تو ۲۹/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں حضرت سے شرف بیعت حاصل کیا اور سلسلۂ رضویہ میں داخل ہوگیا۔ (خطبات محرم ،ص۴۷۹)

اعلیٰ حضرت سے عقیدت ومحبت کی داستان:

فقیہ ملت چونکہ ابتدائے شعور سے ہی مسائل شرعیہ کی جانکاری کا شعور رکھتے تھے اور احکام شرعیہ واصول فقہ کی معلومات حاصل کرنے کا جذبہ شروع سے آپ میں موجود تھا اور جوں جوں شعور میں بالیدگی پیدا ہوتی گئی اس جذبہ شوق میں بھی اضافہ ہوتا گیا، ایک تشنہ لب کیلئے بھلا اس سے زیادہ مسرّت اور کب مل سکتی ہے کہ وہ چشمۂ آبِ زلال تک پہنچ جائے اور جی بھر کے اس سے پیاس بجھانے کا موقع نصیب ہوجائے۔ کچھ یہی حالت فقیہ ملت کی تھی فقہ سے شغف آپ کو فطرتاً نصیب ہوا تھا اور اب فقہی بصیرت میں جلا بخشنے کا سامان فتاویٰ رضویہ کی شکل میں سامنے موجود تھا جس سے آپ زندگی بھر فیضیاب ہوتے رہے اور آپ کو امام احمد رضا سے عقیدت وارادتمندی کی نعمت ملتی گئی، چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اگرچہ بہت علوم وفنون کے ماہر تھے لیکن ان میں فقاہت کا وصف سب سے ممتاز ہے اور مجھے فقہ سے زیادہ شغف ہے اس لئے میں آپ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتا ہوں اور آپ کے تحقیقی فتاویٰ کے مطالعہ سے روز بروز میری عقیدت بڑھتی ہی جارہی ہے۔ (خطبات محرم ۴۷۹)

مسئلہ سجدۂ تعظیمی:

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے سجدۂ تعظیمی سے متعلق ایک نہایت نفیس رسالہ تصنیف فرمایا ہے جو الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں قرآن وحدیث اور ائمہ کرام کے بے شمار اقوال وارشادات سے یہ ثابت کیا ہے کہ غیر اللہ کیلئے سجدۂ تعبدی کفر اور سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔

فقیہ ملت ایک مرتبہ ایک ایسے مقام پر تقریر کرنے گئے جہاں ایک نام نہاد پیر کو اس کی زندگی میں اور انتقال کے بعد اس کی قبر کو لوگ سجدہ کرتے تھے، اب آگے کا واقعہ فقیہ ملت سے سنئے لکھتے ہیں:

''یہ باتیں عام طور پر مشہور ہیں لیکن وقت کے بڑے بڑے شیخ الحدیث اور بلند پایہ مفتی شخص مذکور کے عرس میں شریک ہوتے رہے اور رسمی تقریریں کرکے نذرانے وصول کرتے رہے۔ اتفاق سے ۱۳۹۱ھ میں مجھے بھی عرس کی تقریری پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ غازی پور کے ایک مشہور عالم، فیض آباد کے ایک بڑے خطیب اور لکھا ہی ضلع گونڈہ کے ایک مولانا بھی بحیثیت مقرر آئے ہوئے ہیں، ساتھ ہی وہاں کے خرافات کا بھی علم ہوا، تینوں مقررین نے پہلے تقریریں کرلیں اور آخر میں ہمیں تنہا اسٹیج پر چھوڑ کر چلے گئے اس موقع پر ہماری حق گوئی کا سخت امتحان تھا مگر ہم نے طے کرلیا تھا کہ حق ظاہر کئے بغیر نہیں رہیں گے چاہے جو کچھ ہوجائے''

چنانچہ آپ نے حکم شرعی سے لوگوں کو آگاہ کیا جس پر ایک فتنہ کھڑا ہوا اور لوگوں نے آپ کو بہت کچھ کہا سنا مگر آپ نے

کسی کی پرواہ نہ کی اور جب براؤں شریف واپس ہوئے تو کیا کیا اسے سینئے:

''براؤں شریف پہنچ کر ہم نے فوراً حرمت سجدہ پر ۱۶رصفحات کا ایک رسالہ بنام سجدۂ تعظیم لکھا جو اعلیٰحضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کے رسالۂ مبارک کہ الزبدۃ الزکیۃ فی التحریم سجود التحیۃ سے ماخوذ رہا پھر اسے جلد ہی چھپوا کر پانچ سو کی تعداد میں لے جا کر اکبر پور چوراہے پر مفت تقسیم کردیا''۔ (خطبات محرم، ص۵۱۴)

اس طرح فقیہ ملت نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کو بڑے سادہ اور عام فہم انداز میں عوام الناس تک پہنچایا۔

اوجھڑی کا مسئلہ:

امام احمد رضا قدس سرہ نے اوجھڑی کھانے کو ناجائز لکھا ہے مگر جاہل بلکہ کچھ خواص بھی اسے کھاتے ہیں اور اعلیٰحضرت کا فتویٰ اور ان کی تحقیق نہیں مانتے ہیں، فقیہ ملت کو اس کا بڑا دکھ تھا بلکہ ایک جگہ اپنے دلی قلق کا اظہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بعض وہ ہیں جو بات بات پر اعلیٰ حضرت کا نام لیتے ہیں لیکن اوجھڑی ناجائز ہونے کے متعلق ان کا فتویٰ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ مگر الحمد للہ میں ان لوگوں میں سے ہوں کہ ان کی ہر تحقیق کو مانتا ہوں اور ان کے ہر فتویٰ پر سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ (خطبات محرم، ص۴۷۹)

چنانچہ فقیہ ملت نے امام احمد رضا قدس سرہ کی اس تحقیق انیق کو چند دیگر علمائے کرام کے فتوے کے ساتھ شائع کیا اور مختلف علاقوں میں اسے مفت تقسیم کروایا اس طرح سے آپ نے امام احمد رضا کے تحقیقی فتویٰ کو اپنے مخصوص سہل اور عام فہم انداز میں لکھ کر ان کے نظریہ سے عوام کو آشنا کیا اور بے شمار لوگوں کو ارشاد رضا پر عمل پیرا رہنے کا سامان فراہم کردیا۔

فتاویٰ میں اقوال اعلیٰ حضرت سے استدلال:

فقیہ ملت نے اپنے اکثر فتاویٰ میں سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اقوال وارشادات کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور جگہ جگہ تحقیقات رضویہ کو اپنے عام فہم اسلوب میں لکھ کر بڑی سلیقہ مندی سے مسلک اعلیٰحضرت کی ترجمانی فرمائی ہے۔

آپ کے فتاویٰ دو جلدوں میں فتاویٰ فیض الرسول کے نام سے شائع ہو کر دسیوں ممالک میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں اور بقیہ فتاویٰ کا مجموعہ فتاویٰ برکاتیہ کے نام سے چھپ چکا ہے، راقم نے تلاش وجستجو کر کے فتاویٰ فیض الرسول میں کم وبیش تین سو مقام پر اعلیٰحضرت کی تحقیق اور ان کے فتاویٰ کو بطور استدلال پیش کرتے ہوئے پایا اس طرح آپ نے اپنے فتاویٰ کے ذریعہ امام احمد رضا کے نظریات کو دنیا کے مختلف خطوں میں پہنچایا، مولانا عبد المبین نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

''(فتاویٰ فیض الرسول میں) بہت سارے مقامات پر فتاویٰ رضویہ امام احمد رضا فاضل بریلوی و فتاویٰ امجدیہ حضور صدر الشریعہ اعظمی قدس سرہٗ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول جلد۲ رصفحہ۴۳)

اور فتاویٰ برکاتیہ میں کل تقریباً ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ر جگہوں پر اپنے فتاویٰ کو اقوال اعلیٰ حضرت سے مزین کر کے قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔

علاوہ اس کے آپ کی جتنی بھی تصنیفات ہیں سب میں امام احمد رضا کے نظریات اور ان کے فرمودات کو اپنے مخصوص لب و لہجے میں ڈھال کر عوام الناس تک پہنچایا اور ارشادات رضویہ کو ۔ ت

سے ممالک اسلامیہ کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں بھی پہنچانے کی سعی بلیغ فرمائی، خود راقم السطور سے متعدد بار فرمایا ہم اعلیٰحضرت کی تحقیق کے خلاف کچھ بھی نہیں لکھ سکتے کوئی لکھتا ہے تو لکھتا رہے چنانچہ یہ بات اکثر اہل علم کو معلوم ہے کہ دیہات میں جمعہ کے تعلق سے کتنا کچھ ہوا مگر آپ نے اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے خلاف ہر گز ہر گز کبھی ایک قدم نہ بڑھایا۔

باب رضا:

فقیہ ملت نے اپنی زندگی کے آخر ایام میں جو عظیم الشان علمی کارنامہ بنام دارالعلوم اہلسنت امجدیہ ارشد العلوم انجام دیا اس کے صدر دروازے کو بھی امام احمد رضا کی طرف منسوب کیا چنانچہ پچاس فٹ اونچائی پر بنا ہوا یہ گیٹ مزار اعلیٰ حضرت کے گنبد کا نظارہ کرتا ہے اور اس پر جلی حروف میں باب رضا لکھا ہے تاکہ ہر آنے والا یہ دیکھ کر سمجھ لے کہ یہ ادارہ مسلک اعلیٰحضرت کے فروغ دینے کیلئے ایک قلعہ ہے جہاں سے مسلک حق پر حملہ کرنے والوں کا دفاع کیا جاتا ہے۔

کتب خانہ کا قیام:

فقیہ ملت نے اپنے علماء کرام کی کتابوں کے مارکیٹ میں نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ لیا کہ اگر یہی حال رہا تو بدمذہبوں کی کتابوں کو پڑھ کر قوم کفر و ضلالت میں مبتلا ہوتی چلی جائے گی اور پھر سنیت کا جو حال ہوگا وہ ناقابل تصور ہے اس لئے آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کیلئے کتب خانہ قائم فرمایا ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''ماہ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق جولائی ۱۹۵۸ء میں اسلام و سنیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کیلئے فقیہ اعظم ہند مرشدی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی سے منسوب کرتے ہوئے کتب خانہ امجدیہ قائم کیا۔ (کچھ یادیں کچھ باتیں، ص۹)

بحمدہٖ تعالیٰ آپ کا قائم کردہ کتب خانہ اسلام و سنیت کی نشر و اشاعت کے حوالے سے ہندوستان کا ایک معتبر و مشہور کتب خانہ تسلیم کیا جاتا ہے جو شب و روز مسلک اعلیٰحضرت کی ترویج و ترقی میں مشغول ہے۔

فتاویٰ مصطفویہ کی ترتیبِ جدید:

شہزادۂ اعلیٰ حضرت مقتدائے عارفان روزگار، حضور مفتی اعظم ہند کے علمی جواہر پارے معروف بہ فتاویٰ مصطفویہ کی اشاعت کے تعلق سے جو بے اعتنائی برتی گئی ہے وہ سب پر عیاں ہے، طباعت، کتابت اور کاغذ سب کتاب کو منہ چڑھاتے تھے اور عبارتوں میں اغلاط تو اتنی کہ الامان والحفیظ مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ حضور فقیہ ملت اس سے بہت دکھی تھے اور برابر اس کوشش میں لگے رہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے فتاویٰ ان کی شان کے مطابق چھپنے چاہیے چنانچہ لکھتے ہیں:

''محترم جناب قربان علی صاحب حامدی بیسلپوری اور جناب مولانا ڈاکٹر فیضان علی صاحب کی کوششوں سے جب فتاویٰ مصطفویہ حصہ اوّل و دوم مکتبۃ الرضا بیسلپور ضلع پیلی بھیت سے پہلی بار طبع ہو کر منظر عام پر آئے تو انہیں دیکھ کر بے انتہا افسوس اور بے پایاں رنج ہوا کہ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کے خلفاء اور ان کے مریدین و معتقدین نے ان علمی جواہر پاروں کے ساتھ بڑی بے اعتنائی اور لاپرواہی سے کام لیا ہے ورنہ فتاویٰ اتنی خراب کتابت، لیتھو

طباعت اور معمولی کاغذ پر طبع نہ ہوتے ،انہیں دیکھ کر
بھی حضرت کے مالدار مریدوں کو غیرت نہیں آئی
یہاں تک کہ تیسرا حصہ بھی پہلے دو حصوں کی طرح
انہیں مجبوراً خراب ہی چھپوانہ پڑا۔ جنہیں کسی کو دکھا کر
یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ یہ حضور مفتی اعظم
ہند کے فتاویٰ ہیں۔اس لئے میری بہت دنوں سے تمنا
تھی کہ حضرت کے فتاویٰ ان کی شان کے لائق اچھی
کتابت اور معیاری طباعت کے ساتھ عمدہ کاغذ پر طبع
ہوجائیں ، اس سلسلے میں ہم نے کئی لوگوں سے
کوششیں کیں یہاں تک کہ حضرت مفتی اعظم قبلہ کے
ایسے مالدار مریدوں پر دباؤ بھی ڈالا جو اپنے آپ کو
حضرت کا بہت بڑا شیدائی و فدائی ظاہر کرتے ہیں
لیکن ان میں کوئی بھی فتاویٰ مصطفویہ چھپوانے کیلئے
تیار نہ ہوا۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ حضرت مفتی
اعظم قبلہ کے عرس میں کھانے پینے اور اسٹیج کی سجاوٹ
وغیرہ پر چالیس پچاس ہزار بلکہ لاکھ دو لاکھ تک خرچ
کر دینا ان کے مریدین کے لئے کوئی بڑی بات نہیں،
لیکن جب حضرت کی کوئی تصنیف چھپوانے کیلئے کہا
جاتا ہے تو یہ بات ان کے حلق سے نہیں اترتی۔
فتاویٰ مصطفویہ اعلیٰ پیمانے پر چھپوانے کیلئے رضا
اکیڈمی ممبئی کے فعال و متحرک سکریٹری جناب الحاج
محمد سعید صاحب نوری سے بھی ہم نے کہا مگر جب ان
کی طرف سے بھی خاموشی رہی تو ہمیں سخت حیرت
ہوئی کہ وہ رضا اکیڈمی کی طرف سے بہت سے کتابیں
چھپوا کر مفت بھی تقسیم کرتے رہے ہیں تو اپنے پیر
و مرشد کے فتاویٰ چھپوانے کیلئے کیوں نہیں تیار ہوئے
یہاں تک کہ مجھے ان سے ایک طرح کا ملال ہو گیا''

واقعہ کی مزید تفصیل لکھنے کے بعد حضرت فقیہ ملّت تحریر فرماتے ہیں:

''کتابت پرانے انداز کی تھی ہم نے جدید طرز کے طور
پر جگہ جگہ اس میں پیرابندی کی۔عزیزم مولانا مفتی محمد
ابرار احمد امجدی نے ہماری نگرانی میں نئی ترتیب سے اس
کو آراستہ کیا اور آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوال
فقہاء اور افکار رائمہ کو بڑی محنت و جاں فشانی کے ساتھ
حوالوں سے مزین کیا۔ اس کام کیلئے علیمیہ لائبریری
جمدا شاہی کا دوبار انہیں سفر بھی کرنا پڑا، ہم نے اس کی
فہرست تیار کی اور کاتب کا مکان چونکہ اوجھا گنج سے دور
ہے اس لئے بار بار وہاں جانے آنے کی دشواریوں اور
طرح طرح کی پریشانیوں سے گزرنے کے بعد اس کی
کتابت مکمل ہوئی پھر الحاج محمد سعید صاحب نوری کے
اہتمام اور رضا اکیڈمی ممبئی کے خرچ سے طبع ہوکر یہ
کتاب آپ کے ہاتھوں میں آئی۔ پرانی طباعت اور نئی
کتابت کے اغلاط کی تصحیح کیلئے پوری کتاب تین بار پڑھی
گئی'' (فتاویٰ مصطفویہ،ص۲۵)

حضرت فقیہ ملّت نے اس کتاب کو منظر عام پر نئی آن
بان اور شان سے لانے کیلئے مسلسل دو سال تک شب و روز جہد پیہم
اور سعی مسعود فرمائی جس کے نتیجے میں فتاویٰ میں مصطفویہ عمدہ
طباعت و کتابت اور قابل دید ٹائیٹل کے ساتھ قوم کو میسر ہوئی
کتاب کے منظر عام پر آتے ہی ہر چہار جانب سے فقیہ ملّت کو
داد و تحسین کی سوغات سے نوازا جانے لگا بلکہ مولانا بدر القادری
صاحب ہالینڈ نے تو پندرہ صفحہ پر مشتمل اپنا تبصرہ سپرد قلم فرما کر

فقیہ ملت کی بارگاہ میں پیش کیا اور آپ کی اس عظیم الشان خدمت رضویہ پر آپ کو خوب خوب سراہا۔

فروغ رضویت کے تعلق سے یہ آپ کا ایسا کارنامہ ہے جو یقیناً آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، اس طرح کی بے شمار ایسی خدمات ہیں جنہیں قلم بند کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے بس بلفظ دیگر یہ کہہ لیا جائے کہ آپ نے زندگی کے آخری لمحے تک فروغ مسلک اعلیٰحضرت کی جدوجہد جاری رکھی اور بڑی بڑی نمایاں کامیابی حاصل کی۔

تعلیمات اعلیٰ حضرت کو عام کرنے کی لگن:

فقیہ ملت نے خود تو ساری زندگی اعلیٰ حضرت کے مقدس مشن کو پھیلانے میں صرف کی ہی ساتھ ہی عامۂ مسلمین کے دلوں میں بھی ان کی تعلیمات کو عام کرنے کا جذب پیدا کرتے رہے، چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"میں فاضلین فیض الرسول اور دیگر نوجوان علماء کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمان وعمل کو سنوارنے کیلئے اور حقیقت میں عالم دین بننے کیلئے اعلیٰحضرت کی تصنیفات کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرو" (خطبات محرم، ص ۴۷۹)

اور اپنی ایک اور مشہور تصنیف تعظیم نبی کے آخر میں اپیل کے طور پر لکھتے ہیں:

(۱) ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کریں اور اس کا مطلب سمجھنے کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا بہترین ترجمہ کنزالایمان پڑھکر ایمان تازہ کیا کریں۔

(۲) دین متین کی صحیح شناسائی کے لئے اعلیٰ حضرت اور دیگر علماء اہلسنت کی تصنیفات کا مطالعہ کیا کریں (تعظیم نبی، ص ۹۲)

وقت وصال کا واقعہ:

فقیہ ملت نے جس رات وصال فرمایا اس کے دن میں راقم کو چند مرتبہ فون کر کے جمدا شاہی سے اوجھا گنج بلوایا بعد نماز مغرب فرمایا یہ دیکھئے اندور کے کسی وہابی نے علماء اہلسنت پر تبراء بازی کی ہے آپ کو اس کا جواب لکھنا ہے میں تعمیل حکم کیلئے فوراً لبیک کہا عشاء تک تمام باتیں بتاتے رہے۔

وصال سے تقریباً پانچ سات منٹ قبل جبکہ آپ کی سانس تیز تیز چلنے لگی تھی اور بولنے میں بھی کافی دقت محسوس ہو رہی تھی مگر ایسے عالم میں بھی فقیہ ملت نے راقم سے فرمایا کہ مولانا آپ جو جواب لکھئے گا اس میں پہلے اعلیٰ حضرت کی تحقیقات پھر اعلیٰ حضرت کے خوشہ چینوں کی تحقیقات کا عنوان قائم کر کے فتاویٰ امجدیہ فتاویٰ مصطفویہ اور فتاویٰ فیض الرسول اور اگر مل جائے تو مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ کے فتاویٰ ضرور لکھئے گا"

ان تمام تفصیلات کے پیش نظر ہم بلاخوف تردید یہ لکھ رہے ہیں کہ حضور فقیہ ملت نے علمی دنیا میں قدم رکھنے سے لیکر زندگی کی آخری گھڑی تک تبلیغ سنیت، احقاق حق، ابطال باطل اشاعت اسلام، حمایت حق مبین اور فروغ رضویات کیلئے اپنی تمام تر قوت وتوانائی صرف کر دی آپ بجا طور پر امام احمد رضا کے مسلک کے سچے اور بے باک ترجمان اور مبلغ تھے جس پر آپ کی تصنیفات وتالیفات شاہد عدل ہیں۔

رضا کے شیر تمہیں بو العلی کے نور نظر
فضیلتوں کے تمہیں آسماں جلال الدین

☆☆☆

"فتاویٰ رضویہ کا اسلوب تحقیق"

علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی*

فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مسئلہ کی تحقیق میں اس کے ہمہ پہلو زیر بحث لاتے ہیں۔ معنی لغوی، اصطلاحی تعریف، تقسیم پھر بحث سے متعلق قسم کا تعین پھر زیر بحث قسم کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے قرآن، حدیث، واجماع ہو تو نقل کے بعد اختلاف کی صورت میں مذاہب ائمہ ورنہ حنفی مسلک کو بیان کرتے ہوئے ائمہ، مشائخ اور اصحاب فتویٰ کے اقوال نقل کرتے ہیں مذکورہ مراحل میں سے اگر کسی مرحلہ میں اقوال کا اختلاف ہو تو تطبیق ورنہ ترجیح دیتے ہیں، اگر یہ ممکن نہ ہو تو تساقط قرار دے کر وہاں تیسرے قول کی طرف رجوع کرتے ہیں لیکن مرحلہ وار ان تمام ابحاث میں دلائل و شواہد کے انبار لگائے چلے جاتے ہیں۔

ابحاث کے دوران آپ "اقول" کہہ کر تطبیق، ترجیح یا نئی دلیل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کبھی محاکمہ یا اصلاح کرتے ہیں اس لئے "اقول" کے تحت آپ کے کلام کو سمجھنے کے لئے سابقہ بحث کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

فاضل بریلوی مسئلہ پر بحث کے آغاز میں اپنے اسلوب تحقیق کی نشاندہی اکثر طور کر دیتے ہیں مثلاً جنس ارض اور غیر ارض کی بحث کرتے ہوئے ابتداء میں فرماتے ہیں:

"لہذا جنس ارض کی تحدید (تعریف) اور تعدید یعنی گنتی درکار، اس میں چار مقام ہیں۔ مقام اول تحدید، علمائے کرام نے بیان جنس ارض میں ان آثار سے جو اجسام میں نار سے پیدا ہوتے ہیں پانچ لفظ ذکر فرمائے ہیں:

(۱) احتراق (۲) ترمد (۳) لین (۴) ذوبان

(۵) انطباع

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"اولاً ان کے معانی اور ان کی باہم نسبتوں کا بیان، پھر کلمات علماء میں جن مختلف صورتوں پر ان کا ورود ہوا اس کا ذکر، پھر بیانات پر جو اشکال ہیں ان کا ایراد، پھر بتوفیقہ تعالیٰ بقدر قدرت تنقیح بالغ و تحقیق بازغ و تبیین مقاصد و رفع ایرادات و تکمیل تحدید و ابانت افادات کریں وباللہ التوفیق"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۵۷۹ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بحث کا یہ مقام اول تقریباً پچاس (۵۰) صفحات پر پھیلا ہے۔ صرف جنس ارض کی تعریف میں بحث کے یہ مراحل ہیں جبکہ تین مقام کی بحث بعد میں ہے۔ اسی طرح رد حرکت زمین پر ایک رسالہ کے شروع میں فرماتے ہیں:

"یہ رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی "فوز مبین در رد حرکت زمین" ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں مقررات ہیئات جدیدہ کا بیان جن سے اس رسالہ میں کام لیا جائے گا۔

* (ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

فصل اول میں نافریت پر بحث اور اس سے ابطال حرکت زمین پر بارہ (۱۲) دلیلیں۔

فصل دوم میں جاذبیت پر کلام اور اس سے بطلان حرکت زمین پر پچاس (۵۰) دلیلیں۔

فصل سوم میں خود حرکت زمین کے ابطال پر اور تینتالیس (۴۳) دلیلیں۔

بحمدہ تعالیٰ بطلان حرکت زمین پر ایک سو پانچ دلیلیں ہوئیں جن میں پندرہ (۱۵) اگلی کتابوں کی ہیں جن کی ہم نے اصلاح بلیغ کی اور پورے نوے دلائل نہایت روشن و کامل بفضلہ تعالیٰ خاص ہمارے ایجاد ہیں۔

فصل چہارم میں ان شبہات کا رد جو ہیئات جدیدہ اثبات حرکت زمین میں پیش کرتے ہیں، خاتمہ میں کتب الہیہ سے گردش آفتاب و سکون زمین کا ثبوت۔ (فوز مبین)

انداز محاکمہ :-

علامہ ابن نجیم صاحب البحرالرائق نے ایک سوال اور اس کا جواب ذکر کیا :

سوال : مقلد ہونے کے باوجود مشائخ احناف امام ابو حنیفہ کے قول کے بجائے امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول یا تلامذہ میں سے کسی دوسرے کے قول پر فتویٰ کیوں دیتے ہیں ؟

جواب : یہ اس لئے کہ امام صاحب نے فرمایا ہے :

لایحل لاحد ان یفتی بقولنا الا ان
یعلم من این قلنا

یعنی کسی کو ہمارے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں تاوقتیکہ وہ ہماری دلیل کو نا پالے۔ امام نے اپنے قول پر فتویٰ کو اس شرط سے مشروط کردیا ہے، مشائخ چونکہ اہل نظر تھے اس لئے وہ فتویٰ دینے میں اس شرط کے پابند تھے اس لئے انہوں نے جب بعض مسائل میں امام کی دلیل پر اطلاع نہ پائی صرف دوسروں کی دلیل پر اطلاع پاتے ہوئے اس پر فتویٰ دے دیا، لیکن ہمارے جیسے لوگ جو اہل نظر واجتہاد نہیں ان پر واجب ہے کہ وہ صرف امام کے قول پر فتویٰ دیں کیونکہ امام صاحب نے فتویٰ کے لئے جس شرط کو بیان فرمایا ہے وہ شرط صرف اہل نظر واجتہاد کے لئے ہے کیونکہ وہی امام کی دلیل کو پانے کے اہل تھے ہم لوگ اس کے اہل نہیں اس لئے بغیر دلیل ہم صرف امام کے قول کے پابند ہیں لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم امام کے قول پر فتویٰ دیں۔

علامہ شامی کا اعتراض :

علامہ ابن عابدین شامی نے علامہ ابن نجیم کے قول پر اعتراض کیا کہ انکا یہ کہنا درست نہیں کہ قول امام کے غیر پر فتویٰ دینے والے مشائخ دلیل امام پر مطلع نہ ہوسکے، بلکہ مشائخ نے امام کی دلیل اور دوسروں کے دلائل کو پاکر پھر ان میں سے جس کو قابل ترجیح پایا اس پر انہوں نے فتویٰ دیا یہ کیسے ممکن ہے کہ مشائخ جنہوں نے اپنی کتب میں دلائل کے انبار لگائے ان کو امام کی دلیل نہ ملی ہو۔

دوسرا اعتراض انہوں نے یہ کیا کہ ابن نجیم کا یہ کہنا کہ ہم جیسے لوگ جو اہل نظر واجتہاد نہیں ان پر صرف امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے، درست نہیں ہے کیونکہ امام صاحب کی شرط کے مطابق غیر مجتہد کو فتویٰ دینا جائز ہی نہیں چہ جائیکہ ان پر امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہو، لہذا فتویٰ دینے کے لئے مجتہد اور اہل نظر ہونا ضروری ہے تاکہ وہ دلیل کو پاسکے لہذا ہم جیسے لوگوں کو چاہئے کو فتویٰ کے بجائے مشائخ کے ترجیح دئے ہوئے قول کی صرف حکایت کردیں۔

علامہ ابن نجیم اور علامہ شامی کے اختلاف کا خلاصہ :

علامہ ابن نجیم :-

(۱) مشائخ نے امام کے قول کی دلیل کو نہ پایا اس لئے انہوں نے جس کی دلیل پائی اس پر فتویٰ دیا۔

(۲) ہم جیسے لوگوں کو فتویٰ دینا جائز ہے

(۳) ہم لوگوں پر واجب ہے کہ صرف امام کے قول پر فتویٰ دیں۔

علامہ شامی :-

(۱) مشائخ نے امام اور صاحبین کے دلائل پا کر جس کو قابل ترجیح پایا اس پر فتویٰ دیا۔

(۲) ہم جیسے لوگوں کو فتویٰ دینا جائز نہیں۔

(۳) ہم لوگوں پر لازم ہے کہ ہم صرف مشائخ کی اتباع میں ان کے ترجیح دیئے ہوئے قول کی حکایت کریں۔

امام احمد رضا بریلوی کا محاکمہ :-

محاکمہ کے لئے انہوں نے پہلے چند ضابطے بیان فرمائے ہیں :

۱۔ فتویٰ کے لئے بہر حال دلیل ضروری ہے۔

۲۔ دلیل کی دو قسمیں ہیں تفصیلی و اجمالی۔

۳۔ مجتہدین اور اہل نظر تفصیلی دلیل کے مکلف ہیں اور غیر مجتہد صرف دلیل اجمالی کا مکلف ہے۔

۴۔ فتووں کے دو (۲) معنی ہیں ایک حقیقی دوسرا عرفی۔

۵۔ امام کا قول دو قسم پر ہے ایک صوری دوسرا ضروری۔

آپ نے ان پانچ مقدمات کی روشنی میں علامہ ابن نجیم کے اقوال کو درست قرار دے کر علامہ شامی کے اعتراضات کا جواب دیا کہ ابن نجیم کا یہ کہنا درست ہے کہ مشائخ نے امام کی دلیل کو نہ پایا۔ کیونکہ اگر پاتے تو مقلد ہونے کی حیثیت سے وہ خود امام کے قول پر فتویٰ دیتے، دلیل نہ پانے کی وجہ سے انہوں نے امام کے قول :

لایحل لاحد ان یفتی بقولنا الا ان یعلم من این قلنا

پر عمل کرتے ہوئے جس کی دلیل کو پایا اس پر فتویٰ دیا، کیونکہ اہل نظر ہونے کی وجہ سے وہ تفصیلی دلیل یعنی ہر جزی کے لئے جزوی دلیل پر مطلع ہونے کے پابند تھے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مقلد ہونے کے باوجود انہوں نے دوسروں کی دلیل کو اپناتے ہوئے اس پر فتویٰ کیوں دیا، یہ امام کی تقلید کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ کہ یہ تقلید کے خلاف نہیں بلکہ امام کی تقلید میں انہوں نے خود امام کی یہ دلیل پا کر اس پر فتویٰ دیا کہ "دلیل پا کر فتویٰ دو"۔ تو مشائخ نے اپنے امام کے قول پر عمل کیا، ہاں اگر وہ امام کی دلیل کو پا کر اعراض کرتے، جیسا کہ علامہ شامی کہتے ہیں، تو یہ امام کی تقلید کے خلاف ہوتا، نیز اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ مشائخ نے امام کی دلیل کو پا کر دوسروں کی دلیل کو ترجیح دیتے ہوئے اس پر فتویٰ دیا تب بھی یہ عمل تقلید کے خلاف نہیں کیونکہ امام کے قول صوری اور ضروری میں سے مشائخ نے اگرچہ امام کے قول صوری کے خلاف کیا مگر امام کے قول ضروری پر انہوں نے عمل کیا، کیونکہ مشائخ نے ضرورت، دفع حرج، جلب منفعت، دفع ضرر، تعامل ناس یا عرف کو وجہ ترجیح قرار دیا ہے، جبکہ ان امور کی بنا پر فتویٰ دینا امام کا قول ہے جس کو قول ضروری کہا جاتا ہے، ورنہ علامہ شامی کے قول پر لازم آئے گا کہ مشائخ احناف نے اپنے امام کے قول کو مرجوح اور کمزور قرار دیا جو کہ صراحتاً غلط ہے، کیونکہ امام ابو یوسف خود فرماتے ہیں کہ مواضع اختلاف میں جب میں نے غور تامل کیا تو میں نے امام کے قول کو ہی اٹھی پایا، جس سے معلوم ہوا کہ امام کے قول کو مرجوح قرار دینا درست نہیں، علامہ ابن نجیم کا یہ قول بھی درست ہے کہ ہم جیسے غیر مجتہد حضرات پر واجب ہے

کہ صرف امام کے قول پر فتویٰ دیں کیونکہ ہم اہل نظر نہ ہونے کی بنا پر اجمالی دلیل :

"فاسئلوا اھل الذکران کنتم لاتعلمون"

کے پابند ہیں، جب ہم نے اہل ذکر یعنی کسی مجتہد کے قول کو دلیل بنانا ہے تو پھر دوسروں کے مقابلہ میں اپنے امام کے قول کو دلیل بنانا واجب ہے، کیونکہ ہم اس کے مقلد ہیں، لہذا علامہ شامی کا یہ کہنا کہ ہم لوگ مشائخ کے قول کی حکایت کرنے کے پابند ہیں، "درست نہیں"۔ نیز علامہ ابن نجیم کا یہ قول بھی درست ہے کہ ہم جیسے غیر مجتہد لوگوں کو فتویٰ دینا جائز ہے، کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ غیر مجتہد فتوے دے سکتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر مجتہد اور غیر مجتہد کے فتویٰ میں کیا فرق ہوا، جبکہ فتویٰ کے لئے امام کے قول کے مطابق دلیل کا پانا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد تفصیلی دلیل کا مکلّف ہے اور غیر مجتہد اجمالی دلیل کا مکلف ہے۔ مجتہد پر لازم ہے کہ تفصیلی دلیل حاصل کر کے فتویٰ دے، اور غیر مجتہد کو لازم ہے کہ اجمالی دلیل کے مطابق اپنے امام کے قول پر فتویٰ دے کیونکہ وہ اس کا مقلد ہے اور مقلد کیلئے اپنے امام کا قول ہی دلیل ہوتا ہے غرضیکہ، دونوں کے فتوے دلیل پر مبنی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ایک کی دلیل تفصیلی ہے اور دوسرے کی اجمالی ہے۔ مجتہد قول کرتا ہے تو دلیل سے، مقلد بھی قول کرتا ہے تو دلیل سے، اگر چہ مجتہد کی دلیل تفصیلی ظنی ہو سکتی ہے مگر مقلد کی دلیل قطعی ہے۔ لہذا علامہ شامی کا یہ کہنا درست نہیں کہ مقلد کو فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ وہ دلیل کا اہل نہیں ہے، لہذا وہ صرف مشائخ کے قول کو حکایت کر سکتا ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ مقلد کو دلیل حاصل ہے تو وہ فتویٰ بھی دے سکتا ہے اگر چہ فتوی حقیقی نہیں بلکہ عرفی ہوگا۔ (امام احمد رضا، اجلی الاعلام ملخصاً)

انداز اصلاح :-

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے انسانی بدن سے نکلنے والے مواد کے نجس ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک ضابط بیان فرمایا :

"مالیس بحدث لیس بنجس"

(یعنی جو چیز وضو نہ توڑے وہ نجس نہیں ہے)

اس پر فقہاء کرام نے بحث کرتے ہو فرمایا :

"ولاتنعکس" (یعنی اس کا عکس درست نہیں ہے)

لاتنعکس پر علامہ شامی و علامہ اسمٰعیل شارح درر رحمہما اللہ تعالیٰ کی گفتگو اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کی طرف سے ان دونو بزرگوں کی اصلاح سے قبل بطور تمہید چند امور کو پیش نظر رکھنا مناسب ہوگا :

(۱) عکس کے دو معنی ہیں : ایک عکس منطقی اور دوسرا عکس لغوی و عرفی۔ پھر عکس منطقی کی دو قسمیں ہیں : ایک عکس مستوی اور دوسرا عکس نقیض۔ عکس مستوی یہ ہے کہ قضیہ اور جملہ کے موضوع و محمول یعنی محکوم علیہ و محکوم بہ کو اس طرح ایک دوسرے کی جگہ تبدیل کرنا کہ اصل قضیہ کا ایجاب و سلب اور صدق باقی رہے کہ اگر اصل قضیہ صادق ہو تو عکس بھی ضرور صادق ہوگا۔ اسی طرح ایجاب و سلب میں بھی دونوں ایک دوسرے کے موافق ہونے ضروری ہیں۔

پھر عکس مستوی کا قاعدہ ہے کہ اصل قضیہ موجبہ کلیہ ہو یا جزئیہ ہو دونوں صورتوں میں عکس موجبہ جزئیہ ہوگا اور اگر قضیہ سالبہ کلیہ ہو تو اس کا عکس سالبہ کلیہ ہوگا اور سالبہ جزئیہ کا عکس لازم نہیں۔

(۲) عکس نقیض یہ ہے کہ اصل قضیہ کے موضوع کی نقیض کو محمول کی جگہ اور محمول کی نقیض کو موضوع کی جگہ اس

طور پر رکھنا کہ اصل قضیہ کا ایجاب و سلب اور صدق باقی رہے۔
عکس نقیض کا قاعدہ یہ ہے کہ اصل قضیہ سالبہ کلیہ یا سالبہ جزئیہ ہو تو دونوں صورتوں میں عکس نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آتا ہے اور موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض لازم نہیں۔

(۳) عکس منطقی یعنی عکس مستوی و عکس نقیض اصل قضیہ کو لازم ہوتے ہیں لہذا عکس منطقی کے منتفی ہونے یعنی کاذب ہونے سے اصل قضیہ کا انفاء کو کذب لازم آئے گا۔

(۴) عکس لغوی و عرفی میں اصل و عکس کا ایجاب و سلب اور کلیت جزئیت میں ایک دوسرے کے موافق ہونا ضروری ہے یعنی لغوی عکس میں موجبہ کلیہ کا عکس بھی موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ کا موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ کا سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا سالبہ جزئیہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن بقائے صدق ضروری نہیں کہ صادق کا عکس صادق ہی ہو بلکہ صادق کا عکس کاذب بھی ہو سکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد اب ہم اصل بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں:

امام ابو یوسف کے بیان کردہ قاعدہ "مالیس بحدث لیس بنجس" کے متعلق فقہاء کرام نے فرمایا: ولا تنعکس۔
اس پر علامہ شامی نے دو (۲) باتیں کہیں:
(۱) لاتنعکس میں جس عکس کی نفی کی گئی ہے وہ عکس مستوی ہے جو ایجاب و سلب اور صدق میں اصل قضیہ کے موافق ہوتا ہے۔
(۲) "مالیس بحدث لیس بنجس" سالبہ کلیہ ہے او اس کا عکس نقیض "کل نجس حدث" ہے۔
اس پر فاضل بریلوی نے اصلاح فرمائی کہ یہاں علامہ

شامی سے تسامح ہو گیا کیونکہ وہ خود فرما رہے ہیں عکس مستوی میں صدق کا باقی رہنا ضروری ہے حالانکہ فقہاء اصل قاعدہ کو صحیح اور درست کہہ رہے ہیں اور "لاتنعکس" کہہ کر عکس کو غلط کہہ رہے ہیں۔ اگر اس کو عکس مستوی مانا جائے تو لازم آئے گا کہ اصل قضیہ "مالیس بحدث لیس بنجس" غلط ہو کیونکہ جب عکس کو فقہاء نے غلط کہا تو عکس کے غلط ہونے سے اصل بھی غلط ہو گا کیونکہ عکس مستوی عکس منطقی ہے اور عکس منطقی اصل قضیہ کو لازم ہوتا ہے جس کے انتفاء سے اصل کا انتفاء ضروری ہو گا لہذا عکس مستوی کو غلط ماننے سے اصل قضیہ کا غلط ہونا لازم آئیگا، لہذا یہاں عکس منطقی مراد نہیں ہو سکتا، بلکہ یہاں اور ہر ایسے مقام میں جہاں اصل کو درست کہہ کر عکس کی نفی کی جائے وہاں عکس لغوی اور عرفی مراد ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے:

"کل طاهر حلال ولا عكس"

اس لئے یہاں جس عکس کی نفی کی جا رہی ہے وہ عکس لغوی ہے جس میں اصل کے صدق کا عکس میں باقی رہنا ضروری نہیں ہوتا۔

یہاں تک امام ابو یوسف کے بیان کردہ قاعدہ "مالیس بحدث لیس بنجس" میں ایک پہلو سے بحث ہوئی جبکہ دوسرا پہلو یہ کہ علامہ اسمٰعیل کی تائید میں علامہ شامی نے فرمایا:

"ماذكره المصنف قضية سالبة كلية لامهملة"
یعنی یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے مہملہ نہیں، کیونکہ اس کے موضوع پر لفظ 'ما' آیا ہوا ہے جو کہ مفید عموم ہے اور ہر وہ لفظ جو مفید عموم ہو وہ کلیہ کا سور ہوتا ہے لہذا یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہو گا اور اس کا عکس نقیض "کل نجس حدث" ہے یعنی اصل قضیہ کے

موضوع و محمول کی نقیضوں کو ایک دوسرے کی جگہ تبدیل کر دیا گیا چنانچہ لیس بحدث کی نقیض "حدث" اور لیس بنجس کی نقیض "نجس" کا عکس کیا گیا ہے تو اس طرح عکس نقیض "کل جنس حدث" ہوا۔

فاضل بریلوی نے علامہ شامی کی اس تقریر کو تین وجوہ سے غلط قرار دیا:

اول: اس لئے کے اصل قضیہ کو سالبہ کلیہ قرار دینا درس نہیں کیونکہ مناطقہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ لفظ "ما" یا لفظ "کل" اگر موضوع قضیہ میں واقع ہو اور اس موضوع کے لئے ثبوت محمول پر سلب وارد ہو تو یہ سلب عموم کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ عموم سلب کا یہی وجہ ہے کہ لیس کل کو مناطقہ نے سالبہ جزئیہ کا سور قرار دیا ہے نہ کہ سالبہ کلیہ کا۔ لہذا اگر اس قضیہ کو سالبہ مان بھی لیا جائے تو یہ سالبہ جزئیہ ہو گا نہ کہ سالبہ کلیہ۔

دوم: اگر اصل قضیہ کو بقول آپ کے سالبہ کلیہ تسلیم کر لیں تو اس کا عکس نقیض کلیہ نہیں آسکتا کیونکہ سالبہ کلیہ ہو یا جزئیہ اس کا عکس نقیض جزئیہ آتا ہے حالانکہ آپ نے اس کا عکس نقیض کلیہ قرار دیا۔

سوم: جب اصل کو آپ سالبہ کہتے ہیں تو سالبہ کا عکس نقیض بھی سالبہ ہوتا ہے کیونکہ عکس منطقی کی تعریف میں بقاء کی قید آپ خود بھی مانتے ہیں حالانکہ آپ نے اس کا عکس نقیض "کل نجس حدث" مانا ہے جو کہ موجبہ ہے۔

اس کے بعد فاضل بریلوی، علامہ اسمٰعیل اور علامہ شامی کے قول کی تاویل کرتے ہوئے اصلاح فرماتے ہیں کہ اصل قضیہ کے بارے میں ان کے اس قول "قضیۃ"، "سالبۃ"، "کلا" کا مطلب سالبہ کلیہ نہیں جس کی وجہ سے یہ اعتراضات پیدا ہوئے بلکہ اصل میں یہ عبارت یوں تھی "قضیة سالبة المحمول کلیة"۔ پھر ان میں سے کسی ایک کی لغزش قلم یا کاتب کی غلطی سے لفظ محمول ساقط ہو گیا تو اس تقدیر پر یہ قضیہ موجبہ کلیہ سالبۃ المحمول ہوا نہ کہ سالبہ کلیہ۔ لہذا اب تینوں میں سے کوئی اعتراض بھی وارد نہ ہو گا۔

(فتاوی رضویہ جلد اول مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔ ص ۳۴۴)

مذکورہ بالا بحث سے فاضل بریلوی کی جامعیت مزید آشکار ہوتی ہے کہ علم منطق کی دقیق ابحاث سے بھی آپ صرف نظر نہیں فرماتے بلکہ ایک ماہر منطقی کے انداز میں اسے اپنے مدعی کے اثبات میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ فتاوی رضویہ میں متعدد مقامات پر آپ نے منطقی قواعد کو استعمال فرمایا ہے۔

انداز تطبیق :-

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے:

من حدثکم ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوه ماکان یبول الاقاعدا۔ (رواہ ترمذی، نسائی، احمد)

دوسری حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

اتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سباطة قوم فبال قائماً۔ (رواہ الشیخان)

ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔ حضرت مائی صاحبہ کا بیان ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ بیٹھ کر بول فرماتے تھے اگر کوئی بتائے کہ آپ کھڑے ہو کر بول فرماتے تھے تو تصدیق نہ کرو"۔ جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک روز کوڑے کے

ڈھیر پر کھڑے ہو کر بول فرمایا"۔

ان دونوں حدیثوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علامہ ابن حجر نے فتح الباری اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان اپنے اپنے مشاہدہ پر مبنی ہے حضرت ام المومنین کے مشاہدہ کا تعلق گھر سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مائی صاحبہ کے بیان کا تعلق گھر سے ہے یعنی حضور اکرم ﷺ گھر میں کھڑے ہو کر بول نہیں فرماتے تھے، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشاہدے کا تعلق خارج سے ہے۔ تو ان کے بیان کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے گھر سے باہر کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا ہے لہذا دونوں حدیثیں آپس میں موافق ہو گئیں اور تعارض ختم ہو گیا۔ یوں دونوں کے بیان درست ہیں۔

علامہ فاضل بریلوی نے دونوں بزرگوں کا تعاقب فرمایا اور کہا کہ دونوں حدیثیں کی یہ تطبیق درست نہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو متدرک اور صحیح ابن عوانہ نے بھی ذکر کیا جس کے آخر کے الفاظ یہ ہیں:

مابال قائما منذانزل علیه القرآن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان دونوں بزرگوں کی تقریر درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ماضی استمراری کے الفاظ ہیں ماکان یبول الا قاعدا کہ آپ ہمیشہ بیٹھ کر بول فرماتے تھے۔ دوسری روایت منذانزل علیه القرآن کے الفاظ ہیں کہ جب سے آپ پر قرآن نازل ہوا اس وقت سے آپ نے کھڑے ہو کر بول نہیں فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی دونوں روایتوں کے پیش نظر ان کے بیان کو صرف گھر سے متعلق قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش، ابتداء نزول قرآن سے پانچ سال بعد ہوئی اور پھر نو سال کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے گھر آئیں یوں آغاز نزول قرآن کے ۱۴ سال کے بعد حضور اکرم ﷺ کے گھر میں آئیں، ان گزشتہ ۱۴ سال کے بعد حضور ﷺ کے اعمال وافعال کا مشاہدہ انہوں نے کیسے کر لیا! اور کہا کہ نزول قرآن سے اب تک حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کھڑے ہو کر بول نہیں فرمایا لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان اپنے مشاہدے پر مبنی ہے بلکہ آپ کا بیان شارع علیہ السلام سے سماع پر مبنی ہے کیونکہ گھر میں آنے سے قبل کے ۱۴ سال کی بات مشاہدہ پر نہیں ہو سکتی۔ نیز اگر ابن حجر اور علامہ عینی کی بات تسلیم بھی کر لی جائے تو اس سے دلالۃً ثابت ہوتا ہے کہ آپ گھر سے باہر بھی کھڑے ہو کر بول نہیں فرماتے تھے، کیونکہ گھر میں چار دیواری اور دیگر پردہ کا انتظام ہوتے ہوئے جب کھڑے ہو کر بول نہ فرماتے تو لازماً باہر بھی اس کو پابندی فرماتے ہو نگے کیونکہ باہر پردہ کا اہتمام نہ ہونے کی بناء پر ستر اور ادب بلکہ تربیت کا مقتضیٰ یہ تھا کہ آپ باہر بھی بیٹھ کر بول فرماتے۔ لہذا حضرت ام المومنین اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان آپ کی عادت مستمرہ اور عزیمت سے متعلق ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان عذر سے متعلق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عذر، عزیمت اور عادت مستمرہ کے منافی نہیں۔ اس کے بعد فاضل بریلوی نے بیٹھ کر بول فرمانے کی عزیمت اور کھڑے ہو کر ایک مرتبہ بول فرمانے کے عذر کو متعدد احادیث روایات سے منقح فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ص ۵۸۷)

اس بیان سے جہاں فن تطبیق میں آپ کی مہارت معلوم ہوئی وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ احادیث کے معانی اور طرق پر آپ کی کتنی گہری نظر ہے جس کے مقابلہ میں علامہ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ کی بات سطحی معلوم ہو رہی ہے۔

نصوص شرعیہ اور آپ کا تصلب :-

حرکت زمین سے متعلق سائنسدانوں کے نظریہ کو حضرت مولانا پروفیسر حاکم علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفاسیر کی روشنی میں ثابت کرتے ہوئے لفظ زوال کا معنی یوں کیا کہ اس سے مراد اپنے مقام سے زائل ہو جانا ہے اپنے مرکز میں رہتے ہوئے حرکت کرنا زوال نہیں ہے۔ اس بحث کے آخر میں انہوں نے حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا:

> "غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہو"۔

اس کے جواب میں حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ، نے قرآن وحدیث اور عربی لغات کے حوالے سے ثابت کیا کہ زمین اپنے مدار میں بھی حرکت نہیں کرتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطلق حرکت کی نفی مانی ہے یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا ہے۔

دلائل کے ساتھ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں:

> "محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہو گی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہو گی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلام روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنسدان کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں"

(نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان)

☆☆☆☆☆

ردیف الیاء

اے قادر والے خدائے عبدالقادر	قدرت دہ دستہائے عبدالقادر
بر عاجزیِ ما نظرِ رحمت کن	رحم اے قادر برائے عبدالقادر

جان بخش مرا بپائے عبدالقادر	جاں بخش تہ لوائے عبدالقادر
از صد چو رضا گزشتے از بہر رضاش	اینہم بعلم برائے عبدالقادر

امام احمد رضا

چودھویں صدی کے جلیل القدر مجدد

محمد ناصر خاں چشتی (*)

علم و حکمت کے بے تاج بادشاہ مجدد دین ملت، عظیم المرتبت محدث، فقیہہ اعظم، پاسبان ناموس رسالت، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ/ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء، بہ روز اتوار، ہندوستان کے مشہور شہر بریلی کے محلہ ''جسولی'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پیدائشی نام ''محمد'' اور تاریخی نام ''المختار'' ہے۔ جبکہ آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے آپکا نام ''احمد رضا'' رکھا۔ آپ کے والد گرامی امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں اور آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں صاحب بھی اپنے وقت کے جلیل القدر علماء کرام میں شمار کیے جاتے تھے---

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ صغر سنی سے مذہب کی طرف راغب تھے۔ آپ نے ''قال اللہ جل جلالہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تقدس مآب ماحول میں آنکھیں کھولیں اور صرف چار برس کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا تھا--- پھر اپنی بے پناہ خداداد صلاحیتوں اور حیرت انگیز تقوت حافظہ کی بناء پر صرف تیرہ سال، دس ماہ اور پانچ دن کی عمر میں علم تفسیر، حدیث، فقہ واصول فقہ، منطق وفلسفہ اور علم کلام وغیرہ تمام علوم دینیہ کی تکمیل کی---

آپ نے بعض علوم اپنے معاصرین علماء کرام سے حاصل کیے اور بعض علوم میں اپنے ذاتی مطالعہ اور غور وفکر سے کمال پیدا کیا--- خصوصاً علم ریاضی، علم جفر اور علم نجوم وہیئت وغیرہ میں اپنے ذاتی مطالعہ سے دسترس حاصل کی، اور علوم وفنون کے میدان میں اپنے تمام ہم عصروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ریاضی اور علم جفر کے بڑے بڑے ماہرین نے آپ کی علمی عظمت کا کھلے دل سے اعتراف کیا اور مشرق ومغرب میں آپ کا علمی اور روحانی فیضان جاری وساری ہوگیا۔ عرب وعجم کے علماء کرام نے آپ کی تحسین و تکریم فرمائی---

۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ پہلی بار حج بیت اللہ کیلئے گئے۔ قیام مکۃ المکرمہ کے دوران مشہور شافعی عالم شیخ حسین بن صالح آپ سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ کی بڑی تحسین و تکریم فرمائی، کیونکہ اعلیٰ حضرت نے ان کی کتاب الجوھرۃ المضیہ، کی شرح ''النیرۃ الوضیہ فی شرح الجواھرۃ المضیہ'' کے نام سے صرف دو دن میں نہایت فصیح و بلیغ عربی میں لکھ کر دے دی۔ بعد میں تعلیقات وحواشی کا اضافہ کرکے اس کا تاریخی نام ''الطرۃ الرضیہ فی النیرۃ الوضیہ'' تجویز فرمایا۔ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں دوبارہ زیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے تو اس بار وہاں کے علماء کبار کیلئے نوٹ (کرنسی) کے ایک مسئلے کا حل ''کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم'' کے نام سے تحریر فرمایا۔ اسکے علاوہ ایک اور کتاب ''الدولۃ المکیہ'' بھی تحریر فرمائی، جس میں حضور سید عالم

* (دار العلوم نعیمیہ، کراچی)

ﷺ کے علم غیب کے اثبات پر محققانہ بحث کی ہے، اور حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کو قرآن حدیث کی روشنی میں ثابت فرمایا۔ چنانچہ ان ہی تصانیف جلیلہ کی بناء پر بعض علماء حرمین طیبین نے آپ کو ''مجدد امت'' کا خطاب دیا ہے---

سیرت و کردار:

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے تقویٰ و طہارت، اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن سیرت کے اوصاف جلیل سے مزین ہو چکے تھے۔ آپ کی زندگی کے تمام گوشے اور تمام شعبے اتباع شریعت اور اطاعت و محبت رسول ﷺ سے معمور تھے آپ کے حیات مبارکہ ایک ایک لمحہ اور زندگی کا ایک ایک گوشہ کتاب و سنت کی پیروی میں گزرا---

۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۷ء میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے اور دیگر سلاسل مثلاً سلسلہ چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ وغیرہ میں دوسرے مشائخ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ آپ صرف چودہ برس کی عمر میں عظیم الشان عالم، عظیم المرتبت فاضل ہو گئے تھے اور پھر تقریباً چون برس تک مسلسل دینی اور علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے سب کام حب الٰہی اور حب رسول ﷺ کے ماتحت تھے---

آپ کے خادم خاص بیان کرتے ہیں کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ چوبیس گھنٹوں میں صرف ڈیڑھ یا دو گھنٹے آرام (وہ بھی سنت رسول ﷺ پر عمل کی وجہ سے) فرماتے اور باقی تمام وقت تصنیف و تالیف، درس و تدریس کتب بینی، افتاء اور دیگر خدمات دینیہ میں صرف فرماتے---

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال آپ کے ہم عصر تھے اور آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک موقع پر آپ کو خراج عقیدت اور خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ہندوستان کے دور آخر میں امام احمد رضا جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا، ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت و فطانت، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ ان کے طبیعت میں شدت زیادہ تھی، اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں اپنے دور کے امام ابوحنیفہ ہوتے'' (ماخوذ: اسلامی انسائیکلوپیڈیا، صفحہ ۱۱۳۸)

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام عمر درس و تدریس، وعظ و تقریر، افتاء اور تالیف و تصنیف میں بسر ہوئی، آپ کو رسول کریم ﷺ کی ذات مقدسہ سے والہانہ عشق تھا۔ ذکر و فکر کی ہر مجلس میں تصور رسالت مآب ﷺ سے ذہن شاداب رہتا تھا، آپ نے دین مبین کے ہر گوشے اور ہر شعبے کو محبت رسول ﷺ میں سمو دیا، عشق و محبت کی پاکیزہ لطافتوں کو جن لوگوں نے بدعت کا نام دیا، آپ نے انہیں سنت و بدعت کا فرق سمجھایا۔ عظمت رسول میں تنقیص و کمی کرنے والوں کا عاشقانہ غیرت سے احتساب کیا، ذکر و فکر اور علم و عمل کے ہر پہلو میں عظمت رسول کو اجاگر کیا۔ تقدیس خداوندی اور ناموس رسالت اور عظمت مصطفوی ﷺ کی جو تحریک آپ نے ۱۸۷۸ء سے ۱۹۲۱ء تک چلائی اور محافل میلاد کے انعقاد کی جو مشعلیں آپ نے روشن کیں، وہ آج چمکتے ہوئے ستاروں میں تبدیل ہو کر چہار دانگ عالم میں روشنیاں بکھیر رہی ہیں۔ آپ نے مختصری عمر میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ آپ کا وجود آیات خداوندی میں سے ایک آیت کا درجہ رکھتا ہے--- امام احمد رضا کسی فرد واحد کا نام نہیں بلکہ تقدیس الوہیت اور ناموس رسالت

اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کی تحریک کا نام ہے۔ عامۃ المسلمین کے زندہ ضمیر کا نام ہے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ میں ڈوب کر دھڑکنے والے مبارک قلب کا نام ہے--- اور جب تک یہ سب چیزیں زندہ رہیں گی، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ کا نام بھی زندہ و تابندہ رہے گا--- اور آج اگر عصمت انبیاء اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کا چراغ روشن ہے تو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس کا فانوس بنا ہوا ہے---

تصانیف اور علوم و فنون:

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے زائد علوم و فنون پر مکمل دسترس اور مہارت حاصل تھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کثیر التصانیف عالم دین ہیں۔ آپ کی تصانیف جلیلہ کی تعداد کم و بیش ایک ہزار (1000) تک ہے۔ کثرت تصانیف کے لحاظ سے بھی آپ کی شخصیت ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ اس قدر تصانیف کے علاوہ آپ نے مختلف علوم و فنون کی تقریباً (۸۰) کتابوں پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں--- وہ علوم و فنون جس میں آپ کی یادگار علمی و تحقیقی تصانیف ہیں--- مثلاً عقائد، کلام، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تجوید، تصوف، فضائل و مناقب، علم جفر، علم ریاضی و ہندسہ، زیجات، توقیت اور علم نجوم و ہیئت وغیرہ شامل ہیں اور ان میں نمایاں ترین تصنیف، شان الوہیت اور ناموس رسالت، عظمت مصطفیٰ ﷺ، احترام اولیاء اور روح قرآن کے مطابق قرآن مجید کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ الموسوم بہ---"کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ہے جو اسم بامسمّٰی ترجمہ ہے یعنی اس کے پڑھنے سے واقعی ایمان و ایقان کا خزانہ حاصل ہوتا ہے بلکہ ترقی افزوں رہتا ہے اور دوسری شہرۂ آفاق تصنیف ! بارہ ضخیم جلدوں میں شاندار علمی شاہکار اور تحقیقات نادرہ پر مشتمل فقہی انسائیکلوپیڈیا "فتاویٰ رضویہ" ہے، جس میں ہزاروں قدیم و جدید شرعی مسائل و احکام پر مبنی علمی و فقہی تحقیقی فتاویٰ قلم بند ہیں---

علمی و فقہی مقام:

آپ کا فقہی مقام بہت اعلیٰ و ارفع تھا، آپ نادر روزگار فقیہ تھے اور بقول مولانا عبدالحئی لکھنوی صاحب "نزہت الخواطر" اور ان کی نظیر ان کے زمانے میں نظر نہیں آتی۔ درج ذیل مثالوں سے آپ کی شان فقاہت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ کے کتاب الطہارۃ کے باب التیمم میں ایک نادر فتویٰ تحریر فرمایا، جس میں آپ نے ایک سو اکاسی (۱۸۱) ایسی چیزوں کے نام گنوائے ہیں جن سے تیمم کیا جاسکتا ہے اس میں ۷۴ر منصوصات (یعنی جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمادیا) اور ۱۰۷ر مزیدات (یعنی جنہیں آپ نے اجتہاد و استنباط سے بیان فرمائے ہیں)--- اور پھر ایک سو تیس (۱۳۰) ایسی اشیاء کے نام تحریر کئے ہیں جن سے تیمم جائز نہیں، اس میں ۵۸ر منصوصات اور ۷۲ر زیادات ہیں--- اسی طرح امام احمد رضا خاں بریلوی نور اللہ مرقدہ نے وضو کیلئے پانی کی اقسام پر بحث کرتے ہوئے ایسے پانی کی ایک سو ساٹھ ﷺ (۱۶۰) قسمیں بیان کی ہیں، جس سے وضو کرنا جائز ہے اور وہ پانی جس سے وضو جائز نہیں، اس کی ایک سو چھیالیس اقسام بیان فرمائی ہیں۔ اس طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر (۱۷۵) صورتیں بیان فرمائیں ہیں---

امام اہلسنت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایک سوال کے جواب میں کہ باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے کے تحت احادیث مرفوعہ کی روشنی میں تفصیلی جواب دیتے ہوئے

ساٹھ (۶۰) حقوق لکھے اور فرمایا کہ یہ حقوق پسر اور دختر (بیٹا اور بیٹی) دونوں کے ہیں اور پھر خاص پسر کے پانچ حقوق لکھے اور خاص دختر کے پندرہ حقوق لکھے اس طرح آپ نے اولاد کے کل اسی (۸۰) حقوق تحریر فرمائے ہیں---(فتاویٰ رضویہ ملاحظہ فرمائیں)

ہم نے صرف یہ تین مثالیں آپ کے سامنے اختصار و اجمال کے ساتھ پیش کی ہیں، ورنہ فتاویٰ رضویہ کے جہازی سائز بارہ ضخیم جلدیں اس قسم کی بے شمار تحقیقات نادرہ و عجیبہ سے لبریز پڑی ہیں اور جس کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا قلب و دماغ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ ذہانت وبصیرت کا پرتو ہے---!

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے جملہ خوبیوں میں ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ آپ استفتاء کا جواب اسی زبان میں دیتے تھے، جس زبان میں سوال کیا جاتا تھا۔ مثلاً آپ کے پاس دنیا بھر سے سینکڑوں سوالات آتے تھے، اگر سوال عربی زبان میں ہوتا تو آپ جواب بھی عربی زبان میں دیتے تھے۔ اگر سوال فارسی زبان میں ہوتا تو آپ کا جواب بھی فارسی میں ہوتا تھا، حتیٰ کہ آپ نے انگریزی زبان میں سوال کا جواب بھی انگریزی زبان میں ہی تحریر فرمایا اور اگر سوال منظوم شکل میں ہوتا تھا تو آپ کا جواب بھی منظوم ہوتا اور اس کے علاوہ اگر سوال سائنس اور ریاضیات کی متعلقات پر مبنی ہوتا تو آپ کا جواب بھی اسی انداز کی شرح وبسط پر پھیلا ہوا ہوتا اور جس علمی سطح اور ذوق کے فرد کا فرستادہ ہوتا تو اسی معیار اور ذوق کے مطابق جواب بھی مرحمت ہوتا،---

(علوم سائنس اور امام احمد رضا)

عقائد اسلام کے جوارکان مرجھا چکے تھے، ان کے احیاء کے لئے آپ نے جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں، تمہید ایمان، حسام الحرمین، سبحان السبوح، خالص الاعتقاد، الکوکبۃ الشہابیہ، انباء المصطفیٰ، تجلی الیقین وغیرہ---اور اعمال صالحہ کے احیاء کیلئے فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں آپ کی مجددانہ بصیرت پر شاہد عادل ہیں:

☆ غرض کہ یہ وہ امام علم وفن تھے کہ جو "علمناہ من لدنا علما" کی تعبیر،---"انما یخشی اللہ من عبادہ العلموء" کی تفسیر---اور "والراسخون فی العلم" کی مکمل تصویر تھے---

☆ جس نے اپنی علمی وفقہی بصیرت سے بے شمار پیچیدہ مسائل پر مستند فتوے ارشاد فرمائے---

☆ جس نے عرب وعجم تک علم وحکمت کی قندیلیں روشن کردیں،---

☆ جسے عرب وعجم کے علماء کرام نے خراج عقیدت پیش کیا،---

☆ جو "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے حقیقی مصداق تھے،---

بلاشبہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار وہبی اور کسبی خصوصیات سے نوازا تھا---آپ علوم دینیہ اور جدیدہ اور قدیمہ کے عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ شعروسخن کا بھی اعلیٰ ذوق وشوق رکھتے تھے۔ لیکن آپ کا ذوق سلیم حمد وثناء اور نعت ومنقبت کے علاوہ کسی اور صنعت سخن کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ آپ کے اس شعروسخن کے کلام میں بھی وہی عالمانہ وقار ہے۔ وہی قرآن وحدیث کی ترجمانی ہے، وہی سوز ساز اور کیف کم کا سامان ہے۔ آپ فن شعری میں کمال رکھتے ہیں---اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سرتاپا جذبۂ عشق رسول ﷺ سے سرشار رہتے تھے۔ آپ نے جس والہانہ عقیدت اور جذبۂ عشق ومحبت میں ڈوب کر نعتیں کہی ہیں، انکا

ایک ایک لفظ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سامع کے دل میں اترتا چلا جاتا ہے--- آپ کے مشہور زمانہ سلام کی گونج پورے عالم اسلام میں اور بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے گوشہ گوشہ میں ہمہ وقت سنی جاسکتی ہیں۔ وہ مشہورِ زمانہ سلام یہ ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام!

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (عربی، فارسی، اردو اور ہندی) تینوں زبانوں میں شعر گوئی میں دسترس رکھتے تھے۔ اسکی سب سے بڑی مثال وہ مشہور زمانہ نعت ہے جس میں آپ نے کمالِ مہارت، برجستگی کلام اور قوت تحریر کا مظاہرہ کرتے ہوئے نعت کے ہر شعر میں چار مختلف زبانوں (عربی، فارسی، ہندی اور اردو) کا بڑے خوب صورت اور دل نشین انداز میں استعمال کیا۔ اس عظیم شاہکار نعت کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں---!

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
البحر علیٰ والموج طغیٰ من بے کس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا!

جلیل القدر مجدد:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل اس امت کیلئے ہو سو سال کے سرے (ابتداء اختتام) پر ایک آدمی بھیجے گا جو اس کیلئے اس کے دین کے تجدید کرے گا---

(بہ حوالہ: سنن ابوداؤد مشکوٰۃ شریف)

مجدد کی سب سے بڑی علامت ونشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ گزشتہ صدی کے آخر میں اس کی پیدائش اور شہرت ہو چکی ہو اور موجودہ صدی میں بھی وہ مرکز علوم وفنون سمجھا جاتا ہو، یعنی علمائے کرام کے نزدیک اس کے احیاء سنت و ازالہ بدعت اور دیگر خدمات دینیہ کا خوب چرچا اور شہرت ہو--- الحمدللہ! علماء کی بیان کردہ علامات کے سو فیصد مصداق۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ ہیں۔ جن کو حدیث نبوی ﷺ کے مطابق عرب و عجم کے ممتاز علماء کرام اور مشائخ عظام نے (چودھویں صدی کے) مجدد کے عظیم لقب سے پکارا ہے---

علمائے اسلام کے بیان کردہ فرمودۂ اصول کے مطابق اگر اہل حق چودھویں صدی کے فضائے اسلام پر نگاہ ڈالیں تو انہیں مجددیت کا ایک درخشاں آفتاب اپنی نورانی شعاعوں سے بدعت وضلالت اور کفر وشک کی تاریک و دبیز تہوں کو چیرتا ہوا نظر آئے گا۔ جس کی بے مثال تابانی سے ایک عالم چمک دمک رہا ہے اور وہ فخر روزگار مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام الشاہ احمد رضا خاں بریلوی، حنفی قادری ہیں---

اس لئے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ میں ہوئی، اور آپ کا وصال ۲۵ ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ میں ہوا--- یوں آپ نے تیرہویں صدی کا ستائیس سال، دو مہینے اور بیس دن پائے۔ جس میں آپ کے علوم وفنون درس و تدریس، تالیف وتصنیف، افتاء اور وعظ وتقریر کا شہرہ ہندوستان سے عرب وعجم تک پہنچا، اور چودھویں صدی کا چالیس سال ایک مہینہ اور پچیس دن پائے۔ جس میں حمایت دین، نکایت مفسدین، احقاق حق و ازہاق باطل، اعانت سنت اور اماتت بدعت کے فرائض منصبی کو کچھ ایسی خوبی اور کمال کے ساتھ آپ نے سرانجام دیا

کہ جو آپ کے جلیل القدر مجدد ہونے پر شاہد عدل ہیں---

(سوانح امام احمد رضا)

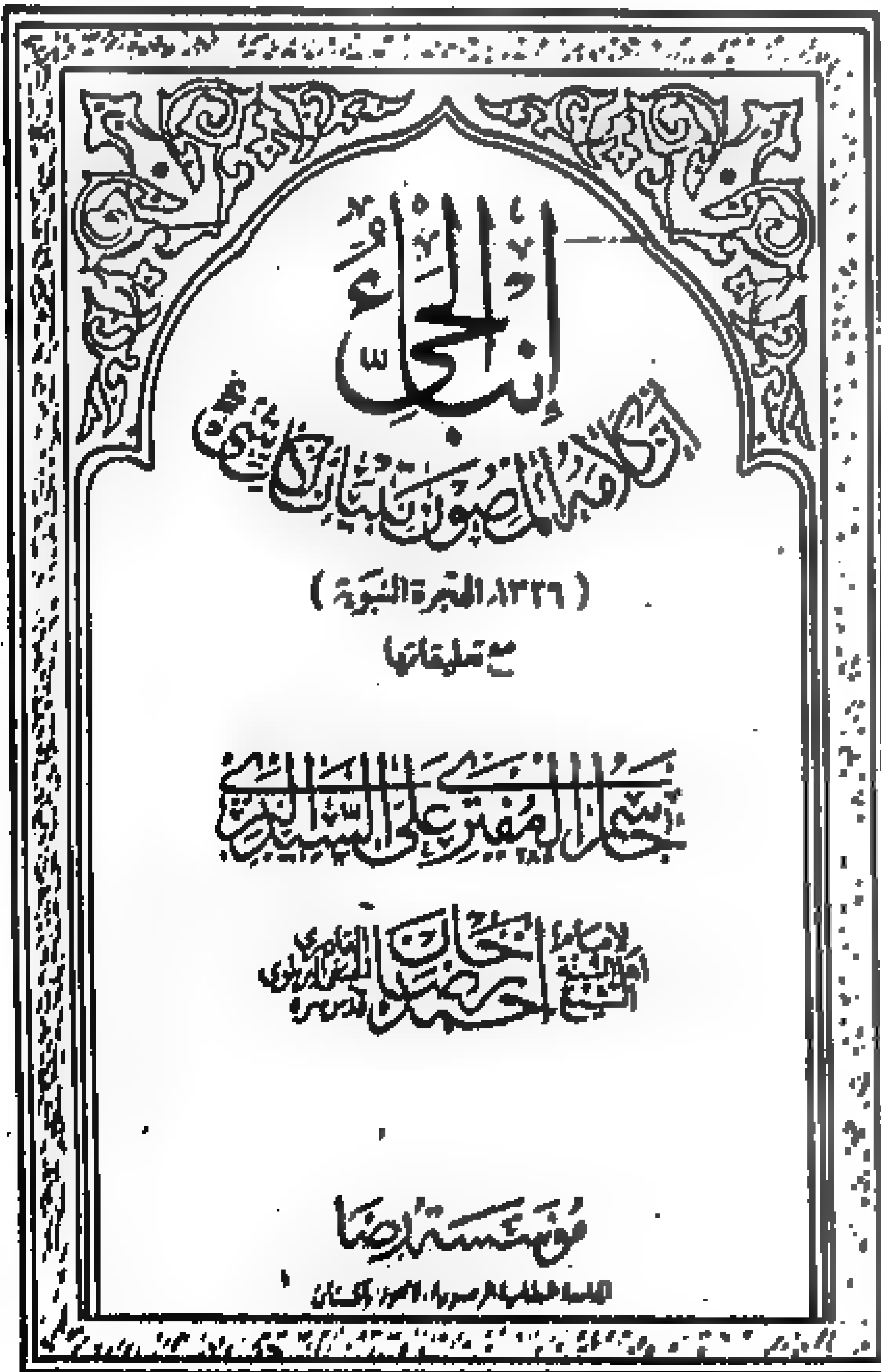
وصال مبارک:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل مدت تک تشنگان علم و معرفت کو اپنے کمالات ظاہری و باطنی سے مستفید کر کے اور عالم اسلام میں روحانیت، تقرب الٰہی، علم وحکمت اور عشق رسول ﷺ کا عالمگیر ذوق پیدا کر کے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ ہجری ، بہ روز جمعۃ المبارک ، دو بج کر اڑتیس (۳۸-۲) منٹ پر آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا---ادھر مؤذن نے حی علی الفلاح کی صدا بلند کی ادھر آپ نے جان، جان آفرین کے سپرد کر دی---

''سوانح امام احمد رضا'' کے مطابق جس وقت آپ کا وصال ہوا، اسی وقت بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور آثار سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی کے انتظار میں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کس کا انتظار ہے؟ آپ نے فرمایا! ''احمد رضا کا انتظار ہے'' انہوں نے پھر عرض کی، یا رسول اللہ! یہ احمد رضا کون ہیں؟ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا! ''ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں''۔ چنانچہ بیدار ہونے کے بعد اس شامی بزرگ نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے بڑے جلیل القدر عالم دین ہیں اور اب تک بہ قید حیات ہیں۔ تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے، جب بریلی شریف پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول امام احمد رضا سے ملاقات کرنے تشریف لائے ہیں وہ تو ۲۵ صفر المظفر کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف روانہ ہو گئے ہیں---

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے نقش قدم پر چلنے کی اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطاء رمائے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے فیض یاب فرمائے---(آمین ثم آمین)





اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کا علمی نظم و مقام

*مولانا عبدالماجد عباسی قادری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے جس دین کو پسند کیا وہ دین اسلام ہے اور اسلام انسانی معاشرے کو ہر سمت و جہت سے پرامن، خوشحال اور جنت نظیر بنا دینے کی ضمانت دیتا ہے۔ اسی لئے اسلامی قوانین کا مقصد زندگی میں جو انسان کی عمرانی زندگی ہے افراد کو خوف و غم سے محفوظ و مامون زندگی مہیا کرنا ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ یہ مقصد انسانی زندگی کے تمام مادی و روحانی اور ظاہری و باطنی تقاضوں اور ضروریات کو پورا کئے بغیر تکمیل آشنا نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم نے انسانی زندگی کے بنیادی تقاضوں اور زندگی کی ایک بہت بڑی تلخ حقیقت کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ وَّلَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ۔ (البقرہ)

''تم سے بعض بعض سے دشمنی رکھیں گے اور تمہارے لئے زمین میں ایک مدت تک ایک مستقر ہے اور ایک متاع''

یہاں حیات انسانی کی بقاء ارتقاء اور دوام کا انحصار دو چیزوں پر قرار دیا گیا ہے۔ (۱) متاع (۲) مستقر

متاع کی اصطلاح انسانی زندگی کی جملہ ضروریات، معاشی امور اور ان کے تمام ذرائع کو محیط ہے۔ جبکہ مستقر کی اصطلاح انسانی زندگی کی سکونت و استحکام کی تمام صورتوں اور اسباب کو محیط ہے۔ اگر ان ہر دو اصطلاحات کے اعماق معنی کا بنظرِ غائر ادراک کر لیا جائے تو امر واقع یہ ہے کہ ان دو عنوانات کے تحت انسانی زندگی کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی تمام تقاضے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ قرآن کا مدعا یہ ہے کہ زندگی کے یہی لوازمات اور مفادات ہیں جو مختلف افراد کے مابین عداوت کا سبب بنتے ہیں اور ان کی وجہ سے انسانی زندگی خوف و غم سے دوچار ہوتی ہے اور قرآن کی آیت مبارکہ:

تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ

کے مطابق پھر ان موجبات خوف و غم سے نجات کا راستہ بھی بتا دیا کہ:

فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى فَمَنۡ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (البقرہ)

''پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو کوئی میری عطا کردہ ہدایت کی پیروی کرے گا وہ ہر قسم کے خوف و غم سے نجات پائے گا''

اس نص قرآنی سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ وحی الٰہی یا قانون شریعت کا مدعا بنی نوع انسان کو ہمیشہ کے لئے خوف و غم سے محفوظ زندگی مہیا کرنا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مختلف ذرائع

*(صدر بزم امجدی رضوی، دارالعلوم امجدیہ رضویہ کراچی) (بشکریہ "رفیق علم" سالانہ مجلہ ۲۰۰۲ء)

اور وسائل کا اپنانا ہر دور میں عین متقضائے شریعت ہی قرار پائے گا

کسی بھی مہذب معاشرے کے قیام، بقا، اس کے استحکام اور ارتقاء

کی تین شرائط ہیں۔

(۱) انسانی شخصیت کی نشو ونما

(۲) ملت عمرانی کی تکمیل

(۳) ماحول کی تسخیر

دراصل ایک مثالی ثقافت میں ثقافت کی تمام سطحوں کی خوبیاں جمع ہوتی ہیں۔ اور اسے ثقافت کی جامعیت کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور اسلامی ثقافت ہی ایک مثالی ثقافت ہے جو ایک مہذب معاشرے کے وجود کا سبب ہے۔

اسلامی معاشرے میں اس مثالی اسلامی ثقافت کو عالمِ واقعہ میں ثابت کرنے کی خاطر علماء وفضلا اور محققین اس ثقافت کی علمی وفکری بنیادوں کو استواری اور فکری جسد سازی کے لئے کارزار علم وتحقیق میں جو تگ وتاز کرتے ہیں اس کی بھی تین جہتیں ہیں۔

(۱) فلسفیانہ پہلو،

(۲) انضباطی پہلو،

(۳) انتقادی پہلو

فلسفیانہ پہلو کا موضوع یہ تین سوالات ہیں:

(۱) علم کی ماہیت اصل کیا ہے؟

(۲) علم کیونکر ممکن ہے؟

(۳) علم کا اعلیٰ ترین نصب العین کیا ہے۔؟

پھر ہم دیکھتے ہیں تو شریعت مطہرہ تین بنیادی شعبوں پر منقسم ہے۔

(۱) علم العقائد (۲) علم الاحکام (۳) علم الاخلاص والاحسان

جب امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ عقائد باطلہ کا رد و ابطال اور عقائد صحیحہ کا ادراک کرتے کرتے باقاعدہ فن کی حیثیت اختیار کر گیا تو اسے علم الکلام کہنے لگے اور جب یہ ایک مکتب فکر بن جاتا ہے تو اسے مسلک سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب اعمال واحکام کا علم جزئیات وتفصیلات کی بحث وتحقیق کے مرحلے پر آ کر ایک باقاعدہ فن بن جاتا ہے تو اسے علم الاحکام یا علم الفقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب وہ ایک مکتب فکر **School of Thought** کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اسے فقہی مذہب کہا جاتا ہے۔ اور اسی طرح جب ''علم الاخلاص والاحسان'' احوال روحانی کی اصلاح اور اس کی تفصیلات سے بحث کرتے کرتے ایک مستقل فن بن جاتا ہے۔ تو اسے علم التصوف کا نام دیا جاتا ہے اور جب اس سے مکاتب فکر ابھرتے ہیں تو اسے سلاسل اور طرق کا نام دیا جاتا ہے۔

اور یہاں پر یہ نکتہ قابل توجہ رہے کہ کوئی مسلک ہو فقہی مذہب ہو یا طریقت وسلسلہ سب ہی ایک ہی دین کی خدمت کرتے ہیں۔

فرق صرف یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ظاہری صورت میں تشریف فرما تھی تو آپ کی ذات میں سب کچھ جمع تھا۔ لیکن جب نبوت کا فریضہ تبلیغ وارشادِ دین، امتِ وسط ہونے کے ناطے امت مسلمہ کے کاندھوں پر آن پڑا تو امت میں سرکار دو جہاں ﷺ جیسی جامع شخصیت کوئی نہ تھی اور نہ ہی ہو سکتی ہے اس لئے ان اقدار اور شعبوں کو تقسیم کر دیا گیا۔ کسی کے ذمہ عقائد کی قدروں کا تحفظ ہوا۔ کسی کے سپرد فقہ واحکام کی اقدار کا تحفظ ہوا۔ کسی کے سپرد فقہ واحکام کی اقدار کا تحفظ ہوا اور کوئی اخلاص واحسان کی قدروں کے قیام وفروغ کا ذمہ دار ٹھہرا۔ چنانچہ اپنے اپنے کام کی نسبت سے پہلا طبقہ علماء متکلمین کہلایا اور دوسرا طبقہ فقہا اور تیسرا طبقہ صوفیا کے نام سے معروف ہوا۔

بعض مفکرین نے مختلف جہتوں سے امت کی بہتری کی سعی کرنے والوں کو ان کے درجات کے حوالے سے پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

- طبقہ اولیٰ مصلحین کہلاتا ہے
- دوسرا حکما کہلاتا ہے
- تیسرا مجتہدین کہلاتا ہے۔
- چوتھا مجددین کہلاتا ہے
- پانچواں فہمین کہلاتا ہے۔

اور اگر ان پانچ طبقات کو وسیع تر تناظر میں دیکھیں تو اصولاً یہ تین طبقات ہیں:

(۱) مصلحین (۲) مجتہدین (۳) مجددین

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بالعموم یہ کیفیت نظر آتی ہے کہ تمام مصلحین اور شعبے کسی ایک شخصیت میں بہت کم یکجا نظر آتے ہیں۔ لیکن جب ہم برصغیر پاک و ہند کے دور آخر کے حالات کے تناظر میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات پر نظر ڈالتے ہیں تو خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت میں بیک وقت شان مصلحیت و مجددیت اور مجتہدیت نظر آتی ہے۔ جس طرح یہ تینوں شعبے ان کی ذات میں جمع ہیں اس طرح یہ تینوں شعبے بھی ان کے کام میں جمع ہیں۔ جب آپ کی خدمات کا عقائد اور مسلک کے باب میں جائزہ لیا جاتا ہے تو آپ مجدد نظر آتے ہیں فقہی خدمات کے اعتبار سے دیکھیں تو مجتہد نظر آتے ہیں اور طریقت و تصوف کے پہلو سے دیکھیں تو مصلح نظر آتے ہیں۔

آپ کی شخصیت کی ہر جہت ایک مستقل موضوع سخن ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ طریقت میں کس طرح مصلح تھے؟ طریقت میں کیا خرابیاں در آئی تھیں اور ترکِ شریعت کا رجحان کتنا غالب ہوگیا تھا؟ شریعت سے طریقت کو کس طرح ہٹایا جا رہا تھا؟ ہندو معاشرے کے اثرات کے پیش نظر آپ نے کیا کردار انجام دیا؟ یہ ایک مستقل مطالعہ طلب موضوع ہے۔ اس طرح عقائد کے باب میں کیا کیا خرابیاں در آئی تھیں توحید اور شرک کے نام پر اہانتِ رسالت مآب ﷺ کا سیلاب کس طرح امنڈ رہا تھا؟ امت مسلمہ کے خرمن ایمان کو جلا کر راکھ کر دینے کیلئے کیا کیا سازشیں ہو رہی تھیں؟ آپ نے اس سیلاب اہانت کے آگے کس طرح ادب و محبت کا بند باندھا؟ اس کا رخ موڑ کر کس طرح امتِ مسلمہ کے خرمنِ عقائد کے تحفظ کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم کیں؟ یہ سب اپنی جگہ تاریخی تحقیق کا موضوع ہے۔ یہاں آپ کا کام مجددانہ نظر آتا ہے آپ کی شخصیت کی جامعیت اور وسعت اور گہرائی تقاضا کرتی ہے کہ آپ کے علمی و فکری کارناموں کے کسی ایک جز کو لے کر اسے سمجھنے کا حق ادا کیا جائے۔ جب فقہی مذہب میں آپ کی خدمات جلیلہ ایک مجتہد کے رنگ میں دیکھتے ہیں تو کئی انفرادیتیں اور امتیازات نظر آتے ہیں اور یہ امتیازات و تشخصات آپ کی علمی و فکری اور مجتہدانہ قد و قامت کو اتنا بلند کر دیتے ہیں کہ آپ کے عہد کے ہزار اہل علم آپ کے مقابلے میں پست قامت نظر آتے ہیں۔ آپ کی فقہی شخصیت میں جو انفرادی خصوصیات نمایاں ہیں ان میں چند نکات قابل توجہ ہیں۔ جو آپ کے علمی نظم و ضبط کی ایک مثال ہے۔

(۱) آپ کے فکر و نظر میں بہت عُمق اور دقت ہے۔

(۲) آپ کے مطالعے میں کمال درجے کی وسعت اور ہمہ گیریت ہے

(۳) آپ کے فہم میں اعلیٰ درجہ کی صحت و قطعیت ہے۔

(۴) آپ کے دلائل میں بے پناہ قوت ہے۔

(۵) آپ کے اخذِ نتائج میں بڑی پختگی اور مہارت ہے۔

(۶) آپ کی رائے میں نہایت ثقاہت وصلابت ہے۔

(۷) آپ کے علم و بیان میں کمال درجہ نظم وضبط ہے۔

جب ہم اعلیٰ حضرت کے فقہی کارناموں کی مجتہدانہ تحقیقات پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ اس ایک شخصیت میں درجنوں علوم کے سمندر سمائے ہوئے ہیں ساری زندگی پڑھنے پڑھانے میں گزار دینا بے شمار علمی و تحقیقی کتابیں تصنیف کرنا اور علوم متداولہ عقلیہ نقلیہ و جدیدہ پر کمال کی حد تک عبور حاصل کر لینا آپ کے علم کے نظم وضبط کی غماز ہے۔ یہ کمال علم میں نظم و ضبط کے بغیر ممکن ہی نہیں اس لئے کہ علم، بغیر نظم کیلئے علم نہیں بنتا بلکہ ادراک رہتا ہے۔ علم کی تعریف ہی یہ ہے کہ جب ادراک منظم ہو جائے تو اسے علم کہتے ہیں۔

آپ کے علمی نظم میں پہلی صورت ہمیں جو نظر آتی ہے وہ آپ کا شرعی احکام کے اقسام و مدارج میں نظم پیدا کرنا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج تک اصول فقہ کی جتنی بھی کتابیں لکھی گئیں خواہ وہ توضیح وتلویح ہو یا کشف الاسرار، مسلم الثبوت ہو، المستصفی یا الاحکام ہو ان سب میں احکام شریعت کے مختلف مراتب درجات اور احکام کا ذکر ملتا ہے۔ شریعت کے حکم کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"الحکم ماثبت لخطاب الله المتعلق بافعال المتکلفین امابالطلب او بالتحییر اور بالوضع"

حکم سے مراد ایسے خطابِ الٰہی سے ثابت شدہ وہ قدر ہے جو مکلف افراد کے افعال سے متعلق ہو خواہ کسی طلب واقتضاء پر مبنی ہو یا تخییر واباحت پر خواہ وضع سے متعلق ہو۔ شریعت مطہرہ کے احکام کے بابت اصول فقہ میں فقہا اور اصولیین نے جو اقسام اور درجات بیان کئے ہیں ان میں ابتداءً امر اور نہی کی پانچ اقسام کا ذکر ملتا ہے۔

(۱) فرض
(۲) مستحب
(۳) مباح
(۴) حرام
(۵) مکروہ

بعد ازاں ان کو توسیع دی اور دو کا اور اضافہ کیا تو

(۱) فرض
(۲) واجب
(۳) مستحب
(۴) مباح
(۵) حرام
(۶) مکروہ تحریمی
(۷) مکروہ تنزیہی ہوئے۔

بعد ازاں اصولیین نے اس پر مزید محنت کی اور احکامِ شرعیہ کی روشنی میں ان اقسام کو توسیع دے کر سات کی جگہ نو اقسام بیان کیا:

(۱) فرض
(۲) واجب
(۳) سنت مؤکدہ
(۴) سنت غیر مؤکدہ
(۵) مستحب
(۶) مباح
(۷) حرام
(۸) مکروہ تحریمی

(۹) مکروہ تنزیہی

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے قبل کتب اصول میں ان اقسام کا تذکرہ ملتا ہے یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فعل اور ترک فعل کی دونوں سمتوں میں حکمیت و شریعت یکساں ہے تو اس کے درجات بھی یکساں ہونے چاہیے یعنی اگر طلب فعل میں بھی پانچ درجے ہوں تو طلب ترک میں بھی پانچ ہونے چاہیے اس سے کم نہیں۔ لیکن یہاں امر کے پانچ درجے نظر آتے ہیں اور نہی کے تین جبکہ مباح دونوں میں مشترک ہے۔ لیکن جب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتاویٰ رضویہ دیکھیں تو اس علمی نظم کی تکمیل نظر آتی ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اس اشکال کا دور کر دیا اور امر کے مدارج خمسہ کے مقابلے میں نہی کے بھی مدارج خمسہ بیان کئے اور اس طرح احکام شرعیہ کی درجہ بندی کا یہ سفر جو (۹) پر آ کر رک گیا تھا۔ اسے گیارہ بنا کر اس سفر کی تکمیل کا اعزاز حاصل کیا۔

احکام شریعت

امر	نہی
(۱) فرض	(۱) حرام
(۲) واجب	(۲) مکروہ تحریمی
(۳) سنت مؤکدہ	(۳) اساءت
(۴) سنت غیر مؤکدہ	(۴) خلاف اولیٰ
(۵) مستحب	(۵) مکروہ تنزیہی

مباح

(مشترک)

مدارج نہی میں آپ نے فرض کے مقابلے میں حرام، واجب کے مقابلے میں مکروہ تحریمی بیان فرمایا۔ جبکہ امر کے تیسرے درجے سنت مؤکدہ کے مقابلے میں اساءت کو بیان کیا۔

امر کے چوتھے درجے سنت غیر مؤکدہ کے مقابلے میں خلافِ اولیٰ کو قرار پایا۔ پانچویں درج میں مستحب کے مقابلے میں مکروہ تنزیہی اور آخر مباح جو کہ امر اور نہی دونوں میں مشترک ہے۔ مدارج نہی کی یہ مکمل تفصیل لکھنے کے بعد آپ نے یہ تحریر فرمایا کہ اس تحریر کو حفظ کر لیجئے اس لئے کہ ان سطور کے غیر میں کہیں اور نہ ملے گی۔ آپ کا یہ جملہ فرمانا آپ کے بے پناہ وثوق واعتماد پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ ایسی بات وہی شخص کر سکتا ہے جسے بالیقین معلوم ہو کہ اصول پر لکھی گئی ہزار ہا کتب میں یہ ترتیب موجود نہیں ہے۔

یہ ایک مثال اعلیٰ حضرت کے علمی نظم و مقام کی عمدہ نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ قصہ مختصر کہ اس طرح آپ کی ہر تحقیق کے اندر ایک ایسا عظیم الشان نظم و ضبط نظر آتا ہے کہ ایک سلیم الطبع صاحب علم و تحقیق بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فیوضات علمی سے اعلیٰ حضرت کو وہ حصہ وافر عطا فرمایا کہ آپ کا تفقہ فی الدین اہل علم وفکر کے لئے واقعتاً قابل رشک اور واجب التعظیم بن گیا۔

آخر میں اس دعا کے ساتھ اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کے فیوضات علمی کو تا قیامت جاری وساری رکھے، ہمیں ان کی عظمتِ علمی کو پہنچاننے، دنیا پر آشکار کرنے اور ان کے بے نظیر علمی ورثے کو محفوظ کر کے اطراف و اکناف عالم میں فروغ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

☆☆☆



■ الجمعة ٣ من ربيع الآخر ١٤٢٣هـ ■ ١٤ من يونيو ٢٠٠٢م

يومية تصدر أسبوعيا مؤقتا ■ السنة الثالثة ■ العدد (١٤٢) ■

الإنترنت :
E-mail: sout-alazhar@
islamway.net

٩

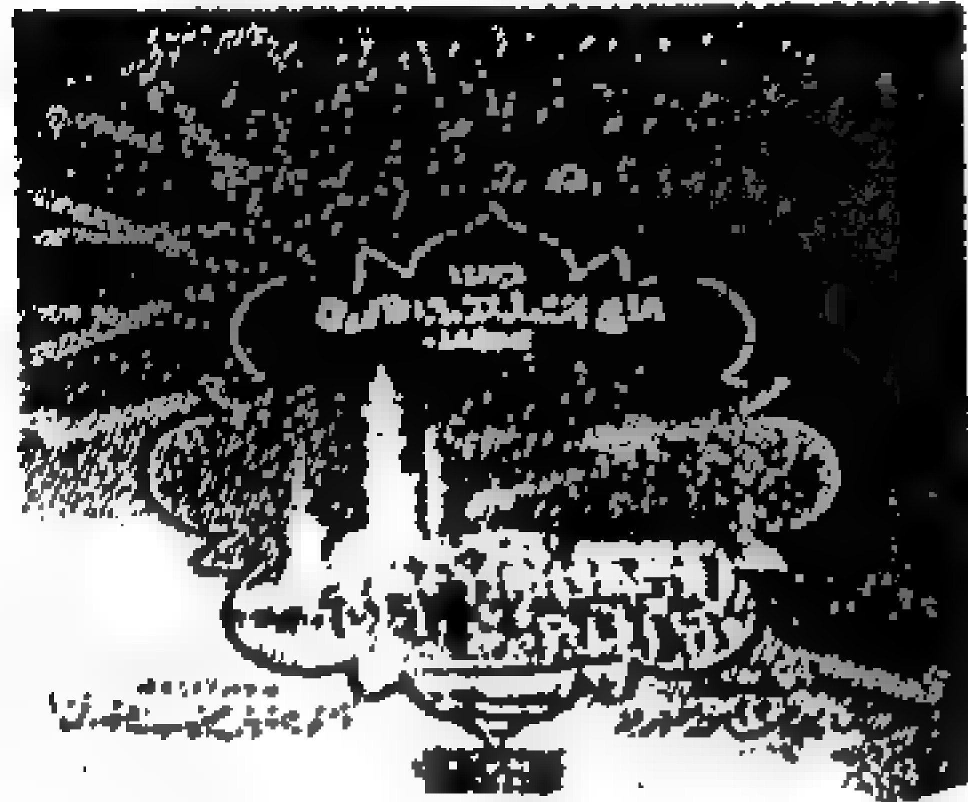
كاتب وكتاب

صفوة المديح

فى مدح النبى صلى الله عليه وسلم وآل البيت والصحابة والأولياء

كتاب من التراث الإسلامي هو لعلم من أعلام الإسلام فى القرن العشرين والداعية الإسلامي الذى أثرى التراث بمئات من الكتب والرسائل فى خمسة وخمسين علما، كما إنه شاعر مجيد نظم الشعر فى أربع لغات هى العربية والأردية والفارسية والهندية هو «محمد أحمد رضا خان القادرى» الهندى أشهر من نظموا المدائح النبوية فى اللغة الأردية الإسلامية، وهى لغة واسعة الانتشار إلى حد بعيد فى باكستان وبنجلاديش وأفغانستان والهند ودول الخليج العربى.

شاعرنا موفق يعبر عن إيمانه بلغة القرآن معتزا بكتاب الله متكئا إليه فى كل ما يدعو إليه ويورده.. أقدم على صنيع تكبو دونه الأقلام وتكل عنه الأفهام هو ترجمته لمعانى القرآن الكريم إلى اللغة الأردية.. يقع كتابه المنظوم بالأردية فى ألفين وثمانمائة وأربعين بيتا من الشعر العربى فى بحر المتقارب مع شرح المفردات اللغوية مع معنى كل بيت.. ويقول الشاعر فيه إن فؤاده يهوى إلى العرب، إنه يكثر فى مدحه للرسول صلى الله عليه وسلم وفى وصف شمائله وشفاعته وإسرائه ومعراجه، وإنه بالذات يريد ذكر شفاعته لأمته، وله فيه ما



يعرف عند المتصوفة بالمناجاة وهى أن يرفع الإنسان كف الضراعة إلى الرحمن أملا فى الغفران.. أما التصوف فى الكتاب فهو يخلو من كل شطح وشطط إنه التصوف الذي يستمد من كتاب الله المبين والحديث الشريف.. أما عن المنظومات التى بين دفتى الكتاب مثنويات وقصائد وغزليات ورباعيات وما يعرف بالفرد والقطعة ومن أشهر المنظومات فى صفوة المديح.. المنظومة السلامية فى مدح خير البرية يستمد عنوانها من قوله «عليه الصلاة عليه السلام» الذى يردده بعد كل بيت فيها.. إن لهذه المنظومة مكانة عظيمة فى النفوس فهى تتلى بعد الصلاة كل يوم جمعة وفى المنازل.

"نظریہ حرکت زمین اور امام احمد رضا"



*صاحبزادہ عتیق الرحمٰن شاہ بخاری

الحمدللمتوحد بجلالہ المتفرد

وصلوٰتہ دوماً علی خیرالانام محمد

زمین متحرک ہے یا نہیں-؟ یہ ایک ایسا دلچسپ سوال ہے کہ صدیوں سے فلاسفہ اور سائنسدانوں نے اس کے جواب میں اپنی اپنی آرا پیش کی ہیں تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو بطلیموس دیگر اکثر قدیم فلاسفہ اس کی حرکت کے قائل نہ تھے لیکن ۱۵۳۰ء میں معروف ہیئت دان کوپرنیکس (پ ۱۴۷۳ء پولینڈ) نے حرکت زمین "Motion of Earth" کا نظریہ پیش کیا جس کو جمہور سائنسدانوں نے قبول کرلیا اور یہی نظریہ جدید سائنس نے اپنا لیا ہے آج ہماری نصابی اور غیر نصابی کتابوں میں بھی رواج پاچکا ہے۔ ہم زیر بحث مضمون میں حرکت زمین "Motion of Earth" کے بارے میں اسلامی نکتۂ نظر "Islamic Point of View" کے پہلو کی وضاحت کریں گے۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ قرآن جس کے وسیع سینے میں رطب و یابس کے راز پنہاں ہیں آخر اس خدائی دستور العمل (قرآن) کا دریں مسئلہ میں کیا مؤقف ہے-؟ مذہبی اسکالرز اور دانشورانِ اسلام نے حرکت زمین کے بارے میں قرآن سے کیا سمجھا اور کیسے-؟

تحقیق بسیار کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ دانشورانِ اسلام نے اپنی اجتہادی بصیرت کی روشنی میں قرآن سے جو کچھ سمجھا ہے اس میں دو موقف ہمارے سامنے آئے ہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ زمین متحرک ہے اور جدید سائنس کا نظریہ درست ہے۔ جبکہ فریق ثانی زمین کو ساکن ثابت کرتے ہیں، راقم الحروف نے فریقین کے دلائل کا تقابلی جائزہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ فریق اول (قائلین حرکت زمین) کو فکری غلطی لاحق ہوئی ہے۔ جن میں:

.........استاذ محمد موسیٰ ماہر فلکیات،

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

.........پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری،

سرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن

.........ڈاکٹر ہلوک نور باقی، آف ترکی

.........حاجی غلام حسن صاحب

ریٹائرڈ ٹیکنیکل آفیسر، لاہور

راقم نے ماہر فلکیات استاذ محمد موسیٰ صاحب اور پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب کو خطوط بھی ارسال کئے کہ اپنے موقف پر

*(محسن آباد لورالائی بلوچستان)

نظر ثانی کر کے راقم کو آگاہ کریں کئی ماہ کے انتظار کے باوجود تا حال انکا کوئی جواب نہیں موصول ہو سکا۔

فریق ثانی میں سرفہرست اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں افغانی کی علمی شخصیت ہے جن کے دلائل انتہائی مضبوط اور طریق استدلال قوی محسوس ہوتا ہے۔

ہم اپنے تجزیہ اور تبصرہ کے ساتھ ساتھ دونوں فریقوں کے موقف کو پیش کرتے ہیں، فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

استاذ محمد موسیٰ صاحب

تعارف:

جو حضرات حرکت زمین کے قائل ہیں اور اس پر اسلامی نظریہ سے بحث کرتے ہیں ان میں استاذ محمد موسیٰ صاحب جو کہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث ہیں، ان کا نام سرفہرست ہے موصوف جدید و قدیم فلکیات پر عربی اور اردو میں سینکڑوں کتابیں لکھ چکے ہیں ان کی چند کتب وفاق المدارس کے نصاب میں بھی شامل ہیں۔

موصوف کی علمی وفکری جدوجہد کا انکار نہیں لیکن افسوس کہ زیر بحث مسئلہ میں ان سے بھی غلطی ہوگئی۔ راقم نے ان کو چھ ماہ قبل ایک رجسٹری کی تھی کہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیں اور بالخصوص امام احمد رضا کے نظریات و دلائل کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کے بعد لاہور ان کو ملنے بھی گیا مگر ان سے ملاقات نہیں کرنے دی گئی۔

موصوف لکھتے ہیں:

''قرآن شریف خدائے عالم الغیب کی کتاب ہے لہذا اس کے اصول اور طرز کی سائنس کے صحیح اور یقینی انکشافات ''تخمینی اور غیر یقینی انکشافات'' سے یگانگت اور ہم آہنگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے معجز کلام، جامع عبارات میں کئی سائنسی حقائق کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الم نجعل الارض مهادا

کیا ہم نے زمین کو جھولا نہیں بنایا۔؟ ممکن ہے کہ اس آیت میں زمین کی سالانہ گردش حول الشمس کی طرف اشارہ ہو۔ ناظرین نے ایام عید یا تفریحی میلوں میں وہ جھولا ملاحظہ کیا ہوگا جس میں بچے بیٹھ کر ایک دائرے میں اوپر نیچے چکر کھاتے رہتے ہیں جھولے کی یہ گردش بعینہٖ آفتاب کے گرد زمین کی گردش کا نمونہ ہے۔ (فلکیات جدیدہ ص ۱۵۰/ ج ۱)

راقم کے سامنے موصوف کی مذکور تالیف کا ساتواں ایڈیشن ہے ہم نے ۳۳ ویں باب سے مذکورہ عبارت لی ہے۔

تبصرہ:

پہلی بات تو یہ ہے کہ خود فاضل محقق نے آیت کا معنی:

''کیا ہم نے زمین کو جھولا نہیں بنایا''

کرتے ہوئے حاشیہ پر واضح طور پر لکھ دیا کہ:

''تفاسیر میں ''مہادا'' کے اور معنی بھی مذکور ہیں'' (ایضاً)

جنکی وضاحت آنے والے صفحات میں راقم کردے گا ان شاء اللہ۔

دوم یہ کہ موصوف نے اپنی عبارت:

''ممکن ہے کہ اس آیت سے زمین کی سالانہ گردش حول الشمس کی طرف اشارہ ہو''

کے حسین جملے کی صورت میں اپنے استدلال کے ضعف کی طرف خود اشارہ کر دیا۔!

سوم فریق ثانی سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا افغانی نے آیت مذکورہ کو جو فاضلانہ تفسیر بیان فرمائی نصف صدی قبل ۱۹۲۰ء

میں اپنی وفات سے ایک سال قبل انہوں نے آیت مذکورہ جس کو استاذ موسیٰ صاحب نے بطور استدلال پیش کیا ہے سے، ملتی جلتی آیت کو لے کر اس سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ایسا علمی ازالہ فرمادیا کہ بڑے بڑے اسکالرز کے حیرت واستعجاب کا یہ عالم تھا کہ وہ انگشت بدنداں رہ گئے اسکا خلاصہ قارئین کی نذر کرتے ہیں:

☆ پورے قرآن میں دومقامات یعنی سورۂ طٰہٰ اور سورۂ زخرف میں:

"الذی جعل لکم الارض مهادا"

پایا جاتا ہے اس کے بعد "مہادا" کی قراءت کے بارے میں تحریر فرمایا کہ دونوں جگہ صرف اہل کوفہ (امام عاصم وغیرہ) نے "مھداً" پڑھا جبکہ باقی تمام آئمہ قرأت بزیادتی الف "مھاداً" کے قائل ہیں۔

☆ بعدازاں لفظ "مھاد" کے معانی کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ دونوں صورتوں کہ دونوں میں معنیٰ "بچھونا" ہوگا جیسے فرش فراش اس طرح مھد مھاد۔ ان علمی نکات کے بعد امام احمد رضا نے اپنے معنیٰ ومفہوم کی قوت کو ثابت کرتے ہوئے اسلاف مفسرین کی آراء ضبط تحریر میں لاتے ہوئے فرمایا۔

☆ جہاں تک اسلاف مفسرین کی رائے ہے تو سید المفسرین سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دونوں جگہ "فراشا" (بچھونا) سے تفسیر فرمائی ہے۔

☆ صاحب تفسیر مدارک نے سورۂ طٰہٰ میں "الفرش" اور زخرف میں موضع قرار کہا۔

☆ معالم شریف میں فرشا اور فراشا سے تفسیر کی گئی۔

☆ جلالین نے فراشا

☆ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اور

☆ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے فرش اور بساط سے ترجمہ کیا ہے۔

☆ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا زمین کو مھد اس وقت کہا جائے گا جب یہ بالکل ساکن ہو۔

☆ تفسیر خازن نے بھی امام رازی سے ملتا جلتا مفہوم پیش کرتے ہوئے زمین کے سکون کو صراحت کی ہے۔

☆ خطیب شربینی و

☆ فتوحات الٰہیہ میں گردش زمین کی صراحۃً نفی کردی گئی ہے۔

☆ شاہ رفیع الدین اور

☆ شاہ عبدالقادر نے بھی "مھاداً" کا ترجمہ بچھونا کیا ہے۔

حاصل المرام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہاں تک تو امام احمد رضا نے بارہ اکابر مفسرین مترجمین کے نظریات کے تناظر میں ایسا موقف اختیار فرمایا جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ زمین ساکن ہے متحرک نہیں۔

استاذ موسیٰ پر علمی گرفت

یہاں تک تو ہماری بحث سے یہ ثابت ہوا کہ امام احمد رضا نے آیت مذکورہ "مھاداً" کا معنی استاذ موسیٰ کے برخلاف "بچھونا" کیا اور اس پر اکابرین کے آراء قلم بند کیں۔ لیکن استاذ موسیٰ صاحب نے "مھاداً" کا معنی "جھولا" کیا ہے۔ امام احمد رضا نے نصف صدی پہلے "جھولا" ترجمہ کرنے والوں پر علمی گرفت کرتے ہوئے لکھا:

"گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں۔ ظاہر ہے کہ زمین اگر بفرضِ باطل جنبش

بھی کرتی تو اس سے ساکنوں کو نیند آتی ہے نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے۔گہوارہ سے اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں، ہے تو بحیثیت آرام وراحت ہے،خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی نہ کہ ہلانا۔تو وجہ تشبیہ وہی نہ کہ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا ہے لطف یہ ہے کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ثابت کیا ہے'' (نزول آیات فرقان ص)

''مھادا'' پر امام احمد رضا کی یہ ایمان افروز تفسیر ہے جس میں انہوں نے ابتدأ تو ''مھادا'' قرآن میں جہاں جہاں آیا ہے ان مقامات کی نشاندہی کردی ہے قرأت کے لحاظ سے اس کی توضیح فرمائی بعدازاں ''مھادا'' سے کیا مراد ہے جھولا یا بچھونا؟ اوراس پر اسلاف مفسرین ومترجمین کے اقوال نقل فرمائے آخر میں استاذ موسیٰ صاحب نے جو معنی کیا ہے (یعنی جھولا) فرماتے ہیں اس میں وجہ تشبیہ حرکت نہیں بلکہ آرام ہے پھر اسپر انہوں نے دلائل پیش کیئے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تعارف:

پروفیسر موصوف ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے دینی علوم وفنون کے علاوہ جدید علوم پر بھی ان کو کافی دسترس حاصل ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے اسلامیات میں گولڈ میڈل حاصل کیا بعدازاں ایل ایل بی اورآخر میں اسی یونیورسٹی سے (Ph.D) کی ڈگری حاصل کی ۱۹۸۰ء سے ادارۂ منہاج القرآن کی بنیاد رکھی آج ملک و بیرون ممالک میں اس ادارے اور تحریک کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ملک بھر میں ماڈل اور پبلک سکولز اور کالجز کی صورت میں سماجی انقلاب لانے کے خواہش مند ہیں۔

اس عظیم دانشور کو بھی دریں مسئلہ فکری غلطی لاحق ہوئی ہے پروفیسر صاحب کا خیال ہے کہ گردش زمین کا نظریہ اسلامی نظریہ ہے۔

رابطہ:

راقم الحروف نے ان کو خط لکھا کہ وہ اپنے اس موقف پر نظر ثانی کریں مگر انہیں فرصت جواب کہاں-؟

موقف:

پروفیسر موصوف اپنے موقوف پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ''قرآن کا دوٹوک فیصلہ ہے کہ **کل فی فلک یسبحون** تمام سیارے اور ستارے اوراجرام فلکی اس فضاء کے اندر اپنے مخصوص مدار کے اندر گردش کررہے ہیں تو اگر **Study** کیا جائے تو وہ **"Conflict" , "Resolve"** ہو جاتا۔ قرآن وحدیث کے نام پر ہم نے تصور کرلیا کہ زمین گردش نہیں کرتی بلکہ زمین ساکن ہے یہ فلسفہ بھی یونانی فلسفہ ہے جسے ہمارے علماء نے بلاوجہ دینی تصور کرلیا تھا اور آج جبکہ سائنس **Established** ہوچکی ہے کہ زمین گردش کررہی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ساتھ **"Clash"** آیا تو اس فلسفے کو غلطی سے ہم نے اسلام کا نام دے رکھا ہے حالانکہ قرآن پر غور کریں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین ساکن نہیں ہے۔

(جدید مسائل اور انکا اسلامی حل ۲۷-۲۸)

تبصرہ:

کاش کہ ڈاکٹر صاحب امام احمد رضا کے موقف کا بغور مطالعہ فرماتے تو انہیں یقین آجاتا کہ قرآن فہمی کی بصیرت جو امام احمد رضا کے پاس تھی ڈاکٹر صاحب ابھی تک وہاں نہیں پہنچ سکے۔

سردست ہم پروفیسر صاحب کے مذکورہ استدلال کا ضعف ثابت کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کو اپنے

موقف پر نظر ثانی کی دعوت دیتے ہیں واضح رہے کہ:

(۱) کل فی فلک یسبحون ،قرآن کریم میں دو جگہ (الانبیاء۳۳،یٰسین۴۰) وارد ہوا ہے۔

(۲) دونوں جگہ سیاق میں شمس وقمر (سورج اور چاند) کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہ واضح قرینہ ہے کہ کل سے مراد شمس و قمر اوران کے توابع ہیں۔

(۳) اکثر اسلاف مفسرین نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے اور کل کے تحت زمین کا ذکر نہیں کیا۔مثلاً

- ....امام رازی ۶۰۶ھ
- ....علامہ زمخشری ۵۳۸ھ
- ....علامہ قرطبی ۶۷۱ھ
- ....علامہ بیضاوی ۷۹۱ھ
- ....ابوطاہر فیروز آبادی ۸۱۷ھ
- ....علامہ اسماعیل حقی ۱۱۳۷ھ
- ....قاضی ثناءاللہ ۱۲۲۵ھ
- ....علامہ شوکانی ۱۲۵۰ھ

(۴) بالفرض ''کل'' کو عموم پر لے جائیں تب بھی ''ان اللہ یمسک السموٰت والارض'' کی روشنی میں زمین وآسمان اس حکم سے مستثنیٰ قرار پائیں گے۔

حاجی غلام حسن صاحب

ریٹائرڈ ٹیکنیکل آفیسر، لاہور

تعارف:

فریق اول میں تیسرا نام حاجی غلام حسین صاحب کا آتا ہے جو کہ ریٹائرڈ ٹیکنیکل آفیسر (انجینئر) ایل ڈی اے ہیں۔ موصوف ۱۸۹۴ء کو انڈیاء میں پیدا ہوئے انہوں نے بھی زیر بحث مسئلہ میں پرانے خیالات کا اظہار کیا ہے موصوف نے ۹ رسال کے طویل عرصہ میں انتہائی جانفشانی اور عرق ریزمحنت کے بعد اپنی تصنیف "The Quran and universe" ''قرآن اور کائنات'' مکمل کی اس کے شروع میں حاجی صاحب کا چیلنج ان الفاظ میں موجود ہے کہ:

"The author claims that no one in the world has been able to produce the mentioned discoveries during The current or past centuries.

معروف اسکالر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب اس کتاب کا تعارف لکھتے ہوئے ایک مقام پر رقم طراز ہیں کہ:

''اس کی صحت کے بارے میں فیصلہ کرنا سائنسدان حضرات کا کام ہے دینی نکتہ نظر سے بھی اس کی صحت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا یہ ہمارے دائرہ علم سے باہر ہے (ص ۱۳)۔ اس کتاب کو ستمبر ۱۹۹۳ء میں پہلی بار جنگ پبلشرز لاہور نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اس وقت ہمارے سامنے اس کا پہلا ایڈیشن ہے۔ہم اس میں سے فاضل مصنف کی ایک عبارت کا اقتباس پیش کریں گے اور اس پر فریق ثانی کی سائنسی گرفت کا اقتباس بھی سامنے لائیں گے جو کہ انتہائی دلچسپی کا باعث ہوگا اور قارئین کو فریق ثانی کے موقف کی اہمیت کا اندازہ لگانے میں دشواری نہیں پیش آئے گی۔ بعدازاں ہم مصنف

کے اسلامی دلائل اور ان کا قدرے تجزیہ کریں گے

وباللہ التوفیق"

موقف اور دلائل:

ص:۸۱ پر فاضل مصنف لکھتے ہیں:

سورج کی کشش ثقل کا برقرار رہنا جس کی وجہ سے زمین سورج کے گرد نو کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلے پر گردش کرتی ہے اگر سورج کی کشش ثقل "Gravitational Force" بڑھ جائے یا کم ہو جائے تو سورج کے گرد زمین کے مدار "orbit or path" میں فرق پڑ جاتا جس سے زمین پر موجودہ طبعی حالات برقرار نہ رہتے بلکہ سورج کشش ثقل بڑھ جانے سے زمین سورج کے نزدیک ہوتی جاتی اور آخر کار تباہ ہو جاتی۔ اگر کشش ثقل کم ہوتی جاتی تو زمین اپنے موجود راستہ "Path" پر نہ رہتی بلکہ مدار "orbit" لمبا ہوتا جاتا جس کی وجہ سے زمین سورج سے دور ہوتی چلی جاتی آخر کار برف کا گولہ بن جاتی اور بے وزنی کی کیفیت اختیار کر لیتی کیونکہ موجودہ گردش کی رفتا جو کہ تقریباً ۱۸.۵ رفیل فی سیکنڈ ہے۔ کشش ثقل کی گرفت میں نہ رہتی یعنی آزاد رفتار "Escapa velocity" میں تبدیل ہو جاتی لہٰذا اب وہ کون سی طاقت ہے جو سورج کی کشش کو برقرار رکھے ہوئے ہے نہ کشش کم ہوتی ہے نہ زیادہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں ہے کروڑ ہا سال سے زمین کا سورج کے گرد مدار "orbit" ایک ہی مقررہ راستے پر چلا جا رہا ہے باوجود یکہ سورج کے جلنے سے اس کے حجم "volume" یا کثافت "Density" میں کوئی فرق نہیں پڑا اسی طرح زمین کی کشش ثقل ہمیشہ سے برقرار ہے نہ کم ہوئی نہ زیادہ اگر کمی بیشی ہوتی تو اس کے گرد چکر لگانے والے چاند کا موجودہ مدار "orbit" برقرار نہ رہتا مگر چاند ہمیشہ سے زمین کی طرح ایک مقررہ راستے پر متعین ہے۔ (ص ۸۱-۸۲)

تبصرہ:

فاضل مصنف نے اپنی مذکورہ عبارت میں گردش زمین کے سائنسی پہلو کو واضح کرنے کیلئے سارا زور کشش ثقل "Gravitational Force" پر دیا ہے کیونکہ گردش زمین "Motion of Earth" کے نظریہ میں کشش ثقل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے یاد رہے کہ کشش ثقل کا نظریہ سر نیوٹن (۱۶۴۲-۱۷۲۷ء) نے پیش کیا اس کے علاوہ نیوٹن نے Physics کی ہر برانچ پر کام کیا ہے اور اپنے نظریات پیش کیئے۔

ادھر ہم نے فریق ثانی (جو کہ گردش زمین کے منکر ہیں) کے موقف کا جب مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ فریق ثانی سرے سے سورج اور زمین کی کشش ثقل سے انکاری ہیں۔ مطلقاً جاذبیت اور کشش کا انکار نہیں کرتے بلکہ مقناطیس اور کہربا وغیرہ کی جاذبیت فریق ثانی کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ فریق ثانی نے محض ضد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر کشش ثقل کا انکار نہیں کیا بلکہ دلائل اور براہین کی اوٹ میں انہوں نے اپنا موقف اختیار کیا ہے۔

ان میں سے سرفہرست اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی قد آور شخصیت ہے جنہوں نے اپنی تصنیف "فوز مبین" میں دوسری فصل سورج اور زمین کی کششِ ثقل کے رد میں لکھی ہے انہوں نے ایک دو نہیں بلکہ پچاس ۵۰ دلائل سے اپنی موقف پر فاضلانہ بحث کی۔

ہم اعلیٰ حضرت کے ان پچاس دلائل سے صرف چھوتھی دلیل کا اقتباس پیش کرتے ہیں جس میں حاجی غلام حسن صاحب کے مقولہ "زمین سورج کے گرد نو کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلے پر

گردش کرتی ہے"۔ پر علمی گرفت پائی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رقمطراز ہیں:

"رد چہارم اقوال جاذبیت کے بطلان پر پہلا شاہد عدل آفتاب ہے اس کے مدار (orbit) میں جسے وہ مدار زمین سمجھے ہیں۔ ایک نقطہ مرکز زمین سے غایت بُعد پر ہے جسے ہم اوج کہتے ہیں اور دوسرا نہایت ہی قرب پر جسے حضیض (کہتے ہیں) ان کا مشاہدہ ہر سال ہوتا ہے۔ تقریباً سوم (یعنی ۳) جولائی کو آفتاب زمین سے اپنے کمالِ بُعد پر ہوتا ہے اور سوم (یعنی ۳) جنوری کو نہایت قرب پر یہ تفاوت اکیس لاکھ میل سے زائد ہے تفتیش جدیدہ میں (یعنی جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق) شمس کا بُعد اوسط نو کروڑ تیس لاکھ میل بتایا گیا (اس کے بعد امام احمد رضا اپنا ذاتی تجربہ لکھتے ہیں کہ) اور ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے ۴۵ رثانیے یعنی ۵۲۱۲ء ۰۱ ہے تو بُعدِ ابعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بُعدِ اقرب ۹۱۳۴۱۹۷۴ میل ہے اور تفاوت ۳۱۱۶۰۵۲ میل۔ اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے فوکرِ اسفل میں شمس ہے جیسا کہ ہیئات جدیدہ (جدید سائنس) کا زعم ہے تو اول ان کی سمجھ کے لائق یہی سوال ہے کہ زمین اتنے قوی عظیم شدید ممتد ہزار ہا سال کے متواتر جذب سے کھینچ کیوں نہ گئی۔۔؟

ہیئات جدیدہ میں آفتاب ۱۲ رلاکھ پینتیس ۳۵ رہزار ایک سو تیس زمینوں کے برابر ہے اور بعض نے ۱۰ رلاکھ بعض نے چودہ لاکھ دس ہزار لکھا ہے (سورج کے حجم میں اعلیٰ حضرت اپنے حساب کے بعد جدید سائنس سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

"اور ہم نے مقررات جدیدہ (یعنی جدید سائنس کے اصول کو مدنظر رکھ کر) اصل کروی حساب کیا تو (سورج) ۱۳ رلاکھ ۱۳ رہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر آیا۔

بہرحال وہ جرم کے اس کے بارہ لاکھ حصوں میں ایک کے برابر بھی نہیں اس کی کیا مقاومت کرسکتا ہے۔ تو گرد دورہ کرنا نہ تھا بلکہ پہلے ہی کھینچ کر اس میں مل جانا۔ کیا بارہ لاکھ اشخاص مل کر ایک کو کھینچیں۔ اور وہ دوری چاہے تو بارہ لاکھ سے کھینچ نہ سکے گا۔؟ بلکہ ان کے گرد گھومے گا۔ اور کامل علمی رد یہ ہے کہ کسی قوت کا قوی پڑ کر ضعیف ہو جانا محتاج علت ہے اگر چہ اسی قدر زوال علت قوت ہے جبکہ نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آ کر اکتیس لاکھ میل سے زیادہ دور بھاگ گئی حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہونا اور زمین وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا۔ نہ کہ نہایت قرب پر آ کر اس کی قوت سست پڑے اور زمین اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر اتنی ہی دور ہو جائے شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زیادہ ملتا ہے اور قوت تیز ہوتی ہے۔ جنوری سے جولائی بھوکا رہتا ہے کمزور پڑ جاتا ہے۔

دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوئی کہ نصف دورے میں یہ غالب رہتا ہے نصف میں وہ ----نہ کہ وہ جرم کہ زمین کے ۱۲ رلاکھ امثال سے بڑا ہے اسے کھینچ کر ۳۱ رلاکھ میل سے زیادہ قریب کرے اور عین شباب اثرِ جذب کے وقت سست پڑ جائے۔ ادھر ایک ادھر بارہ لاکھ سے زائد پر غلبہ د

مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف انقسام پائے۔

اس پر یہ مہمل عذر پیش ہوتا ہے کہ نقطہ حضیض پر نافریت بہت بڑھ جاتی ہے وہ زمین کو آفتاب کے نیچے سے چھڑا کر پھر دور لے جاتی ہے۔ اقول، یہ ہارے کا حیلہ محض بے سروپا ہے (یعنی اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یعنی امام احمد رضا جدید سائنس کے ماہرین کے مذکورہ جملے کو مہمل اور بے معنی قرار دیتے ہوئے اس پر کئی مواخذات کرتے ہیں فرماتے ہیں)

اولاً: جاذبیت (Attraction) و نافریت (Repulsion) کا گھٹنا بڑھنا متلازم ہے۔ نافریت اتنی ہی بڑھے گی جتنی جاذبیت اور بہر حال مساوی رہیں گی ۱۳۷۱۶ء ۱۳۷۱۶ء ۱۴ر یہاں اگر نافریت (Repulsion) بدرجۂ غایت ہے کہ چال سب سے زیادہ تیز ہے تو جاذبیت بھی بیحد کمال ہے کہ قرب شمس سب جگہ سے زائد ہے۔ نافریت جاذبیت سے چھینے تو جب، کہ اس پر غالب آئے برابر سے چھین لینے کا کیا معنی۔؟

ثانیاً، اگر مساوی قوت دوسری پر غالب آسکتی ہے تو یہاں خاص نافریت کیوں غالب آئی جاذبیت بھی تو مساوی تھی وہ کیوں نہ غالب ہوئی۔؟ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

ثالثاً، اگر نافریت ہی میں کوئی ایسا طرہ ہے کہ بحال مساوات وہی غالب آئے تو اسے مساوات تو روز ازل سے تھے اور نقطوں پر کیوں نہ غالب آئی اسی نقطے کی تعین کوں ہوئی۔؟

رابعاً، ہمیشہ اسیکا التزام کیوں ہوا۔؟

خامساً، مساوات تو تم و مغربی سائنس داں، بگھار رہے ہو ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ نقطہ اوج سے نقطہ حضیض تک برابر جاذبیت (Attraction) غالب آرہی ہے۔ قوت کا غلبہ اس کے اثر سے ظاہر ہوتا ہے جابیت قربت کرنا چاہتی ہے اور نافریت (Repulsion) دور پھینکنا۔ مگر وہاں سے یہاں تک برابر شمس سے قرب ہی بڑھتا جاتا ہے۔ نافریت اگر چہ بیچارے کو برابر کے درجے متواتر چال تیز کر رہی ہے لیکن اس کی ایک نہیں چلتی اور جاذبیت ہی کا اثر علی الاتصال غالب آرہا ہے۔ پھر کیا معنی کہ میں شباب غلبہ پر دفعتۃً مغلوب ہو جائے۔؟

سادساً، نافریت اگر بڑھی ہے تو خاص نقطہ حضیض پر یہاں تو اس نے زمین کو آفتاب سے بال بھر بھی نہ چھینا کہ غایت قریب پر ہی چھینے گی۔ آگے بڑھ کر اس نقطہ سے چل کر شمس سے بُعد بڑھتا جائے گا مگر اس نقطے سے سرکتے ہی نافریت بھی تیزی پر نہ رہے گی۔ ہر آن ضعیف ہوتی جائے گی کہ قدم قدم پر چال ست ہوگی۔ عجب کہ اپنی کمالِ قدرت پر تو نہ چھین سکی جب ضعیف پڑی (تو) چھین لی گئی۔

سابعاً، طرفہ یہ کہ جتنی ضعیف ہوتی جاتی ہے اتنی زیادہ چھین رہی ہے کہ جس قدر چال ست ہوتی ہے اتنا ہی بعد بڑھتا ہے یہاں تک کہ ہر کمال سستی کے ساتھ نہایت بُعد ہے (اس ساتویں مواخذے کے بعد امام احمد رضا اہل خرد کو جھنجھوڑتے ہوئے سوال کرتے ہیں) کیا عقل سلیم ان معکوس باتوں کو قبول کر سکتی ہے......؟ ہر گز نہیں (لیکن) عاجزی سب کچھ کراتی ہے۔

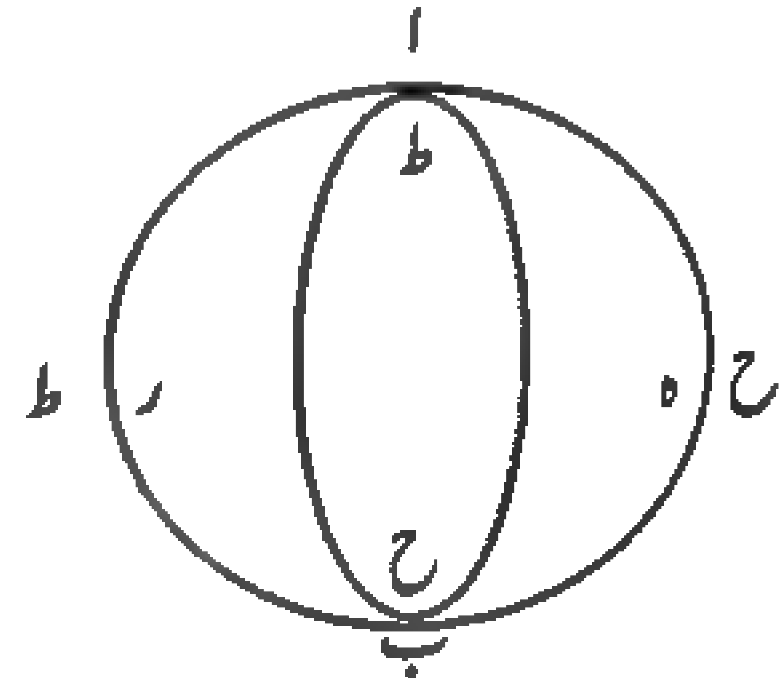
(امام احمد رضا نے کشش ثقل پر رد کرتے ہوئے ۵۰/ دلائل پیش کیئے جن کی یہ چوتھی دلیل ہے جس کو ہم قارئین کی دلچسپی کیلئے ذکر کر رہے ہیں امام احمد رضا اسی چوتھے رد کے ضمن میں سائنس کے ایک اور ضابطے کی گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں)

''اصول علم الھیاۃ نے (According to Scientific Rule) اس پر عذر گڑھا کہ مرکزِ شمس کے گرد جو دائرہ ہے اوج میں زمین کا راستہ اس

دائرے کے اندر ہو کر ہے۔ لہذا شمس کی طرف آتی ہے اور حضیض میں اس دائرے سے باہر ہے لہذا نکل جاتی ہے"

(سائنس دانوں کا یہ دعویٰ ذکر کرکے، امام احمد رضا نے تین قوی مواخذات کرتے ہوئے مختلف اشکال بھی بنائی ہیں اور پھر اس دعویٰ کو باطل قرار دیا۔ امام احمد رضا کا موقف:)

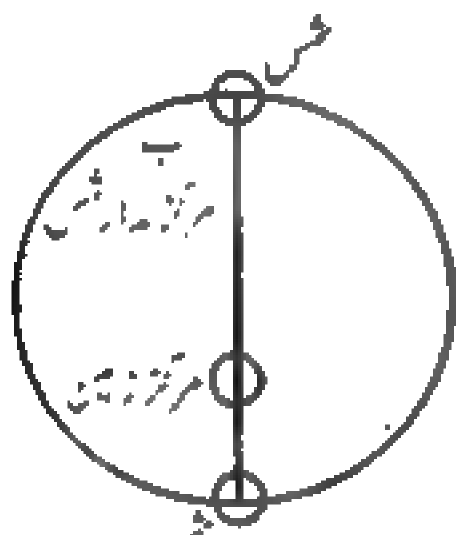
اقول اولاً کونسا دائرہ۔؟ یہاں ایک دائرہ معدل المسیر لیا جاتا ہے کہ مرکز شمس کے گرد نہیں مرکز بیضی کے گرد ہے اور دونوں نقطہ اوج وحضیض پر یکساں گذرا ہوا ہے اس شکل سے" ا ہ ر ب" مدار بیضی ہے مرکز "ط" ہے شمس اس کے نیچے "ح" پر "ب" حضیض مرکز پر بُعد ا ط یا "ط ب" سے کے مساوی ہیں دائرہ "ا ب ح ء" معدل المسیر ہے اور اگر یہ مراد کہ مرکز شمس پر اوج کی دوری سے دائرہ کھینچیں۔ ظاہر ہے کہ زمین اوج میں اس دائرے پر آئے گی۔



اور حضیض میں اس سے باہر ہوگی یعنی اس پر نہ ہوگی اس کے اندر ہوگی تو اس کے تعین کی کیا علت۔؟ کیوں نہ مرکز شمس پر حضیض کی دوری سے دائرہ کھینچے کہ زمین حضیض میں اس پر ہو اور اوج میں نہ اس پر نہ اندر حقیقۃً باہر معتبر وملحوظ۔ دائرہ معدل المسیر ہی کیوں نہیں لیا جاتا۔؟ تاکہ دونوں میں اس پر گزرے۔

ثانیاً، اس دائرے پر آنے کو شمس کی طرف لانے اور اس سے جدائی کو شمس سے لے جانے میں کیا دخل ہے۔ لاتا جذب ہے اور بحسب قرب ہے تو دور سے لانا اور قریب بھگانا الٹی منطق ہے۔ شاید نقطۂ اوج میں لاسا لگا ہے کہ طائر زمین کو پھانس لاتا ہے نقطۂ حضیض پر کھٹکا بندھا ہے کہ بھگا دیتا ہے۔

ثالثاً اس دائرے ہی میں کچھ وصف ہے تو زمین صرف حلول نقطہ اوج ہی کے وقت وہ ایک آن کیلئے اس پر ہوگی یہ آدھے سال آنا آدھے سال بھاگنا کیوں۔؟ غرضیہ کہ بنائے نہیں بنتی ظاہر (ثابت) ہوا کہ حیلے بہانے محض اسکولی لڑکوں کو بہلانے کیلئے مغالطے ہیں۔ جاذبیت و نافریت کے ہاتھوں ہرگز ر مدار بن نہیں سکتا بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب (Sun) اس کے گرد ایسے دائرے پر متحرک ہے جسکا مرکز مرکزِ عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے۔



اگر مرکز متحد ہوتا تو زمین سے آفتاب کا بُعد ہمیشہ یکساں رہتا مگر بوجہ خروج مرکز جب آفتاب نقطہ "ا" پر ہوگا مرکز زمین سے اس کا فصل "ا ح" ہوگا یعنی بقدر "اب" نصف قطر مدار شمس "ب ح" مابین المرکزین اور جب نقطہ "ء" پر ہوگا اس کا فصل "ح ء" ہوگا یعنی بقدر "ب ء" نصف قطر مدار شمس مابین المرکزین دونوں فصلوں میں دوچند مابین المرکزین فرق ہوگا یہ اصل کروی پر "ب ح" ہے لیکن وہ بعد اوسط پر لیا گیا ہے۔ "ہ" مرکز مدار شمس "ب" فوکز اعلیٰ "ح" فوکز اسفل جس پر زمین ہے اس میں شمس اس مابین المرکزین "ب ح" کو مابین الفوکزین جانتے ہیں اور مابین المرکزین "ہ ح" اس کا نصف کے بعد اوسط "اج" متصف مابین الفوکزین پر ہے تو بُعد اوسط نصف مابین الفوکزین۔ بُعد البعد، نصف مذکور بُعد اقرب، لاجرم شمس بقدر مابین الفوکزین وضعف

مابین المرکزین جدید فرق ہوگا اور یہی نقطے اس قرب وبُعد کیلئے خود ہی متعین رہیں گے کتنی صاف بات ہے جس میں نہ جاذبیت کا جھگڑا نہ نافریت کا بکھیڑا''

اب تک تو ہم نے حاجی صاحب کی ایک دلیل کے مقابلے میں فریق ثانی سے اعلیٰحضرت کے پچاس ۵۰ مواخذات میں سے ایک کا اقتباس پیش کیا جس کا تعلق سائنس سے ہے امام احمد رضا کی یہ عبارت ہماری سمجھ سے باہر ہے ماہرین فن عبارت مذکورہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سائنسی بصیرت کا اندازہ لگا کر اس پر تعمیری یا تنقیدی تجزیہ کر سکتے ہیں۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا علمی ورثہ اور ہر فن پر ان کی کاوشیں ماہرین کیلئے دعوت فکر ہیں۔ ہم نے قارئین کی دلچسپی کیلئے یہ اقتباس نقل کیا ہے تاکہ ریسرچ اسکالرز کی توجہ اس گمنام مسلمان سائنسدان کی طرف مبذول ہو جن کی مذکورہ عبارت سے محسوس کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے جدید سائنس کے نظریات کا مکمل مطالعہ کیا اور ان کے ضابطوں کو مدنظر رکھ کر ان سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے موقف کو واضح کر دیا سچ ہے کہ:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

لطف کی بات یہ ہے کہ ہم نے دیکھا امام احمد رضا نے سائنسی فارمولوں کے تناظر میں سائنسدانوں سے سورج سے زمین کے فاصلہ میں اختلاف کیا اس کے علاوہ انہوں نے سائنسدانوں سے سورج کے حجم میں بھی اختلاف کیا۔

ان اختلافات کے پیش نظر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ امام احمد رضا کو جدید علوم بالخصوص سائنس پر عبور حاصل تھا۔ ظاہر ہے کہ سائنسدان سے اختلاف ایک سائنسدان اور ماہر فن ہی کر سکتا ہے۔

حاجی صاحب کا اسلامی نقطۂ نظر

آیئے اب حاجی صاحب موصوف کے قرآنی دلائل "Islamic Arguments" کا جائزہ لیتے ہیں لطف کی بات یہ ہے کہ موصوف نے بلا تبصرہ وتشریح ''ص ۶۰'' پر ''سورج کے گرد زمین کا مدار بنانا'' کا عنوان دیکر صرف ۶ سورتوں کی آیات کا حوالہ (Ref.) دیا۔ ہم فاضل مصنف کی پیش کردہ آیات پر بعض نامور اسکالرز اور دینی رہنماؤں کا اردو ترجمہ پیش کریں گے جن سے قارئین کو اس نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کہ ان آیات میں کہیں بھی ''گردش زمین'' کا واضح ذکر نہیں پایا جاتا البتہ بعض آیات سے گردش آفتاب وقمر کا پتہ چلتا ہے۔ لیجئے موصوف کی پیش کردہ آیات اور ان کے اردو تراجم پر ایک نظر دوڑاتے ہیں:

سورۂ فرقان:

الذی لہ ملک السموات والارض ولم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کلّ شیٔ فقدرہٗ تقدیراo

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری (جسٹس):

''وہ جس کیلئے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی اور نہیں بنایا ہے اس نے کسی کو بیٹا اور نہیں اس کا کوئی شریک سلطنت ہیں اور اس نے پیدا فرمایا ہے ہر چیز کو پس اس نے مقرر کیا ہے ہر چیز کا ایک اندازہ''۔ (ضیاء القرآن)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب:

''وہ جو زمین اور آسمان کی بادشاہی کا مالک ہے، جس

نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی"
(تفہیم القرآن)

شیخ اشرفعلی تھانوی صاحب:

"ایسی ذات جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو (اپنی) اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اس نے (ممکنات میں سے) ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا اور پھر سب کا الگ اندازہ رکھا"

۲-سورۂ زمر ۵:

خلق السموٰت والأرض بالحق
یکوّرالیل علی النہار ویکوّر النہار
علی الیل وسخرالشمس والقمر
کل یجری لا جل مسمی ط الا ھو
العزیز الغفار o

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازھری (جسٹس):

"اس نے پیدا فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔ وہ لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر اور اس نے مسخر کر دیا ہے سورج اور چاند کو۔ ہر ایک رواں ہے مقررہ میعاد تک۔ غور سے سنو! وہی عزت والا اور بخشنے والا ہے"

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب (سید):

"اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے وہی دن پر رات اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے۔ اسی نے سورج اور چاند کو اس طرح مسخر کر رکھا ہے کہ ہر ایک ایک وقتِ مقرر تک چلے جا رہا ہے۔ جان رکھو وہ زبردست ہے اور درگذر کرنے والا"

شیخ اشرفعلی صاحب (تھانوی):

"اس نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات (کی ظلمت) کو دن (کی روشنی کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا ہے اور دن کی روشنی کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے ایک سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے کہ ان میں سے ایک وقتِ مقرر تک چلتا رہے گا۔ یاد رکھو! وہ زبردست بڑا بخشنے والا (بھی) ہے۔"

۳-سورۂ قمر ۴۹:

ان کل شی خلقنٰہ بقدر o

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری (جسٹس):

"ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ایک اندازے سے"

استاذ ابوالاعلیٰ مودودی (سید):

"ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے"

شیخ اشرفعلی صاحب (تھانوی):

"ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے"

۴-سورۂ دخان ۳۸-۳۹:

وماخلقنا السموات والارض وما
بینھما لا عبین o ماخلقنا ھما إلا
بالحق ولکن اکثر ھم لا یعلمون o

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازھری:

"اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمان و زمین کو مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں اکثر اس حقیقت کو نہیں جانتے"

ابوالاعلیٰ مودودی:

''یہ آسمان و زمین اوران کے درمیان کی چیزیں ہم نے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنادی ہیں ان کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں''

شیخ اشرفعلی تھانوی:

''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں (بلکہ) ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے''۔

تبصرہ:

ہم نے حاجی غلام حسن صاحب (ٹیکنیکل آفیسر) کے قرآنی دلائل کو معروف اسکالرز کے اردو تراجم کے ساتھ پیش کردیا قارئین نے ترجمہ ہی سے محسوس کیا ہوگا کہ کسی آیت سے ''گردش زمین'' (Motion of Earth) یا مدار زمین (orbit of Earth) کا واضح پتہ نہیں چلتا مجھے کہنے دیجئے کہ حاجی صاحب کی اس عرق ریز کاوش ''قران اور کائنات'' کا تعارف لکھتے ہوئے ڈاکٹر غلام مرتضٰی صاحب نے بہت خوبصورت جملہ لکھا کہ:

''اس کی صحت کے بارے میں فیصلہ کرنا سائنس دان حضرات کا کام ہے۔ دینی نقطۂ نظر سے بھی اس کی صحت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا'' (ص:۱۳)

ڈاکٹر ہلوک نور باقی (ترکی)

ڈاکٹر ہلوک نور باقی جن کا تعلق ترکی سے ہے ہمارے اس مضمون میں حرکت زمین کے قائلین اور اسلامی دلائل کے ساتھ سامنے آنے والوں میں چوتھا نام ان کا ہے موصوف نے ایک کتاب بھی لکھی جس کا اردو ترجمہ سید فیروز شاہ گیلانی نے ''قرآنی حقائق اور سائنسی تجربات'' کے نام سے کیا جسے انڈس پبلشنگ کارپوریشن 3ڈی 257 آر اے لائنز ہائی کورٹ روڈ کراچی، نے شائع کیا یہ کتاب 287 صفحات پر مشتمل ہے اس وقت میرے سامنے اس کی تیسری اشاعت ۱۹۹۶ء کا ایڈیشن موجود ہے ہمارے مخلص ڈاکٹر محمد مالک ایم بی بی ایس کے توسط سے مجھے یہ نسخہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ فجزہ اللہ المولٰی احسن الجزا

موقف و دلائل:

موصوف کی یہ کتاب ۵۰ موضوعات پر محیط ہے۔ موصوف نے موضوع نمبر ۸ میں اپنے موقف کو یوں بیان کیا

"The Quran reveals, The rotation of Earth" یعنی قرآن کریم گردش زمین کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد موصوف نے:

''وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمرّ مرالسحاب'' (النمل ۸۸)

سے استدلال کرتے ہوئے اسکا ترجمہ یوں بیان کیا:

"You see the Mountains and think them jamid (lifeless motionless) yet they progress.Just as clouds progress"

یعنی تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ جامد ہیں۔ لیکن یہ بھی مثل بادلوں کے بڑھتے ہیں۔ خلاصۃ المرام یہ کے مصنف اس آیت کریمہ سے یہ سمجھا کہ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ پہاڑ متحرک ہیں لیکن ہمیں محسوس نہیں ہوتا پہاڑوں کی حرکت زمین کی حرکت کی وجہ سے ہے یعنی زمین کی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں.

تبصرہ:

مصنف کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے

آیت کریمہ میں فعل مضارع جس میں دو زمانے پائے جاتے ہیں یعنی حال (Present) اور مستقبل (Future)، آیت مذکورہ کا ترجمہ کرتے ہوئے مصنف نے فعل حال میں اس کا ترجمہ کیا ہے کہ You see حالانکہ اس کا ترجمہ You will see ہونا چاہیے۔

☆ مخلصم ڈاکٹر محمد مالک صاحب ایم بی بی ایس کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ نشتر میڈیکل کالج، ملتان کے ایک پروفیسر نے جب ان کو مصنف کی یہ کتاب دکھائی تو ڈاکٹر صاحب نے فوراً امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن (کنزالایمان) اٹھایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے آیت کا ترجمہ Future مستقبل ہی میں کیا ہے۔

☆ پھر مصنف اور اعلیٰ حضرت کے متضاد ترجمے کو سمجھنے کیلئے انہوں نے آیت کریمہ کے سیاق وسباق پر نظر ڈالی جس کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ قیامت کا ذکر چل رہا ہے۔ لہٰذا اس کا ترجمہ مستقبل (Future) ہی میں ہونا چاہیے۔

☆ تو ڈاکٹر ھلوک نور باقی صاحب نے ترجمہ ہی میں ٹھوکر کھائی جس کے بعد ان کا استدلال قابل التفات نہیں رہا۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا افغانی:

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم فلاسفہ میں سے ارسطو، بطلیموس اور محققین اسکالرز میں سے نیشا پوری، امام رازی جیسی قدآور شخصیات گردش زمین "Motion of Earth" کی قائل نہ تھیں اور یہ عظیم شخصیات سکون ارض کے نظریہ پر قائم رہی ہیں فلسفہ اور دیگر کئی فنون پر انکی علمی بصیرت کے نقوش پیوست ہو چکے ہیں لیکن ان سب میں امام احمد رضا خاں افغانی جدید سائنس کے نظریہ حرکت زمین کے سامنے فریق مخالف کے رہنما (Opposition) کے طور پر ابھرتے ہوئے نظر آرہے ہیں

اس لئے ہم فریق ثانی میں صرف اور صرف اعلیٰ حضرت کے دلائل کے تناظر میں فریق اول کے موقف کا جائزہ لیں گے۔ ان شاء اللہ

تعارف:

اعلیٰ حضرت ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے انہوں نے مختصر سی عمر میں متعدد علوم وفنون میں دسترس حاصل کر لی۔ ان کی فقہی بصیرت کا انسائیکلوپیڈیا ''فتاویٰ رضویہ'' کے نام سے ''رضا فاؤنڈیشن لاہور'' کی جانب سے کم وبیش ۳۰ رضخیم جلدوں میں شائع ہو رہا ہے۔

دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا پر M.A، M.Phil اور Ph.D کے مقالے "The.sis" لکھے جا چکے ہیں اور لکھے جا رہے ہیں۔ اگر چہ وہ ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں لیکن انہوں نے جدید علوم وفنون پر اپنے ایسے علمی آثار چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک ماہرین فن کیلئے "Basis" کا کام دیں گی۔ انہوں نے زیر بحث مسئلہ میں فوز مبین لکھ کر سائنسدانوں کے نظریات وافکار کا جائزہ لیا اور پھر ۱۰۵ ر دلائل کی روشنی میں اپنا موقف واضح کیا۔ یہ کتاب سائنس کی زبان میں تحریر فرمائی ہے لیکن اس وقت ہم صرف ان کے اسلامی نقطۂ نظر کو لیتے ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر اور دلائل:

امام احمد رضا نے اپنا اسلامی نقطۂ نظر اس وقت واضح طور پر لکھ دیا جب اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل اور برصغیر کے معروف ریاضی دان پروفیسر حاکم علی صاحب نے ۱۹۳۰ء میں ایک خط لکھ کر امام احمد رضا سے زیر بحث مسئلہ میں ان کے اسلامی نظریہ کی بابت سوال کیا تھا۔

امام احمد رضا نے ۲۴ رصفحات پر مشتمل جواب لکھا جو کہ

''نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان'' کے نام سے ملک اور بیرون ممالک سے بارہا شائع ہو چکا ہے راقم کے سامنے ''بزم فکر و عمل کراچی'' کا شائع کردہ رسالہ موجود ہے اس رسالہ میں امام احمد رضا نے قرآن وحدیث سے اپنی موقف کو واضح کیا تفصیل کیلئے اس رسالہ کا مطالعہ کیا جائے لیکن ہم بعض دلائل اور ان کی جھلکیاں پیش کریں گے جس سے قارئین امام احمد رضا کی قرآن فہمی اور ان کے زبردست طریق استدلال سے متعارف ہو جائیں گے۔

☆ آیاتِ قرآنی میں سے ایک آیت یہ پیش کی:

ان اللہ یمسک السموات والارض أن تزولا۔

(فاطر: ۴۱)

''بے شک اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں''

اس آیت کریمہ سے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ:

☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے مطلقاً حرکت کی نفی مانی ہے یہاں تک کہ اپنی جگہ پر رہ کر محور پر گھومنے کا انکار کیا چہ جائے کہ حرکت علی المدار۔؟ امام احمد رضا نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف بیان کر کے ان کے ثقہ ہونے کے بارے حضور علیہ السلام کے تین ارشادات بمعہ سند وحوالہ ذکر کیئے ہیں۔

الف۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابن مسعود جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو۔

ب۔ ایک بار فرمایا میں نے اپنے لئے پسند فرمایا جو ابن مسعود اپنے لئے پسند فرمائیں اور ناپسند فرمایا جو ابن مسعود ناپسند تصور کریں۔

ج ایک مرتبہ فرمایا، قرآن چار شخصوں سے پڑھو پہلے پہل ابن مسعود کا نام ذکر فرمایا،

☆ سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے بھی گردش زمین (Motion of Earth) کا بالکل انکار کیا اور آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہوئے محور پر گردش کو زوال بتایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں جامع ترمذی میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ **''ماحدثکم حذیفه فصدقوهُ''** یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ اس کے علاوہ حضرت حذیفہ کا لقب ''صاحب سرِّ رسول اللہ'' تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان سے اسرار کی باتیں پوچھا کرتے تھے۔ اس کے بعد امام احمد رضا ایک دل ہلا دینے والی عبارت لکھتے ہیں کہ:

''اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسے مانو اور اس کی تصدیق کرو۔ الحمدللہ رب العالمین ہمارے معنی کی یہ عظمت و شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلۂ صحابہ کرام سے ثابت۔ خود حضرت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات، صدہا احادیث اور اجماع امت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے۔ وباللہ التوفیق (ص ٦)''

امام احمد رضا کی اس عبارت کو بار بار پڑھیے اپنے ایمان کے ذوق اور روح کو جلا بخشیے۔

(اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے صرف ان دو صحابہ کرام کے اقوال پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سکون ارض کے قائلین کی ایک فہرست مرتب کر دی جن میں)

☆ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید امام ابو مالک، جو کہ جلیل القدر اور ثقہ تابعی ہیں اور

☆ علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری کی تفسیر رغائب القرآن کا حوالہ بھی دیا اور ساتھ ساتھ انہوں نے الذی جعل لکم الارض فراشا کے تحت جو موقف اختیار کیا اس کو بھی ذکر کیا کہ :

"اللہ تعالیٰ نے زمین کو فراش فرمایا
فراش اس وقت ثابت ہوگا جب
زمین کو ساکن تسلیم کیا جائے اور بطور
استدلال انہوں نے "ان اللہ
یمسک السموات "آیت
بھی ذکر کر دی۔

☆ امام رازی کی تفسیر کبیر سے مفہوم مذکور سے ملتی جلتی عبارت پیش کی جس میں امام رازی نے حرکت زمین کا انکار کیا صفت فراش کو سکون ارض کے ساتھ مشروط قرار دیا۔

☆ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہوئے متعدد تفاسیر اور مفسرین حوالے پیش کئے جن میں تفسیر ابن عباس، عنایۃ القاضی .... جلالین .... کمالین .... معالم التنزیل .... ارشاد العقل السلیم .... خازن .... کشاف .... حسن نیشاپوری ابن جریر ضحاک .... تفسیر کبیر .... رغائب القرآن .... غرائب القرآن وغیرہ شامل ہیں۔ تفاسیر کی تعداد اور ان کے نام ہی سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا افغانی کے قوت استدلال اور تحقیقی اسلوب کا اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا۔ مزید برآں لطف کی بات یہ ہے کہ انہوں نے آیات استدلال کے دوران قاموس، تاج العروس، مفردات امام راغب نہایہ ابن اثیر، صراح، لسان العرب، دیگر عربی لغات سے استفادہ کیا۔

☆ انہوں نے قرآن کی تفسیر قرآن سے کرتے ہوئے ان کان مکرھم لتزول منه الجبال، مالکم عن زوال، ولکم فیھا مستقر و متاع الی حین، فان استقر مکانه فسوف ترانی، ان ھی الا حیاتنا الدنیا، واقسموا باللہ، اور دیگر کئی آیات بیّنات سے اپنے فاضلانہ موقف کو چار چاند لگا دیئے۔

☆ استدلال پر پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا مکمل جائزہ لیا اور تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کی سعی کی۔

☆ ایک مقام پر اہل ایمان کو جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن عظیم کے وہی معنی لیتے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جس کا پتہ نصرانی سائنس میں ہے۔ مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے۔؟ قرآن کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے، یعنی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ یہ تو اس سے بڑھ کر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ص-۶)

امام احمد رضا کی منطقیانہ اور فلسفیانہ فکر و نظر

حضرت علامہ محمد اسحاق قادری*

اصولی اور کلیاتی اعتبار سے حصولِ علم کے دو ذرائع ہیں۔ پہلا ذریعہ وحی ہے، جو انبیاء کے علوم کا مرکز ہے۔ اس سے انبیاء کو براہِ راست علم حاصل ہوتا ہے۔ پھر ان کے توسط سے یہ علم عام انسانوں کے حصے میں آتا ہے۔ یہ علم قطعی و یقینی، ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک، ٹھوس اور پائیدار ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لایأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید (حم سجدہ)

ترجمہ: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔ (کنزالایمان)

یہ علم اپنی دلیل آپ ہوتا ہے۔ یہ نورِ مجرد ہے، جسے کم سے تولا نہیں جاسکتا اور کیف سے پرکھا نہیں جاسکتا۔ اس کا تعلق براہ راست اللہ اور اس کے عبدِ مکرم (نبی) سے ہوتا ہے۔ انسانی حواس وادراک کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ دوسرا ذریعہ غیر وحی ہے۔ اس میں عقلیات، حسّیات، وجدانیات، مشاہدات، تجربات وغیرہ سب داخل ہیں۔ یہ علم ظنی ہوتا ہے۔ اس میں صحیح ہونے اور غلط ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ بخلاف علم نبوت کے کہ وہ سراسر قطعی و یقین پر مبنی ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

هل عندکم من علم فتخرجوه لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون۔

ترجمہ: تم فرماؤ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے لئے نکالو تم تو نرے گمان (خام خیال) کے پیچھے ہو اور تم یونہی تخمینے کرتے ہو۔ (کنزالایمان)

یہ بات مسلم ہے کہ یہ علم غیر یقینی اور غیر اذعانی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کے بہت سے فوائد و منافع ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض۔

ترجمہ: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں اللہ پاک نے اپنے صالح بندوں کی دو صفات بیان کی ہیں۔ ذکر اور فکر۔ یعنی اہلِ ایمان ذکر اللہ کے ساتھ ساتھ اس کائنات موجودات کے رموز حقائق میں بھی فکر کرتے ہیں اور کائنات کا مختلف زاویوں سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اسی مطالعہ کا نام فلسفہ و منطق ہے۔ اس لئے کہ فلسفہ نام ہے موجودات کے حقائق کے جاننے کا اور منطق نام ہے مختلف فکری کڑیوں کو ملا کر اس سے نامعلوم کو معلوم کرنے کا۔

عرب کی زمین وہ مبارک زمین ہے جو براہِ راست وحیِ رسالت کے انوار سے منور ہوئی اور پھر اس سے وہ انوار ہر سو پھیلتے

*(مدرس جامعہ انوار القرآن)

بشکریہ "فانوس" سالانہ مجلہ جامعہ انوار القرآن

چلے گئے تا آنکہ اس سے پوری کائنات روشن ہوئی اور جگمگا اٹھی۔ اور ایک طرف یونان کی سرزمین تھی جس میں بے بڑے فلسفی اور منطقی موجود تھے۔ ان کے پاس وہ علم تھا جو عقل وحواس سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی ایک بنیادی فرق تھا عرب اور یونان میں۔ لیکن جب دن بدن اسلام پھیلتا چلا گیا اور اس کا حلقہ وسیع ہوتا رہا اور مختلف لوگ اس میں داخل ہوتے گئے پھر ایک دور وہ آیا کہ اسلام اور اس کی تعلیمات پر مخالفین عقلی اور منطقی اعتراضات کرنے لگے۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ ان کو جوابات بھی اسی نوعیت کے دیئے جائیں کہ ''الحدید بالحدید یصلح'' لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ مامون الرشید کے حکم پر یعقوب بن اسحاق الکندی نے یونانی زبان سے منطق و فلسفہ کی کتابیں عربی زبان میں منتقل کیں اور اس کے بعد اس سلسلہ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ مسلمانوں نے منطق وفلسفہ کو یونانی زبان سے عربی زبان میں منتقل کرنے کے علاوہ اس فن میں باقاعدہ کتابیں لکھیں اور ان میں کئی مکتبہ فکر وجود میں آئے۔

متکلمین پھر ان میں ماترید یہ اور اشاعرہ، معتزلہ وجود میں آئے۔ متصوفین پھر ان میں بھی کئی مختلف افکار کے حامل لوگ پیدا ہوئے۔ الغرض اس علم اور فن کو مسلمانوں نے بے پناہ وسعت دی اور اس میں کئی ایسے شعبہ جات اور انواع کا اضافہ کیا جو اس سے پہلے نہ تھے۔ فلسفہ اور منطق سے مقصود عقلی اور فکری اصلاح ہے۔ جیسے کہ نحو وصرف سے مقصود زبان کی اصلاح ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ نہ تو ان کے تمام اصول ونظریات محمود ہیں اور نہ سب کے سب مذموم۔ بلکہ بعض اچھے ہیں اور بعض برے ہیں بعض وہ ہیں جو اسلام کے اصولوں سے متصادم ہیں اور بعض وہ ہیں جو نہیں ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کا اعتقاد کفر ہے بعض وہ ہیں جو ایسے نہیں ہیں۔ بعض وہ ہیں جو گمراہی اور ضلالت کی حد تک ہیں اور بعض ایسے نہیں ہیں۔ محققین اسلام نے جن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ان کے ان اصول اور نظریات کی تردید کی جو اسلام کے مخالف ہیں، جن کا اعتقاد کفر ہے۔ مثلاً خالقیت عقولِ عشرہ وغیرہ۔ اور ان کی تردید پر کتابیں لکھیں جن میں ''تھافة الفلاسفة'' اور ''المتقذمن الضلال'' معروف ہیں۔ یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا گیا تا آنکہ احمد رضا علیہ الرحمہ کا دور آیا۔

جیسا کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ کثیر الجہات شخصیت ہیں۔ محقق، مفکر، محدث اور فقیہ ہیں۔ ہر فن میں آپ کو درجہ امامت حاصل ہے۔ آپ میں ہر علمی وفکری کمال موجود ہے۔ ہر فن پر آپ نے کتابیں لکھیں۔ اپنی تعلیمات ے اسلام کو زندہ کیا۔ تصنیفات وتحقیقات سے علم کو نور اور ضیاء عطا کیا۔ فی الوقت جو میرا موضوع ہے وہ امام احمد رضا کی فلسفیانہ اور منطقیانہ حیثیت ہے۔

امام احمد رضا نے اپنی مکمل توجہ علوم دینیہ کی طرف رکھی جیسے کہ ان کے والد ماجد نے ان کو نصیحت فرمائی تھی کہ بیٹا اپنی توجہ علوم دینیہ کی طرف رکھنا باقی علوم آپ کو ان کے طفیل مل جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور ایسا ہی ہوا۔ آپ نے باوجود اس کے کہ منطق وفلسفہ کسی استاد سے نہیں پڑھا لیکن پھر بھی آپ ان دونوں پر ناقدانہ اور مدبرانہ نگاہ رکھتے تھے۔ آپ نے منطق کی مشکل ترین کتب میر زاہد، ملا جلال، میر قطبی وغیرہ وغیرہ پر حواشی لکھے اور ان میں سے بعض کی شروحات بھی لکھیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ منطق وفلسفہ کے بعض اصول اسلام کے مخالف ہیں اور بعض موافق۔ اعلیٰ حضرت نے ان اصول ونظریات کی جو اسلام سے متصادم تھے مدلل تردید کی اور تردیدات پر کئی کتب تصنیف کیں۔ جن میں نہ یہ کہ کتاب وسنت کی روشنی میں انہیں باطل ٹھہرایا بلکہ خود فلسفیوں کی مسلمہ اصول وقواعد کی روشنی میں بھی اس کا ابطال کیا اور وہ جو اسلام سے متصادم نہ تھے ان پر تحقیق کی اور انہیں

فقہیات میں استعمال کیا۔ اب ذیل میں ہم چند جزئیات سے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں نفی کے مدارج تحریر کرتے ہوئے فرمایا کہ نفی کے تین مدارج ہیں منطقی نقطۂ نظر سے۔

(۱) نفی عین الشئی جیسے الانسان لیس بانسان

(۲) نفی لازم الشئی جیسے الانسان لیس بحیوان

(۳) اثبات منافیات الشئی جیسے الانسان متساھل

ایجاب وسلب تناقض میں جمع نہیں ہوتے۔ وجودِ شئی اس کے لوازم کا مقتضی اور ان کے نقائض اور منافیات کا نافی ہے لازم کا نافی موجود ہو تو لازم ہو، لازم نہ ہو تو شئی نہ ہو۔ پھر آپ نے اسے ایک مسئلہ اعتقادیہ پر منطبق فرمایا جو یہ ہے کہ نفی الوھیت کے تین درجہ ہیں۔ پہلا یہ کہ خدا کے وجود ہی کا انکار کیا جائے جیسے دھریہ۔ جو وجود باری کے منکر ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کے لوازم کا انکار کیا جائے اس کے لئے وہ صفات ثابت کی جائیں جو الوھیت کے منافی ہیں اور اس کے شان کے لائق نہیں۔ جیسے عیسائی کہ انہوں نے معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔

۲۔ اعلیٰ حضرت نے رقت وسیلان کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ شرنبلالی کا قوم نقل فرمایا:

ان کل مالا ینعصر لیس برقیق

اور پھر اس پر معارضہ کرتے ہوئے فرمایا:

فعکسہ کل رقیق ینعصروفیہ نظر

لایستترفان الدھن رقیق ولا ینعصر۔

۳۔ ''مالیس بحدث لیس بنجس'' یہ ایک ضابطہ فقہیہ ہے۔ علماء نے اس کے بارے میں تحریر کیا کہ اس کا عکس نہیں ہوگا۔ علامہ شامی نے لکھا کہ اس عکس سے عکس مستوی مراد ہے۔ اعلیٰ حضرت نے شامی کی تردید فرماتے ہوئے لکھا کہ یہاں عکس سے مراد عکس مستوی نہیں بلکہ عکس عرفی ہے۔

۴۔ مراقی الفلاح میں عبث کا معنی لافائدہ فیہ درج ہے۔ اعلیٰ حضرت نے منطقی تحقیق کی رو سے اس کا بارہ معانی تحریر فرمائے۔

جہاں اعلیٰ حضرت نے منطقی طراز استدلال کو اپنایا وہاں آپ نے ان کے اصول اور قواعد پر تنقید بھی کی۔ اس پر گفتگو سے قبل ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ تنقید کے اصولوں پر روشنی ڈالی جائے اور اس کے مدارج کا تعین کیا۔ سو تنقیدی منہاج فکر کے چار مدارج ہیں۔

(۱) الامتیاز یعنی بعض اشیاء کو بعض سے ممتاز کرنا۔ ان کے مابین امتیازی خطوط کو واضح کرنا۔ مثلاً ادراک اور شعور، علم اور وجدان وغیرہ وغیرہ۔

(۲) تعین ماھیت یعنی موضوع کی ماہیت کو متعین کرنا کہ اس کی ماہیت کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟

(۳) تجزیة الشرائط یعنی ان شرائط کا تجزیہ کرنا جس کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ ناظر یعنی دیکھنے والا، جاننے والا، اسے عالم بھی کہتے ہیں۔ انسان کو ناظر کا درجہ حاصل ہے۔

۲۔ منظور یعنی وہ جسے دیکھا جا سکے اور جسے سمجھا جائے۔ کائنات کو منظور کا درجہ حاصل ہے اسے معلوم بھی کہتے ہیں۔ کائنات خواہ مادی ہو یا غیر مادی، حسی ہو یا غیر حسی۔ سب منظور میں داخل ہیں۔

۳۔ استعدادِ نظر یعنی دیکھنے اور جاننے کی قابلیت اگر منظر حسی ہو تو حسی استعداد اور اگر عقلی ہو تو عقلی استعداد ہونی چاہیے۔ غرض جس نوعیت کا منظور ہوگا اسی نوعیت کی استعداد ہونی چاہیے۔ اگر اس کا تعلق سننے سے ہے تو قوت سماعت ہونی چاہیے

اور اگر دیکھنے سے ہے تو قوتِ بصارت ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ اور اگر عقل سے ہے تو ادراک وفکر ہونی چاہیے۔

۴- منظوریت یعنی وہ جسے دیکھا یا جانا جا رہا ہو وہ اس قابل ہو کہ اسے دیکھا یا جانا جا سکے۔ لیکن اگر وہ اپنی مخصوص کیفیت کی بنیاد پر دیکھا یا جانا نہ جا سکے تو اس کا علم صحیح نہ ہوگا۔

(۴) تعین صحۃ الحدود، ان حدود کی صحت کا تعین کرنا جن کے ذریعہ علم حاصل کیا جائے۔ تنقیدی منہاجِ فکر کے پہلے اصول یعنی امتیاز کی رو سے اعلیٰ حضرت نے علم کی اس تعریف پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا جو اہلِ منطق نے کی ان لوگوں نے اصل اور فرع میں امتیاز نہ کیا۔ اگر علم نہ ہو تو حصولِ صورت کیونکر ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ علم حصولِ صورت ہوتا ہے نہ کہ حصولِ صورت سے علم۔ جب علم باطل ہوا جو کہ مقسم ہے تو اس جہت سے اس کی اقسام بھی باطل ہوئیں۔ اس لئے کہ مسلمہ اصول کے مقسم کے باطم ہونے سے اقسام بھی باطل ہو جاتی ہیں۔

دوسرے تنقیدی منہاجِ فکر میں اعلیٰ حضرت حد تام، حد ناقص، رسم تام، رسم ناقص میں تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان سے دور اور تحصیل حاصل لازم آتا ہے۔ اہلِ منطق نے انسان کی ماہیت کو ناطق بیان کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ماہیت کے تعین میں غلطی کی جنہوں نے آوازوں کو ماہیت کا معیار ٹھہرایا۔ مثلاً حیوانِ صاہل، حیوانِ ناہج وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ آواز کسی شے کی ماہیت وحقیقت کا معیار نہیں بلکہ انسان کی ماہیت وحقیقت روح متعلق بالبدن ہے۔

اب ہم فلاسفہ کے ان مسائل میں سے جن کا اعتقاد کفر ہے اور انہیں امام احمد رضا نے ان ہی کے مسلمہ اصولوں سے باطل کیا، اختصاراً بیان کرتے ہیں۔

۱- فلاسفہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقلِ اول کو پیدا کیا اور پھر عقلِ اول نے عقلِ ثانی اور فلکِ اول کو پیدا کیا۔ پھر عقلِ ثانی نے عقلِ ثالث اور فلکِ ثانی کو پیدا کیا۔ پھر عقلِ ثالث نے عقلِ رابع اور فلکِ ثالث کو پیدا کیا تا آنکہ عقول دس ہو گئے اور افلاک نو۔ فلاسفہ عقولِ عشرہ کو خالق مانتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قدیم بھی۔ اسلامی نظریہ کی رو سے کسی اور کو اللہ کے سوا خالق ماننا کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مقامع الحدید علیٰ خد منطق الجدید میں تفصیل سے عقولِ عشرہ کی خالقیت کی تردید کی۔ اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں کہ اختصار مقصود ہے۔ ہاں میں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی ہیئت کو تخلیق کرتا ہوں۔ قرآن کی اس آیت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا بھی خالق ہے۔ سو امام صاحب نے اس کا جواب فلسفیانہ انداز سے دیا اور وہ یہ ہے کہ فلسفیانہ نقطۂ نظر سے جسم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) طبعی (۲) تعلیمی

اور ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جسم طبعی تبدیل نہیں ہوتا اور جسم تعلیمی تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ جیسے حروف اصلیہ اور ان کا مختلف صیغوں میں متشکل ہونا۔ سو حروفِ اصلیہ جسم طبعی ہیں اور مختلف صیغے جسم تعلیمی ہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی سے پرندے بنانا یہ جسم تعلیمی ہے اور خود مٹی جسم طبعی ہے۔ خلق کا اطلاق جسم تعلیمی پر نہیں ہوتا بلکہ جسم طبعی کی ایجاد پر ہوتا ہے۔ یعنی کسی معدوم کو وجود طبعی عطا کرنا خلق وتخلیق ہے نہ کہ اسے مختلف صورتوں میں منتقل کرنا۔

۲- کائنات کی تمام اشیاء چار چیزوں سے مرکب ہیں:

(۱) مادہ ھیولیٰ (۲) صورت جسمیہ

(۳) صورتِ نوعیہ (۴) صورتِ شخصیہ

ھیولیٰ کی تعریف:

"مالا یتم وجوده بدون ماحل فیه"

صورتِ جسمیہ کی تعریف:

"ہوجوہر ممتد فی جہات الثلث"

صورت نوعیہ کی تعریف:

"مایمتازبه الاجسام فی الانواع"

صورتِ شخصیہ کی تعریف:

"مایمتا زبه الشئ فی التشخص"

مثال سے اس کی وضاحت:

مثلاً زید پہلے نطفہ تھا اور اس سے پہلے مٹی ۔ الغرض یہ مختلف صورتوں میں منتقل ہوتا رہا۔ اب وہ جو مختلف تبدیلیوں کو قبول کرتا رہا، وہ ھیولیٰ ہے اور جس پر یہ تبدیلیاں طاری ہوتی رہیں وہ صورتِ جسمیہ ہے اور جس بنیاد پر یہ انسان دیگر حیوانات سے ممتاز ہے، وہ صورتِ نوعیہ ہے اور جس صورت کی بنیاد پر یہ انسان کی لاتناہی جزئیات میں ممتاز ونمایاں ہے وہ صورتِ شخصیہ ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ آیا یہ سب کے سب قدیم ہیں یا حادث یا بعض قدیم ہیں اور بعض حادث۔ فلسفہ قدیمہ کی رو سے ھیولہ اور صورتِ جسمیہ قدیم ہیں۔ صورتِ نوعیہ اور شخصیہ حادث ہیں۔ فلسفہ جدیدہ کی رو سے مادہ قدیم ہے، باقی سب حادث ہیں اور اسلامی نقطۂ نظر سے یہ سب کے سب حادث ہیں اور قدیم صرف اللہ ہے۔ فلاسفہ قدیم اور جدید حادث کی دو قسمیں مانتے ہیں۔

قدیم بالذات: وہ جو کسی کا محتاج نہ ہو

قدیم بالزمان: جس کے وجود پر عدم سابق نہ ہو۔

حادث بالذات: جو غیر کا محتاج ہو۔

حادث بالزمان: جس کے وجود پر عدم کی سبقت ہو۔ یعنی جو مسبوق بالعدم ہو۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ قدیم بالذات ہے۔ عقول عشرہ ھیولیٰ اور صورت قدیم بالزمان ہیں علمائے اسلام کے نزدیک اللہ کے سوا نہ کوئی قدیم بالذات ہے اور نہ بالزمان، ان کے حادث ہونے پر فلسفیانہ نقطہ نظر سے دلیل یہ ہے کہ ھیولیٰ کو صورت جسمیہ لازم ہے اور صورتِ جسمیہ کو ھیولیٰ ۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں جیسے کہ ان کی تصریحات سے واضح ہے پھر صورتِ جسمیہ کو صورتِ نوعیہ لازم ہے کہ صورتِ نوعیہ صورتِ شخصیہ ہی میں پائی جاتی ہے اور یہ بات فلسفہ کی رو سے مسلّمہ ہے کہ صورتِ شخصیہ تبدیل ہوتی رہتی ہے شے کی ایک صورت زائل ہوجاتی ہے اور دوسری آجاتی ہے اب سوال یہ ہے کہ ایک صورت زائل ہونے دوسری صورت کے اپنانے کے بعد آیا وہ پہلی صورت باقی رہے گی یا ختم ہوجائے گی-؟ اگر باقی رہے تو ایک شی کی دو صورتِ شخصیہ ہوجائیں گی، اور یہ محال ہے۔ جیسے کہ کتبِ منطق میں اس ضابطہ کی تصریح موجود ہے کہ "تکثر الجزئی الحقیقی محال" یعنی جزئی حقیقی میں کثرت محال ہے۔ چونکہ باقی رہنا محال ہے تو لامحالہ زائل ہوجائے گی اور جب یہ صورت زائل ہوئی تو اس سے صورت نوعیہ زائل ہوجائے گی اور جب صورت نوعیہ زائل ہو تو صورتِ جسمیہ زائل ہوجائے گی اور جب صورتِ جسمیہ زائل ہو تو ھیولیٰ اور مادہ زائل ہوجائے گا اور جب مادہ اور ھیولیٰ زائل ہوا تو قدیم نہ رہا اس لئے کہ قدیم کا زوال ممتنع اور ناممکن ہے۔

الغرض امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ الباری نے فلسفیانہ اور مفکرانہ انداز میں اس نظریہ کی تردید کی کہ ھیولیٰ اور صورتِ جسمیہ قدیم ہیں اور یہ واضح کیا کہ اللہ کے سوا سب کے سب حادث ہیں۔ کوئی قدیم نہیں چاہے قدیم بالزمان ہی کیوں نہ ہو اور آپ نے یہ نظریہ نثر کے علاوہ نظم میں بھی بیان کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہاں ہے

امام احمد رضا کا نظریہ سائنس

*علامہ مولانا جلال الدین قادری

برعظیم پاک و ہند پر مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دورِ اقتدار کے افسوس ناک خاتمہ، جہادِ آزادی میں مسلمانوں کی شخصیت اور غاصب وظالم انگریزی تسلط وتغلب ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء میں مکمل ہونے کے بعد اسلامیانِ ہند کی معاشی اور معاشرتی بدحالی محتاج بیان نہیں (۱)۔ جہادِ آزادی میں اگرچہ تمام اقوام ہند شامل و شریک تھیں، مگر عیار ہنود نے اس کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر ڈال دی اور خود انگریزوں کی نگاہوں میں وفادار بن گئے۔ اقتدار کے اندھے نشے میں انگریزوں نے مسلمانانِ ہند کو موردِ الزام ٹھہرایا۔ اس لئے یہی ان کے مزید ظلم و جفا کا نشانہ بنے۔ انہیں احساس ہوا کہ جب تک مسلمان اپنے مذہبی معتقدات پر کاربند رہیں گے ان کی تسخیر نہ ہو سکے گی۔ اس خطرناک منصوبے پر عمل کے لئے انہوں نے اسلامی معتقدات کو نشانہ اعتراض بنایا۔ عسائی مشنریوں کی تبلیغ اور اسکولوں، کالجوں کی تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی معتقدات سے دور کرنے کی بھرپور کوشش شروع کردی۔ لارڈ میکالے نے جو نصابِ تعلیم تجویز کیا اس کے اغراض و مقاصد یہی تھے۔ اس کی تعلیمی پالیسی کے یہ جملے اس امر کے اظہار کے لئے کافی ہیں:

''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے، زبان اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو'' (۲)

لارڈ میکالے کی پالیسی پر عمل درآمد کے لئے دینی و مذہبی تعلیمی اداروں کو بند کر دیا گیا۔ ان مدارس و مکاتب کے اوقاف کو ضبط کیا گیا۔ (۳)

بدقسمتی سے انگریزی پالیسی سے نام نہاد مسلمان متاثر ہوئے اور ایک طبقہ انگریزی تسلط اور تغلب کو ''رحمت'' تصور کرنے لگا جس کا اظہار انہوں نے جابجا برملا کیا۔ (۴)

نوبت بایں جا رسید کہ انگریزی آقاؤں کی اطاعت کو ''فرض'' کا درجہ دیا گیا اور قرآن و حدیث کے مضامین میں تحریف کر کے اپنے نئے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کی گئی۔ بشیر الدین احمد پسر ڈپٹی نذیر احمد کے الفاظ میں ''نیا فرض'' سنئے:

''بقاو قیام سلطنت موجودہ کے لئے جس میں سراسر ہماری ہی فائدہ ہے وفادارانہ کوشش کرنا ہر امن پسند رعایہ کا فرض عین ہے اور

یاایھاالذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا

*(محقق اہلسنت، صاحب تصانیف کثیرہ، کھاریاں، گجرات، پاکستان)

الرسول واولی الامر منکم

حکم الٰہی کا بھی یہی منشا ہے''(۵)

لارڈ میکالے کے نصاب تعلیم کا ہمنوا یہ طبقہ اپنے آقاؤں سے بھی دو قدم آگے نکل گیا۔ وفادار ماتحت اپنے آقا کی بات کو ہمیشہ بڑھا کر پیش کرتا ہے، جلد ہی ایک وقت آیا کہ نام نہاد مسلمانوں کے اس طبقہ نے کھلم کھلا اسلامی معتقدات کا انکار کرنا شروع کر دیا۔ جس سے مقصود اپنے نئے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا بلکہ نصوصِ اسلامیہ کی تاویل ناروا کا ایسا دروازہ کھلا، جو منشاءِ اسلام کے سراسر خلاف تھا۔ اس ضمن میں علیگڑھ کالج (بعد میں یونیوسٹی) کے بانی سر سید احمد خان کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر میں تحریف سے کام لیا۔ سید احمد خان کے عقیدت مند الطاف حسین حالی نے لکھا ہے:

''اگر چہ سر سید نے اس تفسیر میں جا بجا ٹھوکریں کھائیں ہیں اور بعض بعض مقامات پر ان سے نہایت رکیک لغزشیں ہوئی ہیں بایں ہمہ اس تفسیر کو ہم ان کی مذہبی خدمات میں ایک نہایت جلیل القدر خدمت سمجھتے ہیں''۔(۶)

ترقی کرتے ہوئے اس طبقہ نے نئے علم کلام کی بنیاد عقل اور تجربہ پر رکھی۔ تکمیل کے مراحل طے کرنے کے بعد سید احمد خان کے نزدیک مذہب کی صداقت کا معیار صرف تجربہ و مشاہدہ رہ گیا۔ سید احمد خان کی دینی و علمی خدمات کی وضاحت کرتے ہوئے الطاف حسین حالی نے لکھا:

''اس وقت تمام علمی دنیا میں مذہب کی صداقت کا معیار یہ قرار پایا ہے کہ جو مذہب حقائق موجودات اور اصول و تمدن کے برخلاف ہو وہ مذہب سچا نہیں ہو سکتا''(۷)

عقل اور پھر تجربہ و مشاہدہ کو مدارِ صحت مذہب قرار دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان حقائق دینیہ کا انکار کر دیا گیا جو وحی سے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا گیا۔ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم میں صرف تجربہ اور مشاہدہ ہی حقائق موجود کے لئے مدارِ صحت قرار دیا گیا۔ قدرت الٰہی کو فراموش اور پس پشت ڈال کر نئے علم کو جدید سائنس کہا گیا۔

بدقسمتی سے آزادی ہند اور غاصب انگریز کے چلے جانے کے بچاس برس بعد ہماری جامعات اور مدارس کی تعلیم و تربیت کی نہج آج بھی وہی ہے۔ اس میں اصلاح کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مدارس اور ہماری جامعات اچھے ڈاکٹر، اچھے انجینئر، اچھے وکلاء، اچھے سائنس دان اور اچھے اساتذہ پیدا کرنے کے کارخانے تو ہیں مگر ان سے اچھے تعلیم یافتہ مسلمان پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ بالعموم یہ تعلیم یافتہ حضرات یقین کی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ تشکیک ان کا مقدر رہتی ہے۔ ان حضرات میں جو اچھے مسلمان نظر آتے ہیں اس کا سبب گھر کا دینی ماحول اور جامعات سے ہٹ کر دینی تربیت کا میسر آ جانا ہے۔ اس حقیقت سے کیسے انکار ہو سکتا ہے کہ یقین و ایمان کی دولت تو دینی تعلیم و تربیت سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں ذہنی تشکیک کی مثال ملاحظہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

''والقیٰ فی الارض رواسی أن تمیدبکم'' (۸)

''اور زمین میں لنگر ڈالے کہ تمہیں لے کر نہ کانپے''

نیز ارشاد ربانی ہے:

''والجبال اوتادا'' (۹)

''اور (ہم نے) پہاڑوں کو میخیں (بنادیا)''

ان آیاتِ قرآنیہ میں بتایا گیا کہ جب زمین کو پیدا کیا گیا تو اس کو ہلنے سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا کئے ۔ یہ پہاڑ زمین کے لئے بمنزلہ لنگر اور میخ کے ہیں تاکہ زمین کو قرار رہے۔ اس کے برعکس ملک کی ممتاز یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی کے اربابِ تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ پہاڑوں کو لنگر اور میخیں بنائے جانے کا تصور ''بعض لوگوں کا تصور'' ہے۔ قرآنی حقیقت نہیں۔ تحقیق ملاحظہ ہو:

> ''ایک اور بیان جو اس سے قدرے مختلف ہے، یہ ہے کہ صرف وہ چٹان (الصخرہ) جس پر اصلی کوہِ قاف قائم ہے، ایک قسم کے زمرد کی ہے، اس چٹان کو الـوتـد (میخ) بھی کہا گیا ہے، کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے زمین کے سہارے کے لئے بنایا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زمین اپنی قوت سے اپنی سہارے پر قائم نہیں رہ سکتی تھی اور اسی لئے اس اس قسم کے سہارے کی ضرورت ہوئی، اگر کوہِ قاف نہ ہوتا تو جیسا کہ الطبری کے فارسی ترجمے میں ہے، زمین برابر کانپتی رہتی اور کوئی جاندار اس پر زندہ نہ رہ سکتا'' (۱۰)

''اربابِ تحقیق'' کے مطابق زمین کے سہارے کے لئے قاف، وتد (میخ) کا تصور بعض لوگوں کا ہے قرآنی حقیقت نہیں۔ اس قرآنی حقیقت کے بارے میں مزید تشکیک پیدا کرنے کے لئے ''الطبری کے فارسی ترجمہ'' کا حوالہ دیا گیا۔ قرآن مجید کی آیات کو غیر ضروری اور غیر متعلق سمجھا گیا۔

مولوی محمد فیروز الدین نے رائے منشی غلام سنگھ اور مولوی علی محمد کی امداد سے لغاتِ فیروزی کو تالیف کیا اور اسے سر چارلس امفرسٹن آئچیسن صاحب بہادر لیفٹنٹ گورنر پنجاب کی یادگار ٹھہرایا۔ بدقسمتی سے لغت کی اس کتاب میں بھی مغربی تعلیم کے اثرات موجود ہیں۔ کوہِ قاف کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے۔

ایک مشہور پہاڑ کا حصہ ایشیائی جو روس کے شمال کی طرف واقع ہے اگلے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ پہاڑ دنیا کے چاروں طرف محیط ہے اور عالم کے اردگرد اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ چنانچہ شعراء قاف و تا قاف سے سارا عالم مراد لیتے تھے۔ لیکن اس کا باعث صرف علمِ جغرافیہ سے ناواقفیت تھی۔ فارسی شعراء نے کوہِ قاف کو دور تک پھیلا ہوا دیکھ کر اور اس کی آخری حد نہ پا کر ایسا خیال کیا ہوگا کہ شاید یہ ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن اب یہ خیال غلط نکلا'' (۱۱)

کوہ قاف کے محیط عالم ہونے کی حقیقت (جس کا بیان آئندہ سطور میں آ رہا ہے) غلط قرار دیا۔ لیکن اس کے ہونے کی دلیل کا بیان ضروری نہ سمجھا گیا۔ شاید سمجھ لیا گیا کہ دورِ انگریزی میں ہمارا فرمان ہی سند ہے۔

ہمارے ادبی سرمایہ کا یہ حال ہوا۔ مذہبی سرمایہ تو اس سے زیادہ بدحال ہوا۔ تاریخ کے اوراق الٹتے جایئے اور پڑھتے جایئے۔ صدی ڈیڑھ صدی قبل کے برعظیم کے مجموعی حالات کو دیکھئے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ ملت اسلامیہ کے بنیادی معتقدات اور اجتماعی مفادات کے خلاف سازشوں کے جال بچھائے گئے ۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے روشنی نام کی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ اگر کسی کو روشنی کا نام دیا گیا تو وہ بھی سراب ہے؟ تعلیمی ادارے مغربی عقل و دانش اور انگریزی تہذیب کی ترویج میں مصروف ہیں۔ الا ماشاءاللہ

ان حالات میں، اندھیروں میں، اس جبر و استبداد میں،

ان خوشامدیوں میں اور ان نام نہاد مسلمان دانشوروں کی کی اسلامی معتقدات کو مسخ کرنے کی منحوس کارستانیوں کے جھرمٹ میں امام احمد رضا قدس سرہ النوری مجددانہ عظمت ، حکیمانہ فراست ، محدثانہ شوکت، ناقدانہ بصیرت ، فقیہانہ جلالت، مدبرانہ سطوت اور بے خوف امامت کے ساتھ میدانِ عمل میں تشریف لائے۔ ایقان و عرفان کے تحفظ ، عشقِ رسالت مآب کی ترویج و اشاعت اور معتقداتِ اسلامیہ پر دشمنوں کی یلغار کے دفاع کیلئے ایسی کمر ہمت باندھی کہ عرب عجم میں اس کے اثرات محسوس ہوئے۔ اطراف عالم میں اسی کی مصلحانہ گرجدار آواز پر لوگوں نے کان دھرے۔ عشقِ رسول اکرم ﷺ کی تحریک کو اساس ایمان اور جانِ ایمان قرار دینے کی مساعی جمیلہ نے ہر دل میں گھر کر لیا۔ مسلمانوں کے قلب ونظر سے خدا اور مصطفیٰ (جل وعلا و ﷺ) کی عظمت کو کم کرنے کی (نعوذ باللہ) ہر نام نہاد اصلاحی، تعلیمی اور تنظیمی تحریک، تحریر اور تقریر کو اپنی نوکِ کلک سے تہ تیغ کیا۔ عظمت رفتہ اور شوکتِ اسلام کے پرچم ہر سمت بلند فرمادیئے۔ آپ نے بتایا کہ جس طرح عبادات میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان جانِ عبادت ہے اسی طرح تجربات، مشاہدات اور موجودات میں اس کی قدرت پر ایمان فرض ہے۔ فلکیات ، ارضیات اور طبعیات کے اصول وقوانین ،لیل ونہار کی معمول کی گردش، موجودات اور حقائق کا وجود سب اسی کے اشارہ قدرت کے محتاج ہیں۔ غرض کہ ہر عیاں ونہاں میں وہی جلوہ گر ہے۔ اس کی قدرت اور منشا کے بغیر کوئی حرکت وسکون ممکن نہیں۔ سائنس کے تجربات ومشاہدات ہوں یا نظری علوم کے اصول، اس کی قدرت ومنشاء کے بغیر عدم محض ہیں۔ آج وقت کی رفتار اور تاریخ کے اوراق نے آپ کی مساعی کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں بریلی (انڈیا) کے ایک علمی وروحانی خاندان میں پیدا ہوئے (۱۲)۔ والد ماجد کا نام مولانا نقی علی اور دادا کا نام مولانا رضا علی تھا(۱۳)۔ یہ حضرات علم وعرفان کی اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے۔ ان کے معاصرین میں ان کی شہرت تھی۔ یہ حضرات مرجع علماء وصلحاء تھے۔ بہت سے خوش نصیب حضرات ان کے دامن گرفتہ تھے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے دور میں قدیم دینی علوم اور جدید سائنسی علوم کے ذریعے اسلامی معتقدات کو نشانہ بنایا گیا تھا اس لئے فیاض فطرت نے آپ کو قدیم دینی علوم اور جدید سائنسی علوم میں نہ صرف مہارت تامّہ عطا کی تھی بلکہ ان علوم وفنون میں ناقدانہ اور مجتہدانہ بصیرت وقوت عطا فرمائی تھی۔ تا کہ مجددانہ شوکت سے ان غیر اسلامی عقائد واعمال اور نظریات کی اصلاح کر سکیں۔ آپ کو بے شمار علوم عطا ہوئے۔ جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد ایک سو سے زائد ہے (۱۴)۔ ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، معانی، بیان، بدیع، سلوک تصوف، طب، ریاضی طبعیات، فلکیات ، ارضیات، ہیئت ، منطق ، فلسفہ ، جبرو مقابلہ ، لوگارثم، توقیت، مرایا ومناظر، جفر، جغرافیہ، ارثماطیقی ، زیجات اور دیگر علوم شامل ہیں۔ ان علوم میں سے بعض علوم آپ نے اساتذہ سے حاصل کئے اور بعض علوم کے ایجاد کردہ ہیں۔ (۱۵)

درج ذیل سطور میں امام احمد رضا قدس سرہ کی ان مجددانہ خدمات کی ایک جھلک دکھانا مقصود ہے جو سائنس بالخصوص طبعیات ، فلکیات اور ارضیات سے متعلق ہیں۔ آپ کے جملہ تجدیدی کارناموں کو بیان کرنے کے لئے مجلدات درکار ہیں۔

علوم عقلیہ میں نظریات بالعموم بدلتے رہتے ہیں سائنس خود ترقی پذیر ہے۔ مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں

حاصل ہونے والے اصول ایک ہی نہج پر نہیں رہتے۔ترقی پذیر شے مکمل نہیں ہوتی بلکہ منزل کی تلاش میں رواں دواں رہتی ہے۔ عقل، تجربہ اور مشاہدہ معیارِ صداقت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بلکہ جن قوموں نے موجودات اور مشاہدات کو معیار صداقت بنایا وہ دین سے بیگانہ ہوگئے۔الطاف حسین حالی کی زبانی سنیئے:

''اس معیار نے جو نتائج مذاہب کے حق میں پیدا کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ تمام قومیں جو علم اور تمدنی ترقی کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور سب رفتہ رفتہ مذہب سے دست بردار ہو جاتی ہیں'' (۱۶)

اس کے برعکس قرآنی حقائق، حدیث کے ارشادات اور دینی اصول غیر متبدل اور مکمل ہیں۔معیارِ حق وصداقت ہیں۔ اس لئے حق یہ ہے کہ علومِ فطری، طبعیات، ارضیات اور فلکیات وغیرہ کے تصورات کو غیر متبدل دینی حقانیت پر پیش کیا جائے۔

اگر قرآنی نصوص، حدیث کے ارشادات اور دینی حقائق اس کی تصدیق کردیں تو فبہا ورنہ ان کو اسلامی حقائق کے مطابق ڈھال لیں۔(۱۷)

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں یہی معیار بتایا، اسی پر عمل کو راہ ہدایت اور معیار صداقت ٹھہرایا۔اس کے ماسوا کو ہلاکت اور ضلالت سے تعبیر کیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ سائنس کو اسلام کے معیار پر پرکھو۔

ان کے متعدد جلیل القدر تصانیف:

۱۔ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۲۔ فوز مبین در رد حرکت زمین (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۳۔ نزول آیات فرقان بسکونِ زمین وآسمان (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

اور فتاویٰ رضویہ میں اس حقیقت کا بیان دیکھا جاسکتا ہے۔

طبعیات، ارضیات، فلکیات اور دیگر سائنسی علوم میں عام تصور یہ ہے کہ ان علوم کے اصول و قواعد فطری ہیں یعنی موجودات خود موجود ہیں۔کسی ایجاد کرنے والے کے محتاج نہیں۔ بظاہر یہ اصول سادہ اور بے ضرر ہے مگر اس کو قبول کر لینے سے خالق موجودات وحقائق پر ایمان حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے ضروری ہے کہ ان اصولوں، حقائق اور موجودات کے خالق قدرت پر ایمان حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے ضروری ہے کہ ان اصولوں، حقائق اور موجودات کے خالق کی قدرت پر ایمان کو مضبوط کیا جائے۔خالق باری تعالیٰ کی قدرت پر ایمان و ایقان کی صورت میں پریشان نظری، بے دینی اور الحاد کا رستہ مسدود ہو جاتا ہے۔تعلیم یافتہ طبقہ کی موجودہ بے راہ روی دور ہوگی اور ان شاء اللہ العزیز ایک حسین اسلامی انقلاب رونما ہوگا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ رضویہ اور تصانیف میں جہاں سائنسی علوم کی غلطیوں کی نشان دہی فرمائی وہیں ذہنوں کو خالق باری عزاسمہ کی قدرت کے قریب کیا۔عقلیات پر احادیث طیبہ میں بیان حقائق کو فوقیت دی۔عقلی ونظری تصورات اگرچہ تجربہ ومشاہدہ سے کتنے ہی موئید ہوں احادیث طیبہ اور اسلامی معتقدات پر کسی طرح فائق نہیں۔آپ نے پیکر حسن و جمال، مصدرِ کرم وکمال، منبع جودونوال سرّ جملہ اسرار، علت ہر علت سبب ہر سبب، مظہرِ قدرت جان عالم حضور پرنور علیہ ﷺ کی جانب ملت کا رخ موڑ دیا۔مولانا محمد علی جوہر نے کیا خوب تجزیہ کیا:

''اقبال نے مسلمانوں کے ذہن وفکر کو قرآن پاک کی طرف موڑ دیا اور مولانا احمد رضا خاں نے مسلمانوں کے قلوب کو صاحب قرآن کی طرف موڑ دیا'' (۱۸)

زمین وزمان تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے

چنیں و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے (۱۹)

برعظیم پر انگریزی تسلط کے دورِ مغلوبیت میں امام احمد رضا قدس سرہ کی آواز اسلامی غلبہ وتفوق کی علامت ہے۔ انگریز سائنس دانوں کے نظریات کو نا قابل تردید لدائل سے رد کیا اور اس کا برملا اظہار کیا۔ (۲۰/۲۱)

زلزلہ کے بارے میں ایک عام مقبول نظریہ یہ ہے کہ سطح زمین کے اندر گرم مواد موجود ہے جب کبھی یہ آتشی مواد زمین کے کسی نرم حصہ کو پھاڑ کر باہر نکلتا ہے تو زمین کی اس جنبش کو زلزلہ کہتے ہیں۔ علم ارضیات کے اس مقبولِ عام منظریہ سے دو خرابیاں واضح ہیں:

۱- آتشیں مواد کے خارج ہونے سے زمین کی جنبش کو اگر زلزلہ کا سبب مان لیں تو کیا وجہ ہے کہ ایک براعظم کی پوری زمین پر زلزلہ کیوں نہیں آتا جبکہ سطح زمین باہم متصل ہے۔ زمین کے ایک حصہ پر زلزلہ کا ہونا اور دوسرے پر نہ ہونا کیوں کر ممکن ہے حالانکہ ایسا واقع ہے۔

۲- زمین کی جنبش اگر از خود ہو تو الحاد و دہریت کا دروازہ کھل جائے گا۔ زلزلہ اگر چہ کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو خالقِ ارض وسما کی طرف توجہ اور میلان نہیں ہوتا۔ زلزلہ کے مقبول عام نظریہ کا یہ عظیم نقصان ہے۔

سردار مجیب الرحمٰن عطیہ دار علاقہ مجیب نگر، ڈاک خانہ مونڈا، ضلع کھیری، (انڈیا) نے ۲۶ صفر المظفر ۱۳۲۷ھ/ مارچ ۱۹۰۹ء کو امام احمد رضا قدس سرہ سے زلزلہ کے سبب کے بارہ میں سوال کیا۔ استفتا میں موصوف نے ایک روایت کا حولہ بھی دیا جو بعض کتابوں میں بیان کی گئی ہے کہ زمین ایک شاخ گاو پر ہے کہ وہ ایک مچھلی پر کھڑی رہتی ہے جب اس کا ایک سینگ تھک جاتا ہے تو دوسرے سینگ پر بدل کر رکھ لیتی ہے اس سے جو جنبش وحرکت زمین کو ہوتی ہے اس کو زلزلہ کہتے ہیں۔ اس روایت کے بعد وہی اعتراض پیش کرتے ہیں کہ زمین کے بعض حصہ کو جنبش ہوتی ہے اور بعض حصے سکون میں رہتے ہیں۔ (۲۲)

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا اور دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت وخفت میں مختلف ہونا، اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں۔ سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ یہ اور عالم اسباب میں باعث اصل بندوں کے معاصی:

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (۲۳)

"تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے، تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے"

اور وجہ وقوع (زلزلہ) کوہِ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے جس کا نام قاف ہے (۲۴)۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں۔ جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادہ الٰہی ہوتا ہے والعیاذ باللہ ثم برحمۃ رسولہ جل وعلا وعلیہ ﷺ (۲۵) قاف کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔ صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کہ ریشے کو حرکت دی گئی۔ پھر جہاں خفیف کا حکم ہوگا اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت۔ یہاں تک کہ بعض جگہ صرف ایک دھکا سا لگ کر ختم ہو جاتا ہے اور اسی وقت دوسرے قریب مقام کے در ودیوار جھونکے لیتے اور تیسری جگہ زمین پھٹ کر پانی

نکل آتا ہے یا عنف حرکت سے مادہ کبریتی مشتعل ہو کر شعلے نکلتے ہیں، چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے"، والعیاذ باللہ تعالیٰ (۲۶)

گویا زلزلہ کے تین سبب ہیں:

۱- حقیقی سبب ارادہ الٰہی ہے، جہاں ارادہ الٰہی ہوگا زمین کے اسی حصہ پر زلزلہ آئے گا۔

۲- بندوں کے اعمال، جن کی بناء پر زمین کو حرکت دی گئی اور بندوں کو اپنے کیئے کی جزا ملتی ہے۔

۳- کوہِ قاف کے ریشوں کی حرکت، اللہ تعالیٰ زمین کے جس حصہ پر زلزلہ کا ارادہ فرماتا ہے اسی حصہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے نظریہ کی تائید میں دو دلیلیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک حدیث شریف، دوسرے مثنوی مولانا روم کے اشعار، حدیث کی روایت یوں کرتے ہیں:

''امام ابو بکر ابن ابی الدنیا کتاب العقوبات اور ابو الشیخ کتاب العظمۃ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی:

"قال خلق الله جبلا يقال له ق محيط بالعالم وعروقه الى الصخرة التى عليها الارض فاذا اراد الله ان يزلزل قريته امر ذلک الجبل فحرک العرق الذى يلى تلک القرية فيز لزلها ويحر کها فمن ثم تحرک القرية دون القرية . (۲۷)

اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے۔ جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے۔ یہی باعث کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری میں نہیں'' (۲۸)

مثنوی مولانا روم کے سترہ اشعار نقل فرمائے جن میں اسی حدیث کا مفہوم بیان ہوا ہے اس میں سے چند اشعار یوں ہیں:

من بہر شہرے رگے دارم نہاں
بر عروقم بستہ اطراف جہاں

حلق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا
امر فرماید کہ جنباں عرق را

پس بجنا نم من آن رگ را بقہر
کہ بداں رگ متصل بودست شہر

چوں بگوید بس، شود ساکن رگم
ساکنم وز روئے فعل اندر تگم

امام احمد رضا قدس سرہ نے فتویٰ کے ابتداء میں اس کا جواب دیا۔ زلزلہ کے وقت زمین کے ایک حصہ کو حرکت ہوتی ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ ساکن رہتا ہے، فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے نزدیک ترکیب اجسام جواہر فردہ سے ہے اور ان کا اتصال محال ---اور جب زمین اجزائے متفرقہ کا نام ہے تو اس حرکت کا اثر بعض اجزاء کو پہنچنا بعض کو نہ پہنچنا مستبعد نہیں کہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کا سبب اصلی محض ارادۃ اللہ عزوجل ہے۔ جتنے اجزا کے لئے ارادۂ تحریک ہوا انہیں پر اثر واقع ہوتا ہے وبس۔ (۲۹)

سوال میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا کہ بیل کے سینگ

کے بدلنے سے زلزلہ آتا ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قریب قریب ابتدائے آفرینش کے وقت ہوا جب تک پہاڑ پیدا نہ ہوئے تھے۔ لکھتے ہیں:

عبدالرزاق وفریابی وسعید بن منصور اپنی اپنی سنن میں اور عبد بن حمید رابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ وابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابوالشیخ کتاب العظمۃ حاکم بافادہ تصحیح صحیح مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختار میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال ان اول شئی خلق الله القلم و کان عرشه علی الماء فارتفع بخار الماء ففتقت منه السموات ثم خلق النون فبسطت الارض علیه والارض علی ظهر فاضطرب النون فمادت الارض فاثبتت بالجبال .(۳۰)

اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الٰہی پانی پر تھا۔ پانی کے بخارات اٹھے۔ ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے پھر مولیٰ عزوجل نے مچھلی پیدا کی۔ اس پر زمین بچھائی۔ زمین پشت ماہی پر ہے۔ مچھلی تڑپی، زمین جھونکے لینے لگی۔ اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کر دی گئی۔ کما قال تعالیٰ والجبال اوتادا وقال تعالیٰ والقی فی الارض رواسی أن تمید بکم۔(۳۱)

پروفیسر مولوی حاکم علی نقشبندی سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کے استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ نے جو کچھ لکھا اس کے مطالعہ سے آپ کے نظریات کھل کر سامنے آتے ہیں۔ چند جملے آپ بھی پڑھیں:

''قرآن عظیم کے وہی معنی لیتے ہیں جو صحابہ وتابعین و مفسرین ومعتمدین نے لئے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جس کا پتہ نصرانی سائینس میں ملے مسلمانوں کو کیسے حلال ہوسکتا ہے'' (۳۲)

''بفضلہٖ تعالیٰ آپ جیسے دیندار سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ومسئلہ اسلامی اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہوسکتی ہے۔ اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن وحدیث واجماع سچے۔ یہ ہے بحمد اللہ شانِ اسلام۔(۳۳)

محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے۔ سب میں مسئلہ اسلامی کی روشن کیا جائے۔ دلائل سے سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنسی اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس ہی کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اپ ہی جیسے فہیم سائنس دان باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں'' (۳۴)

حوالہ جات

(۱) الثورالہندیہ (عربی) مصنفہ شہید آزادی مولانا فضل حق خیرآبادی، ناشر مکتبہ، چشتیاں، ضلع بہاول نگر
(ب) باغی ہندوستان اردو ترجمہ الثورۃ الہندیہ
مترجم: عبدالشاہد خاں شیروانی، ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور۔

(۲) باغی ہندوستان
مترجم محمد عبدالشاہد شروانی، ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور (۱۹۷۴ء)، ۱۶۱

(۳) ایضاً، ص ۳۵۵

(۴) حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی
مطبوعہ انجمن ترقی اردو، دہلی (۱۹۳۹ء) جلد اول، ص ۹۶
(ب) واقعات دار الحکومت دہلی، مصنفہ بشیر الدین احمد
مطبوعہ اردو اکادمی دہلی (تیسرا ایڈیشن 1995ء) اول، ص ۲۰۷
(ج) مقالات شبلی
(د) تذکرۃ الرشید، مصنفہ عاشق علی میرٹھی، محبوب المطابع دہلی، جلد اول، ص ۸۰
(ہ) حیات طیبہ، مصنفہ مرزا حیرت دہلوی، مطبوعہ دہلی، ص ۲۹۶
(و) مخزن احمدی، مصنفہ محمد علی، مطبوعہ مفید عام آگرہ، ص ۹۷
(ز) تریاق القلوب، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی
(ح) تبلیغ رسالت، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی، جلد ششم، ص ۶۵
(ط) ستارہ قیصرہ، مصنفہ غلام احمد قادیانی
(ی) تاج برطانیہ کی خرخواہی، مصنفہ الٰہی بخش، رحیم مرزائی، مطبوعہ گجرات (۱۹۱۱ء)
(۵) واقعات دار الحکومت دہلی، حصہ اول، ص ۲۰۳
(۶) حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی
مطبوعہ انجمن ترقی اردو، دہلی (۱۹۳۹ء)، جلد اول، ص ۲۰۴
(۷) ایضاً، جلد دوئم، ص ۲۷۷
(۸) سورۃ النحل: ۱۵، سورۃ لقمان: ۱۰
(۹) سورۃ النباء: ۷
(۱۰) دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)
شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی، جلد ۱۱، ص ۴۸، ۴۹
(۱۱) لغات فیروزی (اردو) مصنفہ مولوی محمد فیروز الدین
مطبوعہ مفید عام پریس لاہور (۱۹۱۲ء) ص ۳۵۵
(۱۲) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، جلد اول، ص ۱
(۱۳) ایضاً ص ۲-۳
(۱۴) قرآن، سائنس اور امام احمد رضا، مصنفہ ڈاکٹر لیاقت علی ڈپٹی کمشنر چکوال مطبوعہ چکوال، ص ۱۰-۱۱
(۱۵) (الف) الاجازات المتینیہ لعلماء مکۃ والمدینۃ، مولفہ مولانا حامد رضا بریلوی۔
(ب) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ مولانا ظفر الدین
(ج) حیات امام اہل سنت، مصنفہ مولانا ڈاکٹر محمد مسعود احمد
مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور، ص ۳-۴
(۱۶) حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین
مطبوعہ انجمن ترقی اردو، دہلی۔ (۱۹۳۹ء)، جلد دوئم، ص ۲۲۸

(۱۷) مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں، امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم
مولفہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء) ص ۷۱ تا ۷۷
(۱۸) اعلیٰ حضرت ایک جامع شخصیت از میاں محبوب احمد چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ (مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۶ء، ص ۳۳)
(۱۹) حدائق بخشش
(۲۰) "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین
(۲۱) فوز مبین در رد حرکت زمین میں امریکی مہندس پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا رد بلیغ ہے۔
(۲۲) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۸۹
(۲۳) سورۃ الشوریٰ: ۳۰
(۲۴) اسی کوہ قاف کو لغات فیروزی میں شاعرانہ تصور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (فقیر قادری عفی عنہ)
(۲۵) زلزلہ کی آفات سے بچاؤ کے لئے اس کی رحمت اور اس کے رسول کی رحمت کی پناہ مانگتا ہوں۔
(۲۶) فتاویٰ رضویہ مطبوعہ ممبئی، جلد ۱۲، ص ۱۹۱
(۲۷) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، علامہ جلال الدین سیوطی
مطبوعہ مصر، جلد ۶، ص ۱۰۲
اسی کے ہم معنی روایات تفسیر خازن، جلد ۴، ص ۱۷۴ تفسیر صاوی، جلد ۴، ص ۱۱۵، ابن کثیر، جلد ۴ تفسیر رازی جلد ۲۸ ص ۱۵۴ میں ہیں۔ ابن کثیر کا ان روایات کو اسرائیلیات کہہ کر رد کر دینا باعث تعجب ہے۔ (فقیر قادری عفی عنہ)
(۲۸) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، جلد ۱۲، ص ۱۹۱
(۲۹) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ
مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، جلد ۱۲ ص ۱۸۹، ۱۹۰
(۳۰) الدر المنثور فی التفسیر بلماثور، مطبوعہ مصر، جلد ۶ ص ۲۴۹، ۲۵۰
(۳۱) فتاویٰ الرضویہ، جلد ۱۲- ص ۱۹۰
(۳۲) رسالہ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲
(۳۳) محکومیت، مغلوبیت اور مرعوبیت کے دور میں اسلامی معتقدات پر ایسا ایمان بالجزم بڑے نصیب کی بات ہے۔ (فقیر قادری عفی عنہ)
(۳۴) رسالہ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مشمولہ فتاویٰ الرضویہ، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی، جلد ۱۲- ص ۲۸۸

☆☆☆

جمادى الأولى ١٤٢٢ هـ - النصف الأول من أغسطس ٢٠٠١

صوت آل البيت

كتاب «صفوة المديح» في مدح النبي صلى الله عليه وسلم وآل البيت والصحابة والأولياء

عرض وتقديم: نبيلة إسحاق محمد

يعد هذا الكتاب تحفة من تحف التراث الإسلامي بما في ذلك من ريب. إنه لعلم من أعلام الإسلام في القرن العشرين وداعية إسلامي بعيد الصيت. لقد أثرى التراث الإسلامي بمئات من الكتب والرسائل في خمسة وخمسين علما وفنا. إنه صوفي واصل صاحب مذهب وله أتباعه المريدون في أرجاء العالم الإسلامي، شماله وجنوبه وشرقه وغربه، كما أنه شاعر مجيد نظم الشعر في أربع لغات هي العربية والأردية والفارسية والهندية.

هو مولانا محمد أحمد رضا خان القادري الهندي (١٢٧٢هـ-١٨٥٦م / ١٣٤٠هـ-١٩٢١م) أشهر من نظموا في المدائح النبوية في اللغة الأردية الإسلامية، وهي لغة واسعة الانتشار إلى حد بعيد في باكستان وبنجلاديش وأفغانستان والهند ودول الخليج العربي.

إنه سني حنفي المذهب قادري المسلك راسخ الاعتقاد، يتجلى ذلك بأتم وضوح في كل ما أخرج من كتب. إنه مؤمن موفق يعبر عن إيمانه بلغة القرآن معتزا بكتاب الله تعالى متمسكا إليه في كل ما يدعو إليه ويورده من كتب. لقد أقدم على صنيع عظيم تكبو دونه الأقلام وتكل عنه الأفهام، هو ترجمته لمعاني القرآن الكريم إلى اللغة الأردية، وهذه الترجمة أوسع ترجمة لمعاني القرآن الكريم في اللغة الأردية. إنه أسس مذهبا وجماعة، المذهب الحنفي في باكستان وبنجلاديش والهند. ولقد اجتمع أهل الدين والعلم في شبه القارة الهندية على تلقيبه بمجدد القرن، وله علو المنزلة في البلاد الإسلامية، وكان من مسجد ومدرسة وجامعة تحمل اسمه تقديرا له وعرفانا بجميله ... يحتفل بذكراه في شهر صفر من كل عام، وقد انتفع بمصنفاته أتباعه من المحبين شديدي الإعجاب به، والتي عنيا الناس بها، وقال عنه زعيم شبه القارة الهندية من أقصاها إلى أقصاها لم يولد فيه من يشبه الإمام محمد أحمد رضا خان القادري في عبقريته التي لا يجود الزمان بمثله من أحد بعد بمثلها، وهذا واضح في فتاويه التي تقوم برهانا ساطعا على حدة ذكائه وعمق تفكيره وسداد رأيه. إنه الفقيه الحق بكل ما تتسع له الكلمة من معنى الذي تضلع من شتى علوم الدين الحنيف على نحو ربما لا يشاهد عند من سواه).

ويعد محمد أحمد رضا خان القادري أول من نادى في جهارة بضرورة إقامة دولة للمسلمين خصيصا في شبه القارة الهندية.

أما ما لا مرية فيه فهو أن محمد أحمد رضا خان القادري يعد بحق الشاعر الأعظم الذي مدح النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم في لغته الأردية الإسلامية، وتلك ميزة له ترفعه درجات ودرجات، لأنه تميز بمدح النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم. والمدح النبوي من أعز وأعظم وأكرم فنون الشعر الإسلامي، وهذا كان سببا في تلقيبه في شبه القارة الهندية بحسان العصر أو شاعر الرسول.

وكتابه المنظوم بالأردية الذي ترجمه عن الشعر الأردي دكتور حازم محمد أحمد محفوظ مدرس اللغة الأردية بكلية اللغات والترجمة جامعة الأزهر الشريف، ونقله إلى الشعر العربي مع شرحه دكتور حسين مجيب المصري الأستاذ بكلية الآداب من جامعة عين شمس، ويقع في ألفين وثمانمائة وأربعين بيتا من الشعر العربي في بحر المتقارب مع شرح المفردات اللغوية مع معنى كل بيت. وبهذا يتيسر الاطلاع على هذه الترجمة للعرب وغير العرب من أهل لا إله إلا الله.

إنه في أصله الأردي يقع في جزئين كبيرين كما أنه مرتب على أبجدية قوافيه. والجزء الأول يقع في إحدى وثمانين منظومة والثاني في إحدى وأربعين، وهذه المنظومات تتقلب في شتى فنون الشعر. إن عنوانه في أصله الأردي ما ترجمته روض من البساتين، ولكن بما أن هذا العنوان قد لا يسوغ في الذوق العربي لهذه الضرورة يجيء العنوان: صفوة المديح لأنها أدل على الكتاب من حيث ما ينتظم بين دفتيه.

إن هذا الكتاب في مدح الرسول صلى الله عليه وعلى آله وسلم أولا وبالذات، وآل البيت والصحابة والأولياء، فهو من التراث الإسلامي في الصميم.

إن الشاعر يقول فيه إن فؤاده يهوي إلى العرب. إنه يكثر في مدحه للرسول صلى الله عليه وعلى آله وسلم من وصف شمائله وشفاعته وإسرائه ومعراجه. إنه بالذات يردد ذكر شفاعته صلى الله عليه وعلى آله وسلم لأمته. وله فيه ما يعرف عند المتصوفة بالمناجاة وهي أن يرفع الإنسان كف الضراعة إلى الرحمن أملا في الغفران.

أما التصوف في هذا الكتاب فهو التصوف الذي يخلو من كل شطح وشطط. إنه التصوف الذي يستمد من كتاب الله والسنة والحديث الشريف.

إنه يسلك في شعره من معنى إلى معنى بحثا جريا على عادة شعراء الأردية، وهذا مما يجعل استطرادا لا بالقليل. ومن عادة كل منظومة يذكر فيها اسمه الشعري «المستعار - أسوة بشعراء الأردية - وهو «رضا».

أما والسيد عبد القادر الجيلاني، فهو يمدحه بكل ما في جعبته من رائع وجميل، ويعجب به غاية إعجابه، ويخصه من المدح بأكثر مما يختص به غيره من الأولياء.

إن محمد أحمد رضا خان القادري شاعر طويل النفس إلى مدى بعيد، فمن منظوماته ما تربو على مائة وست وتسعين بيتا، وإلى جانبها منظومات قصار، مما يقوم دليلا على أنه يقول الشعر منطلقا على سجيته مستجيبا إلى ملكة أصيلة، وهذا هو شأن الشاعر الحق بالمعنى الأصح الأدق.

والمنظومات التي بين دفتي الكتاب، مثنويات وقصائد وغزليات ورباعيات، وما يعرف بالفرد والقطعة، وبذلك يكون شاعرنا قد أثبت أنه مقتدر على النظم في كل أنماط الشعر الأردي حسب ما تغلب عليه رغبته وتحدده له عبقريته.

كما أنه ضمن بعض منظوماته أبياتا للشاعرين الصوفيين الفارسيين «جلال الدين الرومي» و«حافظ الشيرازي».

إن له نزعة دينية لا تخفى، ولكنه كذلك يوشي كلامه بما يضفي عليه رونقا في وصفه للطبيعة في اتساق وجمال زهرها وغناء طيرها وتفتح براعمها، وله الولوع بذكر الرياض ذات البهجة والورود الباسمة، وكأنما به يذهب مذهب المتصوفة الذين ينظمون في وصف الطبيعة على أن جمالها انعكاس لجمال الله تعالى، وهذا يضفي على كلامه سمة البلاغة.

إنه سليم الذوق في اختيار تشبيهاته واستعاراته وكناياته، وهذا ما يرشد إلى أنه شاعر مطبوع إلى كونه فقيها صحيح الفكر دقيق النظر. ولشعره وقع في نفوس من يتلقاه بالقراءة والسماع على حد سواء، وربما طالما أنشدت منظوماته في مناسبات دينية وعلى الأخص في الاحتفال بمولد الرسول صلى الله عليه وعلى آله وسلم.

وبالذكر حقيق أن أشهر منظوماته في صفوة المديح، منظومة بعنوان: المنظومة السلامية في مدح خير البرية، يستمد عنوانها من قوله صلى الله عليه وعلى آله وسلم الذي يردده بعد كل بيت فيها. إن لهذه المنظومة مكانة عظيمة في النفوس، فهي تتلى بعد الصلاة في كل يوم جمعة، كما أنها تتلى في المنازل، وجرت العادة في أيام الأعياد أن تجتمع النساء في بيت من تدعوهن لإلقاء السمع إلى من تنشدها بصوت جميل.

إن هذه الترجمة هي الوحيدة في لغة الضاد، والفضل للمتقدم.

ولا يعزبن عن البال أن لكل منظومة مترجمة عنوانا من صنع المترجمين وذلك رجاء الإيضاح والإفصاح. كما أن الأعاجم في هذه الترجمة معوان لمن لا يحسن العربية على الفهم، كما أخرجت السور القرآنية والأحاديث النبوية وذلك أخذا بالنهج الأقوم.

إن ترجمة هذا الكتاب المنظوم وضعه في مكانة بين كتب الدين والأدب في التراث الإسلامي، كما يعد شرحا للتيارات الروحية في الإسلام، وغير شك أنه يسد فراغا ويرأب صدعا في المكتبة العربية الإسلامية، ويضيف إليها جديدا ومفيدا.

إن المديح في هذا الكتاب يتناوله الإمام محمد أحمد رضا القادري على كيفية لا إلف للقارئ العربي بها، وبذلك يعلم منه القارئ العربي ما لم يكن له يعلم.

لتحية للمؤلف محمد أحمد رضا خان القادري وتحية للديوان وتحية للدكتور حسين مجيب المصري والدكتور حازم محفوظ، ونرجو من الله الجزء الأول.

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ
اور سائنس

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

ترتیب و پیشکش مولانا محمد ذوالقرنین قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امابعد! امیر جماعت اہلسنت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ نے چند ماہ قبل اپنے امریکہ کے تبلیغی دورے سے واپسی پر دارالعلوم امجدیہ کی بزم امجدی رضوی کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں وہاں کے کچھ تبلیغی حالات سے متعلق اظہار خیال فرمایا ان میں سے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے علم سے متعلق ان کی گفتگو قلم بند کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے امریکہ میں ایک جگہ دورانِ تقریر کہا کہ لوگ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو فقط ایک عالمِ دین سمجھ کر ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ و دیگر کتب کا مطالعہ کر کے لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کی کتب خصوصاً فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں تو صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، طلاق بیع وغیرہ کے شرعی مسائل کا بیان ہے۔ آج کل کے اس جدید سائنس (Science) اور ٹیکنالوجی (Tecnonogy) کے دور میں بہت ترقی ہوئی لوگ چاند پر پہنچ گئے، مریخ پر کمند ڈال رہے ہیں لیکن ہم ابھی تک وہیں کھڑے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم دین تھے لیکن جدید وقدیم علوم پر ان کی دسترس کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے متعلق کوئی بھی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اعلیٰ حضرت اس کا بھی مدلل جواب عطا فرماتے۔ اور باتوں کو تو چھوڑیئے فقط ایک مسئلہ تیمم کی بات سنئے کہ جب اس بارے میں اعلیٰحضرت سے سوال کیا گیا کہ تیمم کن چیزوں سے جائز ہے؟ تو اعلیٰ حضرت کی تحقیق کا دریا جوش میں آیا اور اس ضمن میں زمین سے نکلنے والی معدنیات پر ایک عظیم تحقیق (Research) اپنے فتاویٰ رضویہ میں کی۔ اور فرمایا کہ تیمم ہر اس شی سے جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون کون سی اشیاء زمین کی جنس سے ہیں جن سے تیمم جائز ہے اعلیٰ حضرت نے اپنے فتاویٰ میں (311) تین سو گیارہ چیزوں کا بیان کیا، ایک سو اکیاسی (181) سے تیمم جائز جن میں (74) چوہتر منصوص اور (107) ایک سو سات کے متعلق فرمایا یہ زیاداتِ فقیر میں اور (130) ایک سو تیس اشیاء سے تیمم ناجائز، جن میں (58) اٹھاون منصوص اور (72) بہتر زیاداتِ فقیر فرمایا، اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ "ایسا جامعہ بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات تو درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا"۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہم ۱۹۸۵ء کی قومی اسمبلی میں تھے محترم حاجی محمد حنیف طیب صاحب ہمارے گروپ سے پیٹرولیم کے مرکزی وزیر تھے ہمیں اپنی

شکریہ "رفیق علم" سالانہ مجلہ دارالعلوم امجدیہ کراچی

منسٹری میں معدنیات سے واسطہ پڑتا تھا مگر یہ حقیقت ہے کہ ہماری وزارت قدرتی وسائل و معدنیات کے پاس بھی اتنی جنسوں کی معلومات نہیں تھی جو فتاویٰ رضویہ میں درج ہیں، مگر اعلیٰ حضرت کی تحقیق دیکھیں کہ زمین کی ایسی ایسی اجناس کے نام گنوائے کہ جن کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا اور یہ کوئی چھوٹی بات نہیں، کسی ماہر معدنیات سے جا کر پوچھیں کہ زمین کی اجناس میں کون کون سے اشیاء داخل ہیں تو وہ ماہر بھی پچاس ساٹھ سے زیادہ اشیاء کے نام نہیں بتا سکے گا، مگر یہ ہمارے امام کا تحقیقی کارنامہ ہے کہ کتب فقہ میں مجموعی طور پر جنس زمین سے ۷۴ ایسی اشیاء مذکور ہیں جن سے تیمم جائز ہے لیکن ہمارے امام نے اپنی تحقیقِ مزید سے ان (74) پر (107) کا اضافہ فرما کر اس تعداد کو (181) تک پہنچا دیا جو کہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

آخر میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ معدنیات سے تعلق رکھنے والے ماہرین کو چاہیے کہ وہ ہمارے امام، امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا ضرور مطالعہ کریں اور اس سے استفادہ کریں تا کہ ان کو معدنیات پر تحقیق کرنے میں آسانی ہو اور وہ خود فیصلہ کریں کہ فتاویٰ رضویہ شریف علوم و معارفِ اسلامیہ کا بحرِ ذخار ہونے کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں بھی کس قدر بلند مقام کا حامل ہے۔

اب آیئے ہمارے امام کی مزید سائنسی تحقیقات (Scientific Research) کی طرف کہ جن کو پڑھ کر فیصلہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے امام ایک عظیم فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سائنسدان (Scientist Eminent) بھی تھے۔

ایک بات یاد رکھیں کہ سائنسدانوں کی ہر بات درست نہیں ہوتی کیونکہ تحقیق کے ساتھ ساتھ ان کے قوانین بدلتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور انکے پیارے رسول ﷺ کے قوانین اور اصول نہیں بدل سکتے۔ یہ جملہ معترضہ اس لئے لایا کہ آج زیادہ تر ہمارا معاشرہ سائنس کی باتوں کو مانتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کے فرمان کو نہیں سمجھتا مثلاً وہابیوں کی طرح پہلے کچھ زیادہ پڑھے لکھے (جاہل) سائنسدانوں نے سائنس کے نقطۂ نظر سے حضور اکرم ﷺ کے معراج کی رات آسمانوں اور پھر وہاں سے لامکاں پہنچنے کو اس طرح تولا کہ طبعیات (Physics) کی ایک شاخ سکونیات (Statics) ہے اس کے مطابق کوئی ثقیل جسم اپنا مرکز ثقل (Centre of Gravity) چھوڑ کر نہیں جا سکتا کیونکہ زمین تمام اجسام کا اپنے مرکز کی طرف کھینچ رہی ہے اور اگر کوئی جسم کسی قوت کی وجہ سے اوپر جائے تو پھر زمین اس جسم کو اپنے مرکز کی طرف کھینچ لے گی۔ مثلاً آپ کسی گیند کو اوپر کی جانب قوت لگا کر پھینک دیں تو وہ اوپر جا کر پھر نیچے آ جاتی ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے جاہل سائنس دان بولے کہ حضور ﷺ کا جسم اپنا مرکز چھوڑ کر اوپر کس طرح گیا؟ اور اگر براق پر سوار ہو کر گئے تو براق کے ساتھ جسم کا وزن اور بڑھ گیا چنانچہ براق کچھ قوت لگانے کے بعد اوپر چلا جاتا تو اس کو پھر نیچے زمین کے مرکز کی طرف آنا چاہیے تھا جب کہ ہم سنتے ہیں کہ حضور ﷺ تو آسمانوں سے بھی اوپر تشریف لے گئے تو مرکز ثقل چھوڑ کر کیسے گئے۔؟ یہ ہے حضور ﷺ کی محبت کے بغیر سائنس پڑھنے کا فائدہ کہ جناب سائنس پڑھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے محبوب ﷺ کے مرتبے کو بھول گئے، تو جو سائنس اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کے فرمان سے ہٹ کر ہو تو اس سائنس کو ہم نہیں مانتے۔ بہر حال بات چل رہی تھی مرکز ثقل (Centre of Gravity) کی کہ حضور ﷺ مرکز ثقل چھوڑ کر اوپر کیسے گئے۔؟

ہم کہتے ہیں کہ بقول آپ کے آج سائنسدان چاند پر پہنچ گیا ہے تو اس سائنسدان کا بھی تو جسم تھا یہ کیسے پہنچا۔؟ اگر تم کہو گے کہ یہ سائنس کا کمال ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا آسمان پر تشریف لے جانا اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا کمال ہے، اسی طرح تمہارا جہاز (Aeorplane) اگر نیوٹن کے تیسرے قانونِ حرکت (newton's Third Law of Motion) کے مطابق اوپر اڑ جاتا ہے اور دور دراز مقامات کی طرف جاتا ہے اور پھر واپس آ جاتا ہے اور جہاز سائنسدانوں کا بنایا ہوا ہے تو ہمارے رب کی طرف سے آیا ہوا جہاز (براق) قدرت کے بنائے ہوئے قوانین حرکت کے مطابق مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں پر کیوں نہیں جا سکتا؟

بتانا یہ مقصود تھا کہ سب سے پہلے ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے فرمان پر ہے کہ جو وہ ارشاد فرمائیں ان کے فرمان کے آگے ہم کسی سائنسی نظریہ یا کسی سائنسدان کی (غلط) بات کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ بہر حال موضوع کہیں اور نکل گیا میں بتا رہا تھا کہ زمین کی جنسوں کے علاوہ ہمارے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی مزید سائنسی تحقیقات کو آپ فتاویٰ رضویہ میں دیکھ سکتے ہیں کہ جن پر ہمارے امام نے نفیس تحقیق کی ہے

اسی طرح سائنس پڑھنے والے لوگ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ پانی (Water) کے متعلق سائنسی نظریہ یہ ہے کہ پانی بے رنگ (Colourless) ہے یعنی پانی کا کوئی رنگ نہیں جس برتن میں رکھا جائے اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے، لیکن امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پانی کے رنگ سے متعلق اپنی سائنسی تحقیق کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پانی بے لون یعنی بے رنگ (Colourless) ہے خود کوئی رنگ نہیں رکھتا جیسا کہ احمد بن ترکی المالکی نے جواہر زکیہ میں پانی کی تعریف یہ کی ہے کہ پانی ایک ایسا بہنے والا جوہرِ لطیف ہے جس کا اپنا کوئی رنگ نہیں بلکہ وہ برتن کے رنگ سے رنگدار دکھائی دیتا ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تحقیق فرماتے ہیں کہ ان (صاحب جواہر زکیہ) پر لازم تھا کہ وہ یوں تعریف کرتے کہ وہ ملنے والی چیز سے رنگ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ آخری جملہ بیان کا محتاج ہوتا ہے اسلیئے اس کتاب کے محشی سفطی مالکی نے کہا ہے کہ شفاف ہونے کی جہ سے برتن کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہے جب سبز برتن میں ڈالیں تو سبزی پانی کو نہیں لگتی بلکہ وہ رقّت کی بنا پر برتن کے لئے حاجب نہیں بنتا۔ فرماتے ہیں اسی طرح پانی کے رنگ کی نفی میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ برف شفاف اجزاء سے مرکب ہے اس کا کوئی رنگ نہیں ہے بلکہ وہ پانی کے باریک اجزاء ہیں لہذا جب برف کا کوئی رنگ نہیں تو پانی کا بھی رنگ نہیں ہوگا اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ اجزاء باریک ہونے کی وجہ سے رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو۔

اعلیحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ! میں کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں، کیوں کہ آپ دیکھتے ہیں کے بادل کے بخارات میں رنگ ظاہر ہوتا ہے اور یہ رنگ پانی کے اجزاء کا رنگ ہے حالانکہ یہ اجزاء برف کے اجزاء سے زیادہ باریک ہیں یہی وجہ ہے کہ برف اوپر سے گرتی ہے اور بخارات اوپر کو اٹھتے ہیں اور باریک اجزاء جب علیحدہ ہوں نظر نہیں آتے تو اس کا رنگ کیونکر نظر آئے لیکن جب یہ باریک اجزاء جمع ہوں تو نظر آتے ہیں تو اس وقت ان کا رنگ بھی نظر آئے گا جیسا کہ بخارات اور دھوئیں میں۔ لہذا پانی کے چھوٹے چھوٹے اجزاء جمع ہو کر ان میں رنگ نظر آئے گا اور یہی چیز پانی کا رنگ کہلائے گی جو عقل سے بعید نہیں)۔ اگر پھر بھی پانی کا رنگ دار ہونا سمجھ میں نہ آئے تو اب پانی کے رنگ کے اثبات

کے لئے آپ ایک ایسا قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر اسے سمجھا جائے تو ان شاء اللہ پانی کے رنگ کا اثبات خود بخود ہو جائے گا۔
آپ فرماتے ہیں کہ ''ابصار عادی دنیاوی کے لئے ''مرئی ذی لون'' ہونا شرط ہے بالکلیہ مرئی نہیں مگر لون وضیاء، تو پانی بے لون کیونکر ہوسکتا ہے''۔

یعنی دنیا میں کسی چیز کو عادتاً دیکھنے والے کے لئے اس چیز کا رنگ دار ہونا شرط ہے اور اس چیز کا رنگ دار ہونا یا تو بطور رنگ کے ہوگا یا بطور چمک کے یعنی اس چیز میں یا تو کوئی نہ کوئی رنگ ہوگا یا کوئی نہ کوئی چمک۔ اسی طرح پانی بھی ایک ظاہری چیز ہے تو اس کو دیکھنے کے لئے وہ کس طرح بے رنگ ہوگا، ہاں ہوا کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کوئی رنگ نہیں کیونکہ اسے ہم عادتاً دیکھ نہیں سکتے ہیں۔

مثلاً کوئی کہے کہ میں گھر کے پیچھے ہوا دیکھ کر آیا ہوں تو سب اس کو بے وقوف کہیں گے کہ ہوا کو کس طرح دیکھا جاسکتا ہے لیکن اگر کسی نے کہا کہ میں گھر کے پیچھے پانی دیکھ آیا ہوں تو پھر ہر کوئی مان لے گا کیونکہ وہ دیکھا جاسکتا ہے اس لئے کہ ضرور اس کا رنگ ہے اگر رنگ نہیں ہوتا تو دیکھا بھی نہیں جاسکتا بخلاف ہوا کہ اس کا رنگ نہیں اس لئے دیکھی بھی نہیں جاسکتی۔ لہذا ثابت ہوا کہ پانی رنگ دار ہے، (Colourless) بے رنگ نہیں۔ یہ ہے ہمارے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی سائنسی تحقیق (Scientific Research) جس سے پانی کا رنگ دار ہونا ثابت ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر پانی کا رنگ کیسا ہے؟ تو پانی کا رنگ کے بارے میں اختلاف ہوا بعض نے کہا سفید (White) ہے اور بعض نے کہا سیاہ (Black) ہے جب کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نہ سفید کہتے ہیں نہ خالص سیاہ بلکہ سوادِ خفیف کہتے ہیں، وہ کیسے! آیئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی سائنسی و علمی تحقیقات پر غور کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے سفید کہنے والوں کے دلائل کو پیش کیا اور پھر ان کا جواب دیا۔ فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا پانی کا رنگ سفید ہے جیسا کہ فاضل یوسف بن سعید اسماعیل مالکی نے حاشیہ عثمانیہ میں یہی اختیار کیا اور تین دلیلیں لائے۔

(۱) مشاہدہ (Observation)
(۲) حدیث شریف، کہ پانی کو دودھ سے زیادہ سفید فرمایا
(۳) برف (ICE) جم کر کیسا سفید نظر آتا ہے

چنانچہ فاضل یوسف کہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ پانی کا رنگ کیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ جو رنگ نظر آتا ہے وہ سفید ہے اور اس کی دلیل ایک حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں پانی کی صفت میں کہا گیا ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس حقیقت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ پانی جم کر جب برف کی صورت میں زمین پر گرتا ہے تو اس کا رنگ انتہائی سفید نظر آتا ہے۔ اب ان کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

(۱) مشاہدہ (Observation):

فرماتے ہیں کہ مشاہدہ سے پانی کا سفید ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ شاھد ہے کہ وہ سفید نہیں لہذا جب سفید کپڑے کا کوئی حصہ دھویا جائے تو جب تک وہ خشک نہ ہو اس کا رنگ سیاہی مائل رہے گا، یہ پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے؟

اسی طرح دودھ جس میں پانی زیادہ ملا ہو سفید نہیں رہتا بلکہ نیلاہٹ لے آتا ہے (اگر پانی سفید ہوتا تو دودھ کے رنگ میں نیلاہٹ کیوں آتی؟) تو ان دو مشاھدوں سے ثابت ہوا کہ

پانی کا رنگ سفید نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔

(۲) حدیثِ رسول ﷺ:

فاضل مالکی کی پیش کردہ حدیث شریف کے متعلق گفتگو سے قبل کیا پیاری بات ارشاد فرمائی کہ اس حدیث شریف میں آبِ کوثر اطہر کا ذکر ہے (نہ کہ مطلق پانی کا) اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور مہربانی اور اپنے حبیب اکرم، قاسمِ نعمت ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ اور آپ کے آل واصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طفیل ان کی امت پر کرم فرماتے ہوئے ہمیں بھی حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے۔" دیکھا آپ نے کہ حدیث شریف سے مستنبط دلیل کا فوراً جواب نہیں دیا کیونکہ یہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمان ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ سے بہت پیاری دعا کی اور پھر اس کا جواب دیا، اس کو کہتے ہیں ادب! تو یہ ہے ہمارے امام کا ادب بارگاہِ رسالت علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ میں، تو فی الحقیقت سائنسدان وہی ہے جو فہم وفراست عقل وتدبر اور سائنسی قوت وصلاحیت عطا فرمانے والی ذات اللہ رب العالمین اور اسکے محبوب کریم قاسم ہر نعمت حضور ختمی مرتبت ﷺ اور ان کے جمیع فرمودات کا ادب واحترام اپنی تمام سائنسی تحقیقات میں ہمہ وقت ملحوظِ خاطر رکھے جیسا کہ امام اہلِ زمان، دنیائے اسلام کے عظیم سائنسدان سیّدی اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت علیہ الرحمۃ کے تحقیقی کلمات نافعہ سے ظاہر ہے۔ غرض آپ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کے مطلق پانی کا رنگ سفید ہو، اسی حدیث شریف میں اس کی خوشبو مشک سے بہتر فرمائی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ دوعالم نے ارشاد فرمایا میرا حوض ایک ماہ کی راہ تک ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر اور دوسری روایت میں ابیض من الورق یعنی چاندی سے بڑھ کر اجلا حالانکہ پانی اصلاً بو نہیں رکھتا۔ جیسا کہ ابن کمال پاشا نے کہا (نیز شرعی مسئلہ ہے کہ اگر پانی کی بو بدل جائے تو اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ اگر بو نہیں ہوتی تو بو کا مسئلہ کیوں؟) آپ جواباً فرماتے ہیں کہ پانی کی بو بدلنے والے قول میں مجاز ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کی اپنی کوئی بو نہیں ہے لہذا اس قول سے وہ بو مراد ہوتی ہے جو پانی پر طاری ہوتی ہے فرماتے ہیں کوثر تو جنت کا پانی ہے اور اس کے ضد جہنم ہے (العیاذ باللہ) جس کی آگ اندھیری رات کی طرح کالی ہے چنانچہ حدیث شریف میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ کیا تم اسے اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو بیشک وہ تارکول (ڈامر) سے بڑھ کر سیاہ ہے۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کا اصل رنگ سیاہ ہو یا ہر آگ ایسی ہی خود حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اسے اس آگ کی طرح سرخ نہ جانو اسی طرح آبِ کوثر والی حدیث شریف سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی یا ہر پانی سفید ہو۔

(۳) برف (ICE) کی سفیدی:

اب آپ فاضلِ مالکی کے برف سے استدلال پر جواباً فرماتے ہیں کہ بعد انجماد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ اس کا اصلی رنگ ہے۔ خشک ہونے پر خون سیاہ ہو جاتا ہے اور مچھلی کی سرخ رطوبت سفید، تو معلوم ہوا کہ برف کی سفیدی پر استدلال کرتے ہوئے پانی کا رنگ سفید کہنا درست نہیں ورنہ خون کے رنگ کو سیاہ کہنا پڑے گا حالانکہ ایسا نہیں۔ اسی طرح قائلینِ سیاہ کے دلائل مع جوابات ارشاد فرمائے جنہیں فقیر نے بخوف طوالت ذکر نہیں کیا۔ من شاء تفصیلاً فلیرجع الی فتاوی الامام العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔

مذکورہ تحقیقات انیقہ کے بعد اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ اور قانون پانی کے رنگ کے بارے میں کیا

ہے؟

فرماتے ہیں ''حقیقت امر یہ ہے کہ پانی خالص سیاہ نہیں مگر اس کا رنگ سفید بھی نہیں میلا مائل بیک گونہ سوادِ خفیف ہے اور وہ صاف سفید چیزوں کے مقابل آ کر کھل جاتا ہے جیسے کہ ہم نے سفید کپڑے کا ایک حصہ دھونے کی حالت بیان کی۔ تو ثابت ہوا کہ پانی بے رنگ (Colourless) نہیں۔ جیسا کہ سائنسدانوں کا نظریہ ہے بلکہ رنگ دار ہے یہ ہے ہمارے امام کی پانی کے رنگ دار ہونے پر مختصر سائنسی وعلمی تحقیق (مزید معلومات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے)۔

طبیعیات (Physiscs) پڑھنے والے افراد، ابن سینا اور ابن الہیثم وغیرہ سائنسدانوں کے نام بخوبی جانتے ہیں جن کا سائنسی دنیا میں بڑا نام ہے ان کے ایک سائنسی نظریہ کو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حکماء یعنی قدماء میں سے بعض بے وقوف ہیں جن کی پیروی ابن سینا اور ابن الہیثم نے کی ہے۔ ابن سینا اور ابن الہیثم کی پیروی حکماء کے اس قول میں ہے جس میں حکماء نے تمام رنگوں کے پیدا ہونے میں روشنی کو شرط قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں مثلاً رات کو اندھیرے میں کمرے سے چراغ کو نکال دیا جائے (یعنی لائٹ آف کر لی جائے) تو کمرے میں موجود تمام رنگ دار چیزوں کا رنگ ختم ہو جائے گا اور جب وہ دوبارہ چراغ کو کمرے میں داخل کیا جائے (یعنی لائٹ آن کر لیجائے) تو کمرے میں موجود تمام چیزیں پہلے رنگوں کی ہم مثل رنگ دار ہوں گی، یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک معدوم ہونے کے بعد کسی چیز کا اعادہ محال ہے۔ (لہذا پہلا رنگ دوبارہ عود نہیں کرے گا بلکہ اس کی مثل نیا رنگ پیدا ہوگا)۔

فرماتے ہیں!

''میں کہتا ہوں کہ بے شک یہ بات ان کے قول کہ ''شفاف اجزاء میں کسی مزاج کے بغیر ہوا کے ملنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے'' سے بھی بعید ہے''

چنانچہ مسلمان سائنسدانوں کو حدیث پاک سے دلیل دیتے ہوئے لکھا کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے مزید آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں ایک ہزار سال آگ جلائی گئی تو سرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال حتیٰ کہ سفید ہوئی پھر ایک ہزار سال حتیٰ کہ سیاہ ہوگئی۔ پس جہنم کی آگ انتہائی سیاہ (رنگ) ہے جس کا شعلہ روشن نہ ہوگا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ آگ انتہائی سیاہ ہے جیسے اندھیری رات۔

فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں جہنم کی آگ کے لئے اندھیری ہونے اور روشن نہ ہونے کے باوجود رنگ کا اثبات فرمایا (یعنی جہنم کی آگ میں اندھیرا پن ہوتا ہے اور روشنی نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس میں رنگ موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح کمرے میں لائٹ آف کرنے کے بعد اندھیرا پن ہوتا ہے اور روشنی نہیں ہوتی مگر اشیاء میں اس کا رنگ موجود ہوتا ہے جو عقل سے بعید نہیں)

نوٹ: جہنم کی آگ کی سیاہی کا ذکر بھی حدیث شریف سے ہمیں معلوم ہوا اور مسلمان، حضور پر نور ﷺ کی ولادت اقدس کی خوشی میں جو روشنی کرتے ہیں اس کی بحث میں براہین قاطعہ میں یہ عبارت مولوی گنگوہی کی کہ ''جو روشنی زائد از حاجات ہے وہ نار جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے'' محض جہالت اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ وہ کالی رات کی طرح اندھیری ہے مگر اس کو اس میں روشنی سوجھی۔

اسی طرح روشنی کی اشاعت اور انعکاس

(Propagation and Reflection) کے ماہرین کیلئے نہایت واضح قوانین اپنے فتاویٰ شریف میں مرتب کئے۔ مثلاً مستوی آئینہ سے شبیہ بننا (Image formed by Plain Mirror)

فرماتے ہیں "شفیف اجرام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوتی ہیں ولہذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پسِ پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا واپسی میں نگاہ جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹتے میں انہیں دیکھا ہے وہ لہذا آئینے میں دہنی جانب، بائیں معلوم ہوتی ہیں اور بائیں دہنی، ولہذا شئے آئینے سے جتنی دور ہو اسی قدر دور دکھائی دیتی ہے اگر چہ سوگز فاصل ہو حالانکہ آئینہ کا دَل جَو بھر ہے سبب وہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اتنا ہی فاصل طے کر کے اس تک پہنچی ہے۔"

سراب (Mirage) کا عمل:

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دھوپ میں جب ہم دور سے دیکھتے ہیں تو ہمیں زمین پر پانی نظر آتا ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہوتا اسی کو سراب کہتے ہیں۔ طبعیات جاننے والے اس عمل کو سائنس کی کتابوں میں درج کرتے ہیں اور قوانین مرتب کرتے ہیں تو ہمارے امام نے بھی اپنی سائنسی تحقیقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ "جس طرح برف کے باریک باریک متصل اجزاء کہ شفاف ہوتے ہیں نظر کی شعاعوں کو واپس پلٹاتے ہیں، پلٹتی شعاعوں کی کرنیں ان پر چمکتی ہیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے، چنانچہ زمینِ شور میں دھوپ کی شدت میں دور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے، خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اس زمین میں اجزائے صیقلہ شفافہ دور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوئیں، اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہیں جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اس کا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے اسی لئے ہمیں سراب جھل جھل کرتا نظر آتا ہے اور قاعدہ ہے کہ زاویہ انعکاس ہمیشہ زاویائے شعاع کے برابر ہوتے ہیں اشعۂ بصر یہ اتنے ہی زاویوں پر پلٹی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صیقلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹیں لہذا وہاں چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا۔ (حالانکہ وہ پانی نہیں ہوتا)"

اور فقط یہی نہیں بلکہ آپ فتاویٰ رضویہ کو سائنسی نطقۂ نظر سے دیکھیں تو آپ کو بہت سے سائنسی قوانین معلوم ہوں گے کہ عام سائنس کی کتابس میں ان قوانین کا ملنا بھی مشکل ہے۔ اسی طریقے سے ہمارے امام نے جیومیٹری (Geometry) اور ریاضی (Mathemetics) کے متعلق بھی کافی تحقیق کی ہے فتاویٰ رضویہ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی دیگر کتابوں سے کافی معلومات ہو جائیں گی۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جو سائنسی نظریہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان سے ہٹ کر ہو، ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبِ کریم ﷺ کا سچا اور باعمل عاشقِ صادق بننے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

تذکرہ

اعلیٰ حضرت بزبان صدرشریعت

مولانا محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

شریعت کے صدر شہیر، طریقت کے بدر منیر، شہرۂ آفاق کتاب بہار شریعت کے مصنف حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو جملہ علماء حرمین شریفین نے مجدد دین و ملت تسلیم کیا، بکثرت علماء حرمین طیبین نے اعلیٰ حضرت سے سندیں حاصل کیں اور آپ کے تلامذہ میں داخل ہوئے، بلکہ آپ کے مرید ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ ان علماء کو قلم برداشتہ جو سندیں تحریر فرمائی ہیں، وہ بھی ایک کتاب کی شکل میں شائع ہوئی تھیں، جس کا نام، الاجازات المتینہ للعلماء البکۃ والمدینۃ'' ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قدرت نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو کس قدر وسعت علم اور کلام پر قدرت عطا فرمائی تھی---

(تذکرہ صدر الشریعہ، خود ان کی زبانی، قلمی، صفحہ۲)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تصانیف دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بلا تکلف آپ کتنی فصیح عربی تحریر فرمانے کا ملکہ رکھتے تھے۔ دیکھنے والے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو عربی تحریر فرمانے میں یا عربی گفتگو کرنے میں کسی قسم کا کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا، جس طرح اردو میں لکھتے یا کلام کرتے اسی طرح عربی میں گفتگو یا عربی تحریر ہوتی تھی بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''عربی لکھنا یا بولنا بہ نسبت اردو کے زیادہ سہل معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ یہ علمی زبان ہے اور علم کے ادا کرنے کیلئے اس میں زیادہ الفاظ ملتے ہیں''

زمانۂ قیام مکۂ معظمہ میں وہاں کے علماء کو اعتراف کرنا پڑا کہ آپ عربی اس انداز سے اور اس لب ولہجہ سے بلا تکلف ادا فرماتے ہیں کہ اگر پردہ ڈال دیا جائے تو کوئی سننے والا یہ محسوس نہیں کرسکتا کہ یہ متکلم ھندی ہے۔

عربی میں آپ کی گفتگو کئی قسم کی تھی۔ شہری عربی جو آج کل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رائج ہے، دوسرے بدوی عربی کہ اسی لب ولہجہ میں الفاظ کو ادا کیا کرتے تھے، شام اور مصر کے لوگ جس قسم کی عربی بولتے ہیں اس کو بھی بلا تکلف اسی انداز سے بولتے تھے اور ایک یہ فصیح کتابی عربی جو زمانۂ رسالت اور اس کے کچھ بعد تک جاری ہے۔ (ایضاً، صفحہ۲۱)

خداداحافظہ:

فتویٰ نویسی جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں میں سرانجام دیا کرتا تھا وہ اکثر، عموماً املا کی صورت میں ہوتی تھی، کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے سامنے سوال پڑھ کر سنا دیا جاتا تھا پھر جواب ارشاد فرماتے اور لکھ لیا جاتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سوالوں سے متعدد نمبر ایک ساتھ سنا دیئے جاتے اور سب کو جواب سلسلہ وار اور نمبر وار املا فرمایا کرتے تھے، جن سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے حافظہ اور ذہانت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (ایضاً، صفحہ ۲۹)

خدمت دین وافتاء:

ایک مرتبہ (اعلیٰ حضرت نے) کسی بڑے عالم دین مرجع افتاء کا تذکرہ فرمایا کہ ان سے لوگ اس کثرت سے فتاویٰ پوچھا کرتے تھے کہ حالت نزع میں بھی ان سے مسائل پوچھے اور انہوں نے جوابات دیئے، اس تذکرے کے بعد حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا، آپ سے بھی ایسا ہی ہوگا کہ لوگ اس وقت بھی استفادہ کریں گے اور دینی معلومات حاصل کریں گے۔؟ ارشاد فرمایا!

''اگر تائید ایزدی شامل رہی تو جس وقت بھی
مجھ سے مسائل پوچھے جائیں گے اس کا جواب
دوں گا اور ان شاء اللہ صحیح جواب دوں گا''

حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں کہ (اعلیٰ حضرت کے) وصال سے ایک روز قبل میرے پاس استفتاء آیا، جس میں کچھ دشواری پیش آئی اور صحیح بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہوتا اور جو بات ذہن میں آتی مخدوش نظر آتی، حاضر آستانہ ہوا پردہ کر کے حضور (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ) کی خدمت میں پہنچا، مزاج پرسی وغیرہ کے بعد استفتاء کا مضمون عرض کیا اور یہ بھی کہ اس کا جواب کیا ہونا چاہیے۔؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا، پھر میں نے عرض کیا کہ یہ حکم کس کتاب اور کس مقام پر ہے۔؟ فرمایا ''بحر الرائق'' میں فلاں مقام پر، اس کے بعد فرمایا:

''ابھی میری ایک لڑکی میرے سامنے آئی بہت دیر تک سوچتا رہا اور اس کا نام مجھے یاد نہیں آتا تھا اب میرے دماغ کی یہ حالت ہے مگر الحمد للہ کہ دینی مسائل وعقائد اور ردّ مذہبان کے جملہ مضامین پیش نظر ہیں ان باتوں کے لئے مجھے غور وخوض کرنے کی حاجت نہیں۔ کس بد مذہب کو کس بارے میں عاجز کیا جاسکتا ہے، اس کی دکھتی رگ کون سی ہے اب بھی بلا تأمل بتا سکتا ہوں''

میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو خدمت آپ کے سپرد فرمائی ہے وہ آپ آخر وقت تک انجام دیتے رہیں گے۔ (تذکرہ صدر الشریعہ، خود ان کی زبانی، قلمی صفحہ ۳۲)

کنزالایمان:

ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' امت پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا بہت بڑا احسان ہے، لیکن اس ترجمہ کے اصل محرک حضرت صدر الشریعہ ہیں، آپ ہی نے امام احمد رضا قدس سرہ سے ترجمۂ قرآن کی نہ صرف گذارش کی بلکہ اصرار بھی کیا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے وعدہ فرمالیا مگر کثرت مشاغل کے باعث مستقل وقت نکالنا دشوار تھا، حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے رات کو سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کا وقت متعین فرمایا۔
(سوانح صدر الشریعہ، صفحہ ۸۔)

حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

''جب سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ قیلولہ فرماتے تو میں کاغذ قلم لے کر بارگاہ رضوری میں حاضر ہوتا، قرآن پاک کی آیات پڑھتا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس کا ترجمہ فرماتے اور میں ان ترجموں کو قید تحریر میں لیتا جاتا اس طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ قرآن شریف کا ترجمہ ''کنزالایمان'' کے نام سے مکمل ہو گیا'' (ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر صفحہ ۱۵۷)

معمولات:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے معمولات میں تھا، کہ روزانہ بعد نماز عصر مغرب تک مردانے مکان میں تشریف فرما رہتے اور وہی وقت روزانہ حضور ملاقات کا تھا، کوئی صرف ملنے کے لئے آتا، کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے، بعض لوگ استفتاء بھی کرتے جن کے جوابات لکھوایا کرتے اور اسی وقت میں بعض بیرونی استفتاء جو آئے ہوتے ان کو جواب لکھواتے جاتے اور ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن، جمعہ سے عصر تک اور عصر کے بعد مغرب تک باہر تشریف رکھا کرتے، جمعہ کے بعد حاضرین کی ایک بڑی جماعت موجود رہتی، اس وقت عموماً دینی بات لوگ دریافت کرتے اور حضور جواب دیتے یا کسی حدیث یا آیت کے متعلق بیان فرماتے، کبھی اولیائے کرام کے واقعات بیان فرماتے، حاضرین آستانہ میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو دنیا کی باتوں میں گفتگو کرتے دیکھا، ہمیشہ کوئی نہ کوئی دینی تذکرہ ہی رہا کرتا۔

(ایضاً صفحہ ۳۱)

وعظ و تقریر:

اعلیٰ حضرت قبلہ وعظ فرمانے سے گریز کیا کرتے تھے، سال میں دو وعظ اپنی خوشی سے بغیر کسی کے کہے فرماتے تھے، ایک اپنے پیرومرشد سیدنا آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ کے عرس میں اور دوسرے بارہویں ربیع الاول شریف کو، ان دو تقریروں کے علاوہ اگر کوئی تقریر کی ہے تو بہت زیادہ لوگوں کے اصرار اور مجبور کرنے پر یہاں تک کہ مدرسہ منظر اسلام کے جلسے جو اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کے زمانے میں مسجد بی بی جی میں نہایت شاندار اور کامیاب ہوا کرتے تھے، ان جلسوں میں جب کبھی تقریر فرمائی ہے تو بہت زیادہ علماء اکابر کے اصرار کرنے پر۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تقریر نہایت پرمغز بہت زیادہ مؤثر اور تقریر میں علمی نکات بکثرت ہوا کرتے تھے، کبھی کوئی ایسی تقریر نہیں ہوئی جس میں سامعین پر عموماً گریہ طاری نہ ہوا ہو اور چاروں طرف سے آہ بکا کی آوازیں نہ آئیں ہوں۔ (ایضاً صفحہ ۳۵)

اصلاح خطباء و مقررین:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''عموماً مقررین اور واعظین میں افراط اور تفریط ہوتی ہے اور احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہے، الفاظ حدیث کی تفسیر و تشریح اور اس میں بیان نکات یہ جائز ہے، مگر نفس حدیث میں اضافہ کرنا اور جس شے کو حضور ﷺ نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنا یقیناً وضع حدیث ہے، جس پر سخت وعید وارد ہے، لہذا ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرتا جہاں اس قسم کی خلاف شرعی بات ہو''

(ایضاً صفحہ ۳۷)

(بشکریہ ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، پاکستان)

امام احمد رضا اور تعمیر شخصیت

ڈاکٹر محمد مالک ایم۔بی۔بی۔ایس*

شخصیت ایک نہایت اہم اور حساس موضوع ہے اور زمانہ قدیم سے انسان اس گتھی کو سلجھانے میں لگا ہوا:

"شخصیت ان تمام جسمانی، ذہنی، جذباتی معاشرتی، تمدنی اور روحانی اوصاف کا نام ہے جو کسی شخص میں ایک اکائی کی حیثیت سے کام کرتے ہیں ان تمام اوصاف کے محض اکھٹے ہوجانے سے شخصیت نہیں بنتی بلکہ ان میں یک جہتی، وحدت اور نظم کا موجود ہونا بھی ضروری ہے"

بہت سے ماہرین نے اپنی بساط کے مطابق شخصیت پر روشنی ڈالی ہے اور مختلف نظریات پیش کیئے ہیں یہاں پر صرف چند ناموں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱- بقراط
۲- سیزار لومبوسو
۳- فرانز جوزف گال
۴- ولیم ایچ شیلڈن
۵- ارنسٹ کریشمر
۶- سگمنٹ فرائیڈ
۷- کارل ژونگ
۸- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ شخصیت:

یہاں پر ہم عالم اسلام کے بے مثال علمی و روحانی پیشوا، عظیم فلاسفر، ماہر طبی نفسیات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے نظریۂ شخصیت کا تحقیقی جائزہ جدید نفسیات کی روشنی میں لیتے ہیں۔ تعمیر شخصیت سے متعلق آپ کے افکار و نظریات فتویٰ رضویہ سے لیکر ملفوظات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انسانی تعمیر شخصیت سے متعلق گفتگو کا آغاز انسان کی تعریف سے کرتے ہیں۔

امام احمد رضا کے نزدیک انسان کی تعریف:

امام احمد رضا ملفوظات میں انسان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حق یہ ہے کہ انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے اور روح امر رب سے ہے اس کی معرفت بے معرفت رب نہیں ہو سکتی اس لیئے اولیاء فرماتے ہیں:

(بانی رضا اسلامک سینٹر، ڈیرہ غازی خان)

''جب سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ قیلولہ فرماتے تو میں کاغذ قلم لے کر بارگاہ رضوری میں حاضر ہوتا، قرآن پاک کی آیات پڑھتا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس کا ترجمہ فرماتے اور میں ان ترجموں کو قید تحریر میں لیتا جاتا اس طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ قرآن شریف کا ترجمہ ''کنز الایمان'' کے نام سے مکمل ہو گیا'' (ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر صفحہ ۱۵۷)

معمولات:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے معمولات میں تھا، کہ روزانہ بعد نماز عصر مغرب تک مردانے مکان میں تشریف فرما رہتے اور وہی وقت روزانہ حضور ملاقات کا تھا، کوئی صرف ملنے کے لئے آتا، کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے، بعض لوگ استفتاء بھی کرتے جن کے جوابات لکھوایا کرتے اور اسی وقت میں بعض بیرونی استفتاء جو آئے ہوتے ان کو جواب لکھواتے جاتے اور ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن، جمعہ سے عصر تک اور عصر کے بعد مغرب تک باہر تشریف رکھا کرتے، جمعہ کے بعد حاضرین کی ایک بڑی جماعت موجود رہتی، اس وقت عموماً دینی بات لوگ دریافت کرتے اور حضور جواب دیتے یا کسی حدیث یا آیت کے متعلق بیان فرماتے، کبھی اولیائے کرام کے واقعات بیان فرماتے، حاضرین آستانہ میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو دنیا کی باتوں میں گفتگو کرتے دیکھا، ہمیشہ کوئی نہ کوئی دینی تزکرہ ہی رہا کرتا۔

(ایضاً صفحہ ۳۱)

وعظ و تقریر:

اعلیٰ حضرت قبلہ وعظ فرمانے سے گریز کیا کرتے تھے، سال میں دو وعظ اپنی خوشی سے بغیر کسی کے کہے فرماتے تھے، ایک اپنے پیرو مرشد سیدنا آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ کے عرس میں اور دوسرے بارہویں ربیع الاول شریف کو، ان دو تقریروں کے علاوہ اگر کوئی تقریر کی ہے تو بہت زیادہ لوگوں کے اصرار اور مجبور کرنے پر یہاں تک کہ مدرسہ منظر اسلام کے جلسے جو اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کے زمانے میں مسجد بی بی جی میں نہایت شاندار اور کامیاب ہوا کرتے تھے، ان جلسوں میں جب کبھی تقریر فرمائی ہے تو بہت زیادہ علماء اکابر کے اصرار کرنے پر۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تقریر نہایت پر مغز بہت زیادہ مؤثر اور تقریر میں علمی نکات بکثرت ہوا کرتے تھے، کبھی کوئی ایسی تقریر نہیں ہوئی جس میں سامعین پر عموماً گریہ طاری نہ ہوا ہو اور چاروں طرف سے آہ و بکا کی آوازیں نہ آئیں ہوں۔ (ایضاً صفحہ ۳۵)

اصلاح خطباء و مقررین:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''عموماً مقررین اور واعظین میں افراط اور تفریط ہوتی ہے اور احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہے، الفاظ حدیث کی تفسیر و تشریح اور اس میں بیان نکات یہ جائز ہے، مگر نفس حدیث میں اضافہ کرنا اور جس شے کو حضور ﷺ نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنا یقیناً وضع حدیث ہے جس پر سخت وعید وارد ہے، لہٰذا ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرتا جہاں اس قسم کی خلاف شرعی بات ہو''

(ایضاً صفحہ ۳۷)

(بشکریہ ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، پاکستان)

امام احمد رضا اور تعمیر شخصیت

ڈاکٹر محمد مالک ایم.بی.بی.ایس*

شخصیت ایک نہایت اہم اور حساس موضوع ہے اور زمانہ قدیم سے انسان اس گتھی کو سلجھانے میں لگا ہوا:

''شخصیت ان تمام جسمانی، ذہنی، جذباتی معاشرتی، تمدنی اور روحانی اوصاف کا نام ہے جو کسی شخص میں ایک اکائی کی حیثیت سے کام کرتے ہیں ان تمام اوصاف کے محض اکٹھے ہوجانے سے شخصیت نہیں بنتی بلکہ ان میں یک جہتی، وحدت اور نظم کا موجود ہونا بھی ضروری ہے''

''بہت سے ماہرین نے اپنی بساط کے مطابق شخصیت پر روشنی ڈالی ہے اور مختلف نظریات پیش کیئے ہیں یہاں پر صرف چند ناموں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱- بقراط
۲- سیزار لومبوسو
۳- فرانز جوزف گال
۴- ولیم ایچ شیلڈن
۵- ارنسٹ کریشمر
۶- سگمنٹ فرائیڈ
۷- کارل ژونگ
۸- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ شخصیت:

یہاں پر ہم عالم اسلام کے بے مثال علمی و روحانی پیشوا، عظیم فلاسفر، ماہر طبی نفسیات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے نظریۂ شخصیت کا تحقیقی جائزہ جدید نفسیات کی روشنی میں لیتے ہیں۔ تعمیر شخصیت سے متعلق آپ کے افکار و نظریات فتویٰ رضویہ سے لیکر ملفوظات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انسانی تعمیر شخصیت سے متعلق گفتگو کا آغاز انسان کی تعریف سے کرتے ہیں۔

امام احمد رضا کے نزدیک انسان کی تعریف:

امام احمد رضا ملفوظات میں انسان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حق یہ ہے کہ انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے اور روح امر رب سے ہے اس کی معرفت بے معرفت رب نہیں ہوسکتی اس لئے اولیاء فرماتے ہیں:

*(بانی رضا اسلامک سینٹر، ڈیرہ غازی خان)

من عرفه نفسه فقد عرفه ربه

جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے ضرور اپنے
رب کو پہچان لیا یعنی معرفت نفس اس وقت حاصل
ہوگی جب معرفت رب ہولے"

چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں، آدمی تین قسم کے ہیں:

(۱) مفید.........وہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے

(۲) مستفید......وہ کہ جو دوسروں سے فائدہ حاصل کرے

(۳) منفرد........وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت
نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہو"

امام احمد رضا کے نزدیک علم کی تعریف:

امام احمد رضا علم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"علم وہ نور ہے جو شے اس کے دائرے میں آگئی
منکشف ہوگئی اور یہ جس سے متعلق ہوگیا اس کی
صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگئی"

تعمیر شخصیت کا ماڈل:

(Model of Personality Formation)

اعلیحضرت عظیم البرکت تعمیر شخصیت کا ماڈل بیان کرتے
ہوئے ملفوظات حصہ سوم، ص ۳۱۱ پر یوں فرماتے ہیں:

اصل میں تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں

۱.........نفس

۲.........روح

۳.........قلب

روح بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور نفس و قلب اس
کے دو وزیر ہیں، نفس اس کو ہمیشہ شر کی طرف لے
جاتا ہے اور قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف
بلاتا ہے اور معاذ اللہ کثرت معاصی اور خصوصاً
کثرت بدعات سے اندھا کردیا جاتا ہے اب اس
میں حق کے دیکھنے سمجھنے غور کرنے کی قابلیت نہیں
رہتی مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے اور پھر
معاذ اللہ اوندھا کردیا جاتا ہے اب وہ نہ حق سن
سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے بالکل چوپٹ ہوکر رہ جاتا
ہے"

آگے فرماتے ہیں:

"قلب حقیقتاً اس مضغۂ گوشت کا نام نہیں (جو سینے
میں ہے) بلکہ وہ ایک لطیفۂ غیبیہ ہے جس کا مرکز یہ
مضغۂ گوشت ہے سینے کے بائیں جانب اور نفس کا
مرکز زیر ناف ہے"

موجودہ صدی میں مسلم ورلڈ کے عظیم رہبر اعلیٰ حضرت
علیہ الرحمہ کے فرمودات سے پتہ چلتا ہے کہ روح انسانی جسم میں
ایک الگ اور منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اپنی ذات کی شناخت اور
اپنی ہستی کی آگہی کے حوالے سے روحِ انسانی ذہنی روشنی اور اخلاقی
بلندی و سرفرازی سے متصف ہوتی ہے لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ روح
(Soul) ایک لافانی ولازوال حقیقت ہے جسے مفکر اسلام نے
تعمیر شخصیت کے ماڈل میں بمنزلہ بادشاہ بتایا ہے اور یہی انسان کی
خود آگہی کا مرحلہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

من عرفه نفسه فقد عرفه ربه

یہاں نفس سے مراد روح (آگہی) ہے جو خالق حقیقی
کی معرفت اور فطری محبت کی تلاش میں تحریک کا کام دیتی ہے جسے

تصوف کی اصطلاح میں ''معرفتِ نفس'' اور ''معرفت ربانی'' کہا جاتا ہے صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداً انسان کے اندر معرفت نفس اور معرفت ربانی کی استعداد رکھی جو فطرت اللہ بلحاظ تخلیق الٰہی اور فطرت انسانی بلحاظ استعداد انسانی کہلاتی ہے، ثابت ہوا انسان کی اصل اس کی روح ہے چنانچہ جس نے اپنی اصل (روح) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اور جس نے اپنے رب کو پہچان لیا وہ اللہ کا دوست ہے اور یہ قرب الٰہی کا ذریعہ قرآن پاک کی روشنی میں یوں حاصل ہوتا ہے:

الابذکر اللہ تطمن القلوب (الرعد، آیت ۲۷)

ترجمہ: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ (کنز الایمان)

رضوی نظریہ شخصیت کی جدید تشریح:

(Modern Description)

اب ہم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے نظریۂ شخصیت (نفس، روح، قلب) کا جدید نفسیات (Modern Psychology) کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں:

(۱) شخصیت کا حیاتیاتی پہلو (Biological Aspect of Pesonality)

(۲) شخصیت کا روحانی پہلو (Spirtual Aspect of Personality)

(۳) شخصیت کا سماجی پہلو (Social Aspect of Personality)

شخصیت کا حیاتیاتی پہلو:

اللہ تعالیٰ نے علم و عقل کے ساتھ انسان کو تخلیق کیا تا کہ یہ تسخیر کائنات کی راہ پر گامزن ہو کر مقصد حیات کو حاصل کر سکے۔ اس لئے انسان کو فطرت سلیمہ (Right Path) پر پیدا فرما کے تمام مخلوقات میں ممتاز فرمایا۔

جدید تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ شخصیت کے حیاتیاتی پہلو کی ابتداء (Zygote Formation) سے ہوتی ہے اور یہ تخلیقی عمل اندرونی طور پر متحرک و فعال رہتا ہے اور منشاء الٰہی کے تحت وحدت اور نظم و ضبط کا پابند ہے جس کا ذکر سورہ الفجر ۲۸-۲۹ اور المؤمنون ۱۲-۱۴ میں موجود ہے۔

حیاتیاتی پہلو اور نفس:

(Biligical Aspect & 'nafs')

حیاتیاتی پہلو انسان کے ظاہری جسم، باطنی جسم اور اس کے نظاموں (Systems) پر مشتمل ہے ظاہری جسم سے مراد انسان کے عضویاتی ساخت و اعمال ہیں جن کا ہم مشاہدہ کر سکتے ہیں مثلاً شکل وصورت، عادات و کردار، باطنی جسم اور اس کے نظاموں (Systems) سے مراد جسم کی اندرونی ساخت اور اعمال ہیں مثلاً وراثتی نظام (Heriditary System) غدودوں کا نظام (Glandular System) "GIT" سسٹم اور دماغی نظام (Nervous System) اور دیگر اندرونی اعضاء کی کارکردگی جو انسان کے جسمانی و ذہنی اعمال و افعال کو متاثر کرتی ہے۔ تجربات و مشاہدات سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ حیاتیاتی پہلو اگر راہ اعتدال پر ہے یعنی انسان نفس پر قابو پالے تو فرد معتدل (Normal) رہتا ہے اور اگر نفس کا غلام بن جائے تو بگاڑ (Abnormality) پیدا ہو جاتا ہے، نتیجۃً انسان کے سماجی اور روحانی پہلوؤں کی نشو ونما کا عمل رک جائے گا جس سے تعمیر شخصیت اور تکمیل ذات کا عمل متاثر ہوتا اور بالآخر جسمانی اور نفسیاتی مسائل اور بیماریاں جنم لیں گی۔

شخصیت کا سماجی پہلو اور قلب:

(Social Aspect of Personality & 'qalb')

شخصیت کے سماجی پہلو کی ابتداء پیدائش ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ جونہی بچہ اس وسیع دنیا میں آنکھ کھولتا ہے اسے سماج سے واسطہ پڑتا ہے۔ مختلف ماحول دیکھنے میں آتا ہے۔ نت نئے تجربات و مشاہدات ہوتے رہتے ہیں اور یوں انسانی شخصیت کے سماجی پہلو کی نشوونما تکمیلی مراحل سے گزرتی ہے اور انسان حیاتیاتی سالمیت کی طرح اپنے سماجی وجود کا تحفظ اور بقا چاہتا ہے، قلب شخصیت کے سماجی پہلو کا نمائندہ ہے۔ قلب اخلاقی اصولوں کی پاسداری، مہذب معاشرتی ضابطوں کی حفاظت اور نفس کو تہذیب تمدن سکھاتا ہے اور اصلاح احوال کرتا ہے۔

قلب کا مثبت اور منفی پہلو:

(Positive & Negative Aspect of 'qalb')

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے تعمیر شخصیت اور تکمیل ذات کا جو ماڈل پیش کیا ہے اس کی رو سے قلب کے دو پہلو ہو سکتے ہیں:

(۱) قلب کا مثبت پہلو

(۲) قلب کا منفی پہلو

(۱) قلب کا مثبت پہلو:

قلب کا مثبت پہلو فرد کو نفس کے تسلط سے دور رکھتے ہوئے تعمیر شخصیت کے روحانی سانچے میں ڈھال لیتا ہے جس کے تحت فرد نفسانی جبلت و بہیمیت (Basic Instinct) سے بچ کر سماجی اور تہذیبی پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے اور یوں تکمیل ذات کے عمل کو آگے بڑھاتے ہوئے شخصیت کے نقطۂ کمال تک پہنچتا ہے اور صفات باری تعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے''

صوفیائے کرام کے نزدیک یہ مرحلہ تزکیہ نفس اور صفائی قلب کہلاتا ہے۔

(۲) قلب کا منفی پہلو:

قلب کا منفی پہلو فرد کو نفس کا غلام بنانے کی کوشش کرتا ہے یعنی فرد نفس کے زیر اثر ہو جاتا ہے جس سے فرد کے سماجی اور روحانی پہلوؤں کی نشوونما رک جاتی ہے اور فرد مقصد حیات حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے لہٰذا وہ بگاڑ (Abnormality) کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔

تعمیر شخصیت کا روحانی پہلو:

تعمیر شخصیت کا روحانی پہلو ہی تکمیل ذات ور مقصد حیات کے حصول کی سعی میں نمایاں اور مرکزی کردار ادا کرتا ہے یہ نفس اور قلب پر محتسب کی حیثیت سے مذہبی اور اخلاقی اقدار کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ فرد کو سچائی اور حقیقت کی راہ دکھاتا ہے ار یوں فرد تزکیہ نفس اور صفائی قلب کے مراحل سے گزر کر روحانیت کے اعلیٰ مقام کو پالیتا ہے، جسے صوفیائے کرام معرفت الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

نشوونما، تربیت اور تعمیر شخصیت:

جدید تجربات و مشاہدات کے مطابق بچہ کی نشوونما، تربیت اور تعمیر شخصیت کا نظام ماں کے پیٹ سے شروع ہو جاتا ہے اگر جدید ایمبر یالوجی (Modern Embrology) کو قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھیں تو یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ انسانی جنین (Fetus Human) جب چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس

کے اعضائے حسی کی نشوونما مکمل ہوجاتی ہے۔ نارتھ کیرولینا یونیورسٹی کے ماہرین نفسیا(Psychologists)(تھامس وزی ڈی کاسپر اور فیفر (Fifer) 1980) کی تحقیقات کے مطابق چار مہینے کے بعد جنین (Fetus) میں عقلی صلاحیتوں (intellectual Capablities) کا آغاز ہوتا ہے قرآن و حدیث کے مطابق جنین (Fetus) میں اس مرحلہ پر روح پھونک دی جاتی ہے جسے اعلیٰ حضرت الرحمہ اپنی تصنیف مقامع الحدید ۱۸۸۶ء کے صفحہ ۱۷ پر تحریر فرمایا ہے۔

تعمیر شخصیت میں ابتدائی تعلیم و تربیت کی اہمیت:

جدید تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں کی نشوونما کا سلسلہ پیدائش سے شروع ہوجاتا ہے اور بلوغت (Puberty) تک جاری رہتا ہے بچوں کی نشوونما ان تمام جسمانی، ذہنی، معاشرتی اور جذباتی تبدیلیوں کا باضابطہ مطالعہ ہے جو بچوں میں تجربوں، حادثوں اور تعلیم و تربیت وغیرہ کے نتیجے کے طور پر رونما ہوتے ہیں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تشکیلِ ذات اور تعمیر شخصیت میں ابتدائی بچپن کو بہت اہمیت حاصل ہے جس کا آئندہ زندگی سے گہرا تعلق ہے۔

تشکیل ذات اور تعمیر شخصیت کے حوالے سے موجودہ صدی کے مسلم ماہرِ نفسیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی تصانیف میں نہایت جامعیت کے ساتھ تعمیر شخصیت سے متعلق اپنے نظریات پیش کیے ہیں اگر بنظرِ عمیق ان نظریات و افکار کا مطالعہ کیا جائے تو یہ مغربی ماہرین نفسیات کے تناظر میں ممتاز نظر آئیں گے چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم، ص ۴۶-۴۷، پر بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت سے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

''زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ سکھائے، جب تمیز آئے آداب سکھائے، کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔ قرآن مجید پڑھائے۔ استاد نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی قبولِ حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا ہوا پتھر کی لکیر ہوگا''

تعمیر شخصیت کے حوالے سے قلب کے مثبت اور منفی پہلوؤں کی نشاندھی ملاحظہ فرمایئے چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں لکھتے ہیں:

''سات برس کی عمر سے زبانی تاکید شروع کردے علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق عدل، حیا، سلامتِ صدور ولسان وغیرہ خوبیوں کے فضائل۔۔حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عُجب خیانت کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ برائیوں کے رزائل پڑھائے''

بچوں کی نفسیات (Child Psychology) سے متعلق امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ایک فکر انگیز تحریر ملاحظہ ہو جو تعمیر سیرت و شخصیت میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد دھم میں فرماتے ہیں:

''پڑھنے لکھانے میں رفق و نرمی رکھے۔ موقع پر چشم

نمائی تنبیہ وتہدید کرے مگر ہرگز کوستا نہ دے کہ اس وقت کا کوستا ان کیلئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔ مارے تو منہ پر نہ مارے۔ اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے، کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے''

آگے فرماتے ہیں:

''ہرگز ہرگز بہار دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت، کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے نہ دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے''

بچوں کی نشوونما کے مدارج:

ماہرین کی تحقیقات کے مطابق بچے کو معاشری بلوغت تک پہنچنے میں مختلف مدارج سے گزرنا پڑتا ہے۔

(۱) منفی معاشرتی مطابقت

(۲) مجہولی معاشرتی مطابقت

(۳) معاشرتی فہم وفراست

اسی طرح تعمیر شخصیت کیلئے بچوں کی جذباتی تربیت انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور اس کی نشوونما درج ذیل سائنسی خطوط پر ہونی چاہیے جسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر کیا ہے:

۱-تصعید

۲-تنقید

۳-ضبط جذبات

۴-مشاغل میں مصروفیت

۵-اشتعال انگیز محرکات سے انحراف

الحاصل دنیائے اسلام کے عظیم اسکالر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے اتنا ذہنی اور فکری انقلاب برپا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ اتحاد بین المسلمین کے داعی اور مسلمانوں کے محسن ہیں انہوں نے تشکیل ذات اور تعمیر سیرت و شخصیت کے حوالے سے ذہن کو واہموں، بدعتوں اور بدعقیدگیوں کی دینا سے نکالا اور مسلم اُمّہ کو اسلامی افکار وتعلیمات پیش کرتے ہوئے عشق رسول ﷺ کے صدقے انسانی مرتضیٰ بننے کا شرف بخشا۔

اور مسلم نوجوان، خورد وکلاں کو اسلامی افکار وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی تشویق کے ذریعہ ''انسانِ مرتضیٰ'' کی منزلِ مقصود تک رسائی کے لئے بہترین رہبری اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔



اتباع سنت:

حضرت صدر الشریعہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''بہار شریعت'' میں ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ جس پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سختی سے عامل تھے، بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور اس کی چھنگلیہ پر ختم کرے پھر بائیں کی چھنگلیہ سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے۔ اس صورت میں داہنے ہی ہاتھ سے شروع اور داہنے پر ہی ختم کرتا ہے۔ (بہار شریعت، سولہواں حصہ، صفحہ ۱۲۴)

اعلیٰ حضرت بحیثیت مسلم رہنما

حضرت علامہ مولانا محمد حسن حقانی*

ونرفع درجٰت من نشاء ، (صدق اللہ العظیم)

قارئین کرام! قرآن کریم کی جو آیت پیش کی گئی اس میں رب العالمین فرماتا ہے "ہم درجات بلند کرتے ہیں جس کے درجات بلند کرنا چاہتے ہیں، بقول شاعر۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آیت کریمہ کے ترجمے اور شعر کے بعد اب میں اپنے اصلی مقصد کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان گنے چنے اور منفرد اہلِ علم و اہلِ شریعت وطریقت میں سے ہیں جن کے درجات کی بلندی علم و عمل دونوں میں اعداد و شمار کے ذریعے پیش نہیں کی جاسکتی اور یہ ممکن بھی کیسے ہو کہ جن کے محبوب مکرم تاجدار دو عالم نور مجسم فداہُ امی وابی ﷺ کے درجات و کمالات و فضائل کی انتہا نہیں اور جن کے امام طریقت غوث الوریٰ کے علم کی تھاہ نہیں ہے۔ان پر مر مٹنے والا ان کی اداؤں کا اسیر، ان کے علم لاثانی کا فقیر، امام اہلسنت علم میں، فضل میں کمالات میں اپنے اسلاف کا بہترین نمونہ ہیں، مجھے کہنے دیجئے کہ جس طرح سارے فقہا امام اعظم کے سامنے فقہ میں بچے نظر آتے ہیں ایسے ہی امام اہلسنت کے ہم عصر علماء علم وفقاہت میں طفل مکتب دکھائی دیتے ہیں ان کے علم کی گہرائی کا ایک ہلکا سا خاکہ یہ ہے کہ مجموعی طور پر ۶۰ ر سے ۶۵ رعلوم پر نہ صرف رسائی تھی بلکہ کامل دسترس حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایامِ طفولیت سے لے کر زندگی کی ۱۴ ر سیڑھیاں چڑھنے تک اپنے علم کا اعلان بصورتِ فتویٰ ، کر دیا۔

۱۸۵۶ء کی پیدائش اس میں ۱۴ ر برس کا اضافہ ۱۸۷۰ء میں مارہرہ کے سادات کی نگاہوں میں بچ جانے والے ۱۸۷۰ء میں عالم بن چکے تھے اور دیوبند کے مدرسے کی بنیاد ۱۸۸۱ء میں رکھی گئی ہے جب اکابر دیوبند طالبعلم تھے تو اس وقت اعلیٰ حضرت استاد تھے۔ یہ ان کے علم ہی کا ثبوت ہے کہ انہوں نے تن تنہا اس وقت کے تمام باطل قوتوں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ منہ توڑ جواب دیا کیا قاسم نانا توی، کیا رشید احمد گنگوہی، کیا خلیل احمد، کیا اشرف علی، کیا محمود الحسن، کیا مرتضیٰ حسن، سب کو شرمندہ اور معاشرے میں ننگا کیا تو دوسری طرف انگریزوں کی مخالفت اور ہندوؤں سے گٹھ جوڑ کرنے والوں کی خفیہ سازش کو بے نقاب کیا، تحریکِ خلافت جس کے سیاسی سربراہ گاندھی تھے اس تحریک کی جڑیں اکھاڑ کر رکھ دیں تو تحریک ترک موالات کے ذریعے جو سازش کی جارہی تھی اس کے بھی پرخچے امام اہلسنت نے اڑا دیئے ، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب اس بات کو بیان کیا۔

بدھو میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں
گو مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

عام طور پر جو علوم مدارس دینیہ میں پڑھائے جاتے ہیں

*(شیخ الحدیث والتفسیر دار العلوم انوار القرآن، کراچی) بشکریہ "رفیق علم" سالانہ مجلہ دار العلوم امجدیہ، کراچی

وہ ۱۰ سے ۱۲ رہوں گے لیکن امام اہلسنت کیلئے یہ تمام علوم پرائمری کلاسز تھے۔ ریاضیات، علم جفر، تقویم، ہندسہ، اقلیدس اور سائنس وغیرہ یہ وہ علوم ہیں کہ جن کے جاننے والے چند اور ماہر برائے نام ہوئے ہیں۔

علم کا اعلیٰ مقام ایک واقعے سے پتہ چلتا ہے جب دوسری بار سفر حجاز پر مکہ معظمہ میں قائم شدہ ایک لائبیریری میں گئے تو وہاں ایک عالم دین کتابوں سے عبارات نقل کر رہے تھے اور دوات ایک کتاب پر رکھی ہوئی تھی اعلیٰ حضرت نے اس دوات کو اٹھا کر میز پر رکھدیا۔ ان صاحب نے میز سے اٹھا کر پھر کتاب پر رکھدیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس دوات کو میز پر رکھ دیا۔ ان صاحب نے میز سے اٹھا کر پھر کتاب پر رکھدیا۔ اعلیٰ حضرت نے پھر کتاب سے اٹھا کر میز پر رکھدیا یہ خاموش مناظرہ چلتا رہا یہاں تک کہ ان صاحب نے ماتھے پر شکن ڈالکر اس کی وجہ پوچھی تو اعلیٰ حضرت نے اس لائبریری سے ایک کتاب نکالی اس کا صفحہ کھولا اور عبارت سامنے رکھدی جس کے مطابق روشنائی یقیناً حروف قرآنی، حروفِ حدیث اور حروف فقہ سب کیلئے کام آتی ہے لیکن جب تک قلم کے ذریعے کاغذ پر نہ آئے اس وقت تک وہ روشنائی ہی رہتی ہے اس کا بنفس نفیس کوئی فضیلت حاصل نہیں لیکن جو روشنائی کتاب پر منتقل ہو جائے اگر چہ وہ اسی دوات سے ہو وہ مکرم و معظم ہو جاتی ہے اس لئے کتاب پر دوات نہیں رکھی جاسکتی۔ یہ عبارت دکھا کر اعلیٰ حضرت نے ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ یہ مسئلہ پچھلے سفر میں میں نے اس کتاب میں پڑھا تھا۔

یہ ہے علمی مقام اور باریک بینی اور یہ ہے روشنائی کے مقابلے میں حروف کی عزت و حرمت جس کے نزدیک حرمت کا یہ انداز اور عزت کا یہ طرز ہو، وہ نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں ادنیٰ سی بد تہذیبی کیسے برداشت کر سکتا ہے۔

یہ کیفیت تعلیم و تکریم کی اپنے اسلاف، اکابر، مشائخ حتیٰ کہ سادات کیلئے بھی بہت زیادہ تھی۔

اعلیٰ حضرت کے اس طرۂ امتیاز نے درحقیقت دو قومی نظریئے کا آغاز کیا جو بعد میں تحریک پاکستان کیلئے جوہر نایاب ثابت ہوا اور آپ کی منفرد راہنمائی کے صدقہ میں تحریک پاکستان کے ہراول دستہ میں خلفاء اعلیٰ حضرت اور علماء اہلسنت پیش پیش نظر آتے ہیں کیا صدر الافاضل، کیا صدر الشریعہ، کیا محدث اعظم کچھو چھوی، کیا مفتی احمد یار خان اشرفی، کیا مفتی اعظم ہند کیا ان کے خلفائے و مریدین سب ہی نے یکجا ہو کر ۱۹۴۶ء میں بنارس کی سنی کانفرنس میں اپنے اجماعی اقدام کا اعلان کر دیا کہ ہندو ایک علیحدہ قوم ہے مسلم ایک علیحدہ قوم اور تحریک پاکستان کے لئے اور اس کی کامیابی کے لئے یہ اور ایسی دوسری کانفرنسیں سنگِ میل ثابت ہوئیں جن کو علامہ اقبال نے سراہا تھا، قائد اعظم نے سجایا تھا، علماء اہلسنت نے آراستہ کیا تھا وہ پاکستان کی شکل میں تاج زریں کی طرح پاکستان کی پیشانی پر اپنی آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہے انہی اساطین ملت کی بدولت پاکستان میں لادینی قوتیں، سیکولر جماعتیں، فاسد معتقدات کے حامل اپنی تمام تر مذموم سازشوں کے باوجود اسلامیان پاکستان اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مقابلہ میں شکست سے دوچار ہوتی رہی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مقاصد کو برقرار رہنے کے لئے ملک کے وسیع تر مفاد میں جہاں ضرورت ہو متحدہ قوت کے ساتھ لادینی عناصر اور اسلام دشمن قوتوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں کہ اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کے لئے کبھی کڑوی گولی بھی نگلنا پڑتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور ردِ بدعات

مولانا عبدالرشید صدیقی*

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز، قابل تقلید عاشق رسول ﷺ ہیں۔ ان کی سطر سطر عشق رسول ﷺ سے معطر ہے۔ دنیائے سنیت اسی خوشبو سے معمور ہے۔ علمائے اہلسنت اسی خوشبو کو بادصبا کی طرح اقصائے عالم میں بکھیر رہے ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحریروں میں ردّ بدعات ومنکرات کی ٹھنڈک بھی ہے۔ ایسی ٹھنڈک جس میں بدعات ومنکرات کے تعفن وحبس سے ملت کو نجات دلانے کی سکت واستطاعت ہے۔ لیکن اس محاذ پر داعیان سنیت ومبلغین مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے وہ تندہی و چابکدستی نہیں دکھائی جو اس محاذ کا متقاضی تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعات ومنکرات کے مستحکم قلعے کی مسمار کرنے والی اپنے وقت کی عظیم ترین علمی شخصیت کو ان کے کوتاہ بین ناقدین نے بدعات کا معمارِ اعظم قرار دے دیا لیکن علم دین کی اس عظیم شمع کے شیدائیوں نے بدعات کی تاریکی ومنکرات کے اندھیروں کا قلع قمع کرنے والی اس روشنی کو گھر گھر پہنچانے کیلئے اس کاوش کا مظاہرہ نہیں کیا جس کا یہ موضوع مطالبہ کر رہا تھا۔ ضرورت ہے اس محاذ پر نبرد آزمائی کیلئے داعیان مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کمر کس لیں۔

جہاں رسول کریم ﷺ نے بدعت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم کی طرف لے جانے والی ہے (مفہوم)۔ وہیں رسول رحمت ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرما کر بدعت کی نوعیت کو بالکل واضح فرما دیا کہ اسلام میں جو شخص اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اسے ایجاد کا ثواب بھی اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئے گی اور جو برا طریقہ ایجاد کرے تو ایجاد کرنے کا بھی اسے گناہ ہوگا اور اس کا گناہ بھی اس کے سر لدے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (مفہوم، باب العلم مشکوٰۃ المصابیح)

اسی بنیاد پر شارحِ بخاری ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی درج ذیل ۵ قسمیں بیان کی ہیں:

(الف) بدعت حسنہ:

(۱) بدعت جائز

(۲) بدعتِ مستحب

(۳) بدعتِ واجب

(ب) بدعتِ سیّئہ:

(۱) بدعت مکروہ

(۲) بدعت حرام

جبکہ حضرت شیخ امام عزالدین بن عبدالسلام نے اپنی کتاب القواعد میں بدعت کی درج ذیل پانچ قسمیں بیان کی ہیں:

* (مدرس اے ٹی ہائی اسکول)

(۱) بدعت واجب

(۲) بدعتِ مستحب

(۳) بدعتِ مباح

(۴) بدعتِ مکروہ

(۵) بدعتِ حرام

حدیث مبارک جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس سے نہیں وہ مردود ہے (مفہوم) کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں:

"اس کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی ایسی رائے ایجاد کی جس کیلئے کتاب وسنت کی ظاہری یا پوشیدہ یا اخذ کردہ دلیل نہ ہو وہ مردود ہے"

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ممنوع وہ بدعت ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو"

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اسی موقف کو اپنایا ہے۔ ان کے برخلاف دیگر مسلک کے علماء نے ہر بدعت کو ضلالت کے زمرے میں قرار دیا ہے چاہے وہ سنت سے متصادم نہ ہو اور شریعت کے قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں نہ آتی ہو، اگر ان دیگر علماء کے موقف کو ہم اپنالیں تو گمراہ فرقوں کا رد کرنے کے دلائل قائم کرنا، قرآن وحدیث سمجھنے کیلئے علم صرف ونحو سیکھنا، سرائے یا مدرسوں کا موجودہ نظام، مسجد کو آراستہ کرنا، کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت وفراخی کی راہ اختیار کرنا، مدارس میں ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد کرنا غرض ہر وہ نیک کام جو زمانہ اول میں نہ رہا ہو وہ سب بدعت حرام قرار پا جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی دینی خدمات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو اس کی تین خصوصیات نظر آتی ہیں:

(۱) تمسک بالدین

(۲) عشق رسول ﷺ

(۳) ردِّ بدعات ومنکرات

تہذیب، تمدن اور سماجی رسومات کے نام پر قوم میں بدعات کے خودرو پودوں۔ نے جب گلشن اسلام کی دلکشی اور حسن کو مجروح کرنا شروع کیا تو اپنے وقت کے گلشن اسلام کے مشاق مالی نے ان کی بیخ کنی وصفائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی بدعات ومنکرات کے خلاف قلمی جہاد کو بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔ یہاں صرف بطور نمونہ چند سلگتے ہوئے مسائل کی نشاندہی کی جارہی ہے جس سے قارئین کرام خود اندازہ لگالیں گے کہ آیا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز داعی بدعات تھے یا قاطع بدعات۔

(۱) تصوف کے پس منظر میں طریقت کو شریعت سے بالاتر کرنے کی جسارت کی جانے لگی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرمانِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اس باطل عقیدے کے بخیے ادھیڑتے ہوئے رقم طراز ہوئے:

"شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے، شریعت ہی محک ومدار ہے، شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں۔ شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا، لیکن وہ دریا اپنے منبع سے بے نیاز نہیں کہ اپنی من مرضی جدھر چاہے بہتا پھرے، یہ پاکیزہ وشیریں

دریا ہے جو شیطان ملعون کے دھوکے و
وسوسے سے بدبودار اور آلودہ نہ ہو"

طریقت پر شریعت کی برتری و فوقیت ظاہر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز رقم طراز ہیں:

"جب حضور اکرم ﷺ نے عمر بھر اسی کی
طرف (شریعت کی طرف) بلایا اور یہی
راستہ ہمارے لئے چھوڑا تو اس کا حامل اس
کا حامی، اس کا خادم، اس کا عالم کیونکر ان کا
وارث نہ ہوگا"

(۲) اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے سامنے ایک شخص نے درج ذیل سوال پوچھا:

"زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر
ششماہی یا سالانہ یوم معین و تاریخ مقررہ پر
اپنے پیر کا عرس ہوا کرے، لوگوں کو یہ کہتا
ہے کہ جو شخص عرس کرے اور عرس کی نیاز
کردہ شرینی کو کھائے گا اس پر بلاشبہ جنت
مقام، دوزخ حرام یہ کہنا شرعاً کیسا حکم رکھتا
ہے-؟"

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے جواب درج ذیل تحریر فرما کر دیا:

"یہ کہنا جزاف اور یادہ گوئی ہے اللہ جانتا
ہے کہ کس کا جنت مقام اور کس پر دوزخ
حرام، عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ تعالیٰ کا
کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسے
پر یہ حکم لگا سکیں تو یہ تقول علی اللہ ہوا اور وہ
ناجائز ہے"

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز پر بدعت کو بڑھاوا دینے کا الزام لگانے والے اس جواب کو مزید تین دفعہ پڑھیں اور پھر خود سے الزام کا جواب طلب کریں۔

(۳) ایک شخص نے سوال کیا:

"کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے-؟"

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے"

اور عالم کی تعریف یوں بیان فرمائی کہ:

"وہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور
مستکفل ہو اپنی ضروریات کو کتابوں سے
نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے"

تائیداً مزید تحریر فرمایا!

"واعظ، وعظ اللہ عزوجل کیلئے کرے، طلب
مال، اپنی شہرت یا ریاست اسے مقصود نہ ہو
اور اس کا وعظ مطابق شرع ہو"

(۴) میلۂ ہنود میں شرکت سے سختی سے موصوف نے منع فرمایا ہے اور بالتفصیل شرعی احکام کی وضاحت فرمائی ہے۔

(۵) کفار، مشرکین، مجوسی، پارسی، یہودی و نصرانی کی سی مشابہت اختیار کرنے پر شریعت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ سختی سے منع فرمایا ہے۔ (درج بالا بدعت نمبر (۴) اور (۵) تو آج بلا روک ٹوک جاری ہے اس پر

قدغن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ قدس سرہ العزیز نے برسوں پہلے لگایا تھا)۔

(۶) بادشاہوں کو زمانہ قدیم میں اور زمانہ قدیم و جدید میں پیرومرشد کو سجدہ تعظیمی کی بدعت سے کون آگاہ نہیں۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحریری مخالفت وممانعت پر غور فرمایئے۔

''مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان، جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کیلئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین اور سجدہ تحیت (تعظیمی سجدہ) سخت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین اور مشابہ بہ کفر ہے، عالم یا کسی بڑے آدمی کو دیکھ کر زمین کو بوسہ دینا حرام ہے، اس پر جو راضی ہو وہ گنہگار ہے''

(۷) نسب یا پیشے کی بنیاد پر افتخار یا کسی کی تذلیل کو سختی سے منع فرمایا۔ (بدقسمتی سے آج عام ہے)

(۸) تعزیہ داری کی موجودہ بدعات و رسومات پر ان کا قلم انتہائی سخت شرعی موقف اختیار کرتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''تعزیہ دار سخت جاہل، خطاوار اور مجرم ہیں، حتیٰ کہ تعزیہ آتا دیکھ کر حضرت نے منہ پھیر لینے کی تلقین وتاکید فرمائی ہے، علم، ڈھول، تاشے، تخت، ضریح، شدے، سواری تعزیہ کے اندر دو مصنوعی قبریں، وہاں شربت و مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلوانے کا اتنا شدید رد فرماتے ہیں کہ گناہوں پر بھی ایسی ممانعت نہیں فرماتے۔ ذُلذُل، شیر باگھ، تعزیہ کو مصنوعی کربلا میں دفن کرنے، بچوں کو فقیر بنانا ان سب کو سخت گمراہی وخرافات و بدترین بدعت قرار دیتے ہیں۔

بہت سارے علاقوں میں کسی کو سقّہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے کاندھے پر چھوٹی سی مشک ہوتی ہے جس پر تیر لگا ہوتا ہے گویا حضرت عباس علمبردار دریائے فرات سے پانی لا رہے ہیں۔ اسے سخت لغو خرافات قرار دیتے ہیں۔ تعزیہ میں براق کا سخت محاسبہ کرتے نظر آتے ہیں نوحہ وماتم وسینہ کوبی، زنجیروں و چھریوں سے ماتم، تعزیہ کے آگے مرثیہ خوانی کو رافضیوں کا عمل قرار دیتے ہوئے اس پر سخت ممانعتی حکم جاری کرتے ہیں۔

درج بالا تمام کاموں کو قطعاً بدعت، ناجائز و حرام قرار دینے والی عظیم شخصیت پر یہ بہتان ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے کہ

''انہوں نے بدعت کو فروغ دیا ہے''

(دراصل یہاں لغزش وسستی مبلغین مسلک اعلیٰ حضرت کی ہے کہ انہوں نے بدعات کو قلع قمع کرنے والی عظیم ہستی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ان روشن تحریروں کو اس جوش وخروش اور شدت کے ساتھ گھر گھر نہیں پہنچایا کہ بدعت کے یہ اندھیرے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی روشن تحریروں سے آپ نیست ونابود ہو جاتے)

محرم پر سیاہ وسبز کپڑے پہننا، سواری وتعزیہ

پر چڑھاوے چڑھانا، منتیں مانگنا وغیرہ، کو حضرت نے بدعت وفسق عقیدہ وفسقِ عمل قرار دے کر اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

(۹) کسی کی موت ومیت کے وقت بطور اظہار غم سر کے بال بکھیرنا، کپڑے پھاڑنا، سر پر خاک ڈالنا، بین کرنے کو جاہلیت قرار دیتے ہوئے اس سے منع فرمایا ہے۔ بطور خیرات اناج، کپڑے یا پیسے لٹانے کی رسم کا سخت محاسبہ فرمایا ہے۔

(۱۰) عرس پر منقبتی قوالیاں ونعتیہ قوالیاں مع ڈھول وسارنگی وغیرہ کے، ایسی قوالیوں کو حرام قرار دیا ہے۔

(۱۱) عرس کے موقع پر یا ایسے بھی اولیاء اللہ کے مزارات پر عورتوں کا جھمگھٹا کرنا، مجمع لگانا مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔ انہوں نے تو یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ سوائے آقائے نامدار ﷺ کے آخری قیام گاہ کی زیارت کے عورتوں کا ہر قسم کا مزار پر جانا سخت غیر شرعی عمل وحرام ہے۔ حتیٰ کہ قبروں پر بغرض فاتحہ (عورتوں کی) حاضری کو حضرت موصوف نے ناجائز قرار دیا ہے۔

(۱۲) عورتوں کو پردے کا اہتمام کرنے کی حضرت نے سخت تاکید فرمائی ہے حتیٰ کہ اندھوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا ہے، مکانوں میں زور سے گفتگو کرنے تک سے منع فرمایا ہے۔

(۱۳) بعض پیر یا بزرگ عورتوں کا حلقہ بنا کر خود بیچ میں بیٹھتے ہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس سے سختی سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے، حتیٰ کہ فرمایا:

''پیر سے پردہ واجب ہے اگر وہ محرم نہ ہو''

(۱۴) بعض لوگ کسی درخت یا طاق کو کسی شہید یا بزرگ سے منسوب کر کے ہر جمعرات فاتحہ، شیرینی، چاول، ہار، لوبان، اگر بتی جلا کر مرادیں مانگتے ہیں چڑھاوے چڑھاتے ہیں فرضی قبروں پر بھی یہی عمل کرتے ہیں حضرت نے ان سب کو واہیات، خرافات، جاہلانہ حماقت قرار دے کر اس کے ازالے کو لازم قرار دیا ہے۔

(۱۵) ملک کے بعض حصوں میں محرم وصفر کے مہینے میں نکاح سے احتراز کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ جواباً تحریر فرماتے ہیں کہ:

''نکاح کسی مہینے میں منع نہیں یہ غلط مشہور ہے''

(۱۶) اکثر لوگ قمر عقرب کے علاوہ ۳، ۱۳، ۲۳، یا ۸، ۱۸، ۲۸، یا یک شنبہ، چہار شنبہ، پنج شنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ان سب باتوں کو باطل وبے اصل قرار دیا ہے۔

(۱۷) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں غلو کرتے ہیں۔ ذرا درج ذیل سوالوں پر حضرت کے جوابات بغور پڑھیں۔

''بعض حضرات رسول کریم ﷺ کے
نور کو غیر مخلوق سمجھتے ہیں''

حضرت اس باطل عقیدہ کے جواب میں فرماتے ہیں:

''جو ایسا عقیدہ رکھے وہ منکر قرآن عظیم ہے''

حضور اکرم ﷺ کے نور کو حضرت مخلوق ہی بتاتے ہیں۔

(۱۸) درج ذیل روایت کو بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بالتحقیق موضوع قرار دیتے ہیں کہ شب معراج براق کو دیکھ کر

حضور اکرم ﷺ آبدیدہ ہوگئے حضرت جبریل نے سبب پوچھا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آج میں براق پر جارہا ہوں کل قیامت کے دن میری امت برہنہ پا پل صراط کرے گی یہ تقاضائے محبت وشفقت امت کے موافق نہیں۔ ارشاد باری ہوا:

"یونہی ایک ایک براق بروز حشر تمہارے ہر امتی کی قبر پر بھیجیں گے"

اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے پوری روایت کو بے اصل و بیہودہ قرار دیا ہے۔

(۱۹) درج ذیل روایت کو بھی بے اصل قرار دیا ہے کہ حضرت جبریل جہاں سے وحی لاتے ہیں وہاں پردے کے پیچھے خود حضور اکرم ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔

(۲۰) ملک کے بعض علاقوں میں حضرت خاتون جنت سے منسوب ڈوروں کی رسم جس میں پوریاں پکا کر فاتحہ دی جاتی ہے، اسے محض بے اصل ومردود رسم قرار دیا ہے۔

(۲۱) ثواب رسانی کیلئے اجرت پر قرآن خوانی کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

(۲۲) اردو میں نماز وار دو میں خطبہ جمعہ ترک سنت وترک واجب قرار دیتے ہیں۔

(۲۳) بزرگان دین کی تصاویر بطور تبرک کو بھی ناجائز وسخت گناہ قرار دیا ہے۔

(۲۴) قبر پر یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے۔

(۲۵) فرضی قبروں کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے کہ یہ فسق وفجور و افعال گناہ ہیں۔

(۲۶) طواف قبر سے منع فرمایا ہے۔

(۲۷) پختہ قبر وقبروں کی بلندی کے بارے میں فرمایا کہ قبر ایک بالشت سے اونچی نہ ہو، قبر میت کے گرد پختہ نہ ہو، اوپر کا حصہ پختہ کرنے میں حرج نہیں۔

(۲۸) قبر پر عود، لوبان، چراغ واگربتی کے جلانے سے منع فرمایا ہے۔

(۲۹) ملک کے بعض حصوں میں مٹھائی یا شیرنی چیونٹیوں کیلئے لے جاتے ہیں حضرت نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(۳۰) تبرکات کے غلط انتساب پر قدغن لگایا ہے

(۳۱) مُردوں پر گریہ وزاری سے منع فرمایا ہے

(۳۲) تعزیت بعد دفن میت اگر منکرات شریعہ سے خالی ہو تو صرف مباح ہے اس کا نہ کرنا افضل ہے۔

(۳۳) ملک کے بعض حصوں میں طعام میت کی خرافات ہے میت کے گھر پر لوگ کھاتے ہیں۔ اس کیلئے صاحب خانہ کو قرض تک لینا پڑتا ہے حضرت نے اس قبیح رسم کا سخت رد فرمایا ہے۔

(۳۴) اہل میت کیلئے صرف دو وقت تک کھانا بھجوانے کی تائید حضرت نے کی ہے۔ انہوں نے تین دن تک بھاتی کی رسم کا سخت رد فرمایا ہے۔

(۳۵) ملک کے بعض حصوں میں یہ رسم ہے کہ میت کے گھر جمعراتوں، چالیسویں، چھ ماہی اور برسی کا اہتمام ہوتا ہے جس میں لوگ دعوت کی طرح شریک ہوتے ہیں۔ حضرت نے اس کا رد فرمایا ہے۔ ہاں اگر فراغت ہو تو مسکین یا محتاجوں کو کھلانے میں حرج نہیں۔

اس طرح بے شمار بدعات ومنکرات کا رد فرمایا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے، اس پر بھی کوئی انہیں بدعات کا ایجاد کنندہ یا فروغ دہندہ قرار دے تو اسے حسد ذاتی عناد اور بغض کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے۔؟

علم کا تصوّر، ذرائع اور اقسام

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا نقطہ نظر

عبدالقیوم چوہدری*

تصور علم ایک اہم فلسفیانہ تصور ہے جو کسی بھی صاحب فکر کے تصورات کے فہم کے لئے ضروری ہے۔مولانا احمد رضا خاں بریلوی علم کی ضرورت و اہمیت سے واقف تھے۔ان کی اپنی زندگی بچپن سے بڑھاپے تک حصول علم اور اشاعت علم کا نمونہ تھی۔

علم کی تعریف :

مولانا احمد رضا خاں بریلوی علم کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''علم وہ نور ہے جو شے اس کے دائرہ میں آ گئی منکشف ہوگئی اور جس سے متعلق ہوگیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگئی'' (۱)

حقیقی اور اصلی علم :

جو علم حضور ﷺ کو وحی کسی صورت میں عطا کیا گیا وہی حقیقی اور اصلی علم ہے، فرماتے ہیں:

''علم وہ ہے جو مصطفیٰ ﷺ کا ترکہ ہے'' (۲)

ایک جگہ حدیث نبوی نقل فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ فرماتے ہیں علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو رہ وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے اس کے سوا جو کچھ ہے سب فضول ہے'' (۳)

امام غزالی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

''علم حقیقی وہی ہے جو ماسوی اللہ سے تعلق قطع کر کے اللہ سے رشتہ جوڑ دے اور خلوص نیت ہی سے حاصل ہوسکتا ہے غیر مخلص کا علم، علم حقیقی نہیں'' (۴)

ذرائع علم :

مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مندرجہ ذیل ذرائع علم ہیں:

۱---- وحی :

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وحی الٰہی سب سے اہم، حتمی اور مستند ذریعہ تعلیم ہے۔اس ذریعہ علم میں کسی غلطی اور کذب کی گنجائش نہیں ہے۔انبیاء کرام کے ذریعے سے انسان کو علم توحید دیا گیا ہے۔

۲----الہام :

وحی کے بعد الہام بھی ایک اہم ذریعہ علم ہے۔وحی صرف انبیاء کو ہوتی ہے۔مگر الہام غیر انبیاء کو بھی ہوتا ہے اور اس کیلئے صاحب ایمان اور صاحب تقویٰ ہونا ضروری ہے۔انسان کے دل میں کسی چیز یا کام کے بارے میں تنبیہ یا اشارہ کر دیا جاتا

*(لیکچرار انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

ہے۔

۳۔۔۔۔ کشف :

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کشف بھی ایک اہم ذریعہ علم ہے۔ کسی آدمی پر کسی چیز کے بارے میں کوئی خیال اچانک بجلی کی چمک کی طرح انسان کے ذہن میں آجاتا ہے۔ حقیقت حال آدمی پر ظاہر کر دی جاتی ہے۔

۴۔۔۔۔ عقل :

مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک عقل کا درجہ وحی سے کم ہے، ہر عقلی استدلال اور معاملات کو قرآن وسنت کے مطابق ہی پرکھا جاتا ہے۔ دنیا کی ترقی وخوشحالی، عالیشان عمارت، دیگر ریل پیل عقلی کرشمہ سازوں کی مرہون منت ہے۔ عقل کے ذریعے ہی کسی اچھائی برائی کو پرکھا جاسکتا ہے۔

۵۔۔۔۔ حواس خمسہ :

ذرائع علم میں عقل کے بعد حواس خمسہ کا درجہ ہے۔ یہ تقریباً ہر انسان کو حاصل ہیں۔ آنکھ، کان، ناک، زبان چھونے کے اعضاء حصول علم کے آلات ہیں۔ حواس کے ذریعے جو علم /معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یقینی نہیں ہوتیں۔

۶۔۔۔۔ سند :

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سند بھی علم کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ آپکے نزدیک کتب بینی اور افواہ رجال سے بھی علم حاصل ہوتا ہے۔ ضرب الامثال اور اقوال زرین سند میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ افواہ رجال اور کتب بینی سے جو علم حاصل ہوتا ہے یہ وہ باتیں ہوتی ہیں جو کسی وقت کے بھی مستند، لائق اور معتبر افراد کی کہی ہوتی ہیں۔

حتمی وقطعی سرچشمۂ علم :

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے حتمی اور قطعی ذریعہ سرچشمۂ علم، وحی الٰہی ہے اور باقی تمام علوم اور ذرائع کی صداقت کو اسی سرچشمۂ علم کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ ذرائع علم میں وحی، الہام، عقل اور حواس خمسہ کے متعلق آپ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمایئے جس میں ان ذرائع کے مقام ومرتبہ کا صحیح علم ہوتا ہے:

اللہ عزوجل نے بندے بنائے اور انہیں کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ آلات وجوارح عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا اور ان کے ارادے کا تابع وفرمانبردار کردیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس سے تمام حیوانات پر انسان کا درجہ بڑھایا عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی، خیر وشر، نفع وضرر، حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے۔ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس و بے یاور نہ چھوڑا۔ ہنوز لاکھوں باتیں ہیں جن کو عقل خود ادراک نہ کرسکتی تھی اور جس کا ادراک ممکن تھا۔ ان میں لغزش کرنے ٹھوکریں کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن یا پناہ نہ رکھتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر کتب اتار کر ذرا ذرا سی بات کا حسن وقبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی، کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔(۵)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے وحی، حقیقی اور حتمی سرچشمۂ علم ہے اور دیگر ذرائع علم کو وحی کے تابع کر کے استعمال کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

علم کی اقسام :

مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ کے نزدیک علم کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

لف ......اہمیت و ضرورت

کے لحاظ سے علم کی اقسام :

۱- فرضِ عین

۲- فرض کفایہ

۳- مباح

۴- مکروہ

۵- حرام

----علم فرض عین:

فرض عین علم ایسے علم کو کہتے ہیں جس کا حاصل کرنا ہر خص کے لئے ضروری ہو۔ اسلام کے بنیادی عقائد و ایمانیات سے آگاہی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ توحید و رسالت کا قرار اسلام کا اساسی عقیدہ ہے۔ اجزائے ایمان کے بعد ارکان سلام اور دیگر احکام شرعیہ کی واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

۲----علم فرض کفایہ:

وہ علم جو معاشرے کے تمام افراد کے لئے سیکھنا ضروری نہ ہو چند افراد ہی اگر سیکھ لیں تو دوسروں پر گناہ نہیں۔ ان میں فقہ، تفسیر، حدیث توقیت، جغرافیہ وغیرہ شامل ہیں۔

۳----علم مباح:

ایسا علم جس کا سیکھنا ضروری نہ ہو لیکن اسلام اس کے سیکھنے کی اجازت دیتا ہو اور جس میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو تو یہ ایک مباح کام (جائز کام) ہوگا۔ مثلاً اشعار اور تاریخ کا علم وغیرہ۔

۴----مکروہ علم:

ایسا علم جو وقت کے ضیاع کا باعث ہو اور جس سے فرائض شریعت میں غفلت پیدا ہوتی ہو۔ مثلاً علم ہندسہ، ہیئت، فلسفہ منطق وغیرہ۔

۵----علم حرام:

وہ علوم جو اسلام کی تعلیمات سے روکتا ہو اور سراسر نقصان کا باعث ہو۔ اس سے کچھ فائدہ نہ ہو مثلاً جادو، مسمریزم فلسفہ قدیمہ، سحر ٹونے ٹوٹے وغیرہ۔(۶)

ب......اقسام علم بلحاظ ملکیت :

۱----علم ذاتی:

علم ذاتی کے بارے میں آپ کا ارشاد سنیئے:

''علم ذاتی (وہ ہے جو) اللہ عزوجل سے خاص ہے
اس کے غیر کے لئے محال جو اس میں سے کوئی چیز
اگر وہ ایک ذرہ سے کم تر سے کم تر، غیر خدا کیلئے
مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے''

۲----علم عطائی:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم اس کی مخلوق کو عطا کیا جاتا ہے وہ عطائی علم ہے، فرماتے ہیں:

''اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد ﷺ کا حصہ
تمام انبیاء، تمام جہانوں سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ کی
عطاء سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے
جن کا شمار اللہ ہی جانتا ہے'' (۷)

ج......بلحاظ فائدہ و ضرر اقسام علم :

۱----علم شرعیہ:

وہ علم جو انبیاء کرام سے مستفاد ہو اور عقل انسانی کسی رسائی وہاں تک نہ ہو سکتی ہو۔ یہ علم قرآن و سنت کی تفہیم کے لئے

مددگار ثابت ہو۔

۲۔۔۔۔علم غیر شرعیہ:

ایسا علم جس کی تحصیل و تعلم قرآن و حدیث نے حرام کر دیا ہو اور جس سے خلاف شرع امور تعلیم کئے جائیں۔

د......اقسام علم بلحاظ ذریعہ علم:

۲۔۔۔۔علم عقلیہ:

وہ علم جو عقل کی مدد سے حاصل کیا جائے مثلاً منطق، فلسفہ، طب وغیرہ

۳۔۔۔۔علم نقلیہ:

ایسا علم جس میں عقل کو کوئی دسترس نہیں جو وحی نبوت سے منقول ہے جس کو آئندہ ہو بہو نقل کے ذریعے حاصل کیا جائے مثلاً قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ۔

ر......نفع و نقصان کے لحاظ سے علم کی اقسام:

نفع و نقصان کے لحاظ سے بھی علم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔۔۔۔علم نافع:

ایسا علم جو شریعت کے مطابق زندگی کو بہتر طور پر گزارنے کے قابل بنائے نیز جس میں فقاہت (سمجھ بوجھ خصوصاً دینی امور کے بارے میں) ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

"علم نافع وہ ہے جس میں فقاہت ہو" (۸)

۲۔۔۔۔علم غیر نافع:

وہ علم جو نہ تو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے میں کام آئے اور نہ ہی اس سے دین کے بارے میں سمجھ بوجھ ہو۔

س......اقسام علم بلحاظ حقیقتِ علم

۱۔علم مقصودہ:

وہ علم جس کا حصول مقصدِ حیات ہو، قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ علم مقصودہ کے زمرے میں آتے ہیں۔

۲۔علم آلیہ:

وہ علم جو علم مقصودہ کے حصول میں معاون ثابت ہو مثلاً زبان، لغت، معانی وغیرہ۔ علم آلیہ قرآن و حدیث کی تفہیم میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔

ش......نظریہ و کسب کے لحاظ سے علم کی اقسام:

۱۔نظری علم:

وہ علم جس کا تعلق محض عقل، دل، دماغ اور فکر سے ہوتا ہے۔ علم العقائد، علم البیان، علم الکلام وغیرہ نظری علم ہیں۔

۲۔فنی علم:

وہ علم جو کسی پیشہ کے اپنانے میں اور ذریعہ معاش بنا میں ممد و معاون ہو۔ طبی، صنعتی، کاروباری علوم اسی کے زمرے میں آتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے نہایت واضح، جامع اور ٹھو استدلال پر مبنی تصور علم، ذرائع علم اور اقسام علم پیش کی ہیں آپ علم کے وسیع ترین موضوع کو جس انداز میں مختلف زاویوں، مختل پہلوؤں سے الگ الگ اقسام کے تحت ان کے espective (title nomenclature) میں پیش کیا ہے اس سے فل علم التعلیم کے اساتذہ و طلبہ کیلئے تصور علم کی تفہیم نہایت آسان خوب آشکار ہوگئی ہے۔

عصر حاضر کے علمی و مسلکی تقاضے اور منظر اسلام کا قائدانہ کردار

از: ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی (علی گڑھ)

بلاشبہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی دینی و مسلکی قیادت کے بعد ان کے مولد و مسکن و مدفن بریلی کو اہل سنت کے لئے مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ آج کوئی بھی شخص اعلیٰ حضرت کی دینی قیادت کو تسلیم کئے بغیر سنی ہونے کا دعویدار نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ان کا قائم کردہ "جامعہ منظر اسلام" دینی مدارس اور ان کے نصاب و نظام میں قائدانہ اور مرکزی حیثیت کا حامل ہونا چاہیے۔

عصر حاضر میں منظر اسلام پر مختلف النوع قسم کی ذمہ داریاں عائد ہو رہی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کی بجا آوری فرض عین کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی لئے امید کی جانی چاہیے کہ ارباب جامعہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے قائدانہ کردار ادا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوں گے۔

میرے خیال میں عصر حاضر میں منظر اسلام پر جو اہم ذمہ داریاں عائد کی ہیں انہیں مندرجہ ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) عصری تقاضوں کے مطابق نصاب تعلیم کی ترتیب و تدوین اور علم دین کی ترویج و اشاعت۔

(۲) مسلک اہلسنت کی تبلیغ و اشاعت۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ علم اور عروج لازم و ملزوم ہیں اور علم ہی اپنے جلو میں عروج و ترقی اور کامیابی و کامرانی لاتا ہے۔ قوموں کی ترقی اور خوش حالی، قوت و طاقت کا سرچشمہ علم ہی ہے۔ اسی طرح قلم کی طاقت کے آگے تیر و تلوار کند ثابت ہوتے ہیں۔ قلم و قرطاس کو ہم رشتہ کر کے ہی علم کی بلندیوں کو سر کیا جاسکتا ہے۔ علم و فضل کے ہفت خواں طے کئے جاسکتے ہیں۔ علم و قلم کی اسی اہمیت و افادیت کے پیش نظر منبع علم قرآن کریم نے سب سے پہلے علم و قلم کا ہی ذکر کیا ہے۔ قرآن ناطق ﷺ نے علم کی اہمیت کو اس قدر اجاگر کیا اور اس کے لئے وہ حکمت عملی اختیار کی کہ جاہلیت کے شاہکار عرب ایک صدی کے اندر امام العلوم بن کر ابھرے۔

بظاہر امی لقب لیکن تلمیذ الرحمٰن رسول ﷺ نے ہجرت کے بعد موقع ملتے ہی سب سے پہلے ایک مرکزی مسجد و مدرسہ کی بناء ڈالی۔ مسجد سے متصل صفہ ہی اس وقت کا مدرسہ تھا اصحاب صفہ اس اولین مدرسہ کے ہمہ وقتی طالب علم تھے یہی ان کی درسگاہ تھی اور یہی ہوسٹل یا رہائش گاہ بھی۔ ان مخصوص طلباء کے علاوہ ہر صحابی بیک وقت جز وقتی طالب علم بھی تھا اور معلم بھی۔ اس لئے کہ ہر شخص کے پیش نظر آپ کا یہ فرمان رہتا تھا کہ جسے جو بات معلوم ہو وہ اسے دوسروں تک ضرور پہنچائے۔

علم کی ترویج و اشاعت کے لئے نظام تعلیم اور نصاب

تعلیم لازمی ہیں۔ اس لئے کہ جہاں آپ نے حصول علم کی ترغیب و تلقین فرمائی وہیں علم کو دو حصوں میں بھی تقسیم فرمایا۔ علم نافع اور علم غیر نافع۔ زبان رسالت مآب ﷺ نے حصول علم کیلئے بیحد دعا فرمائی رَبِّ زِدْنِی عِلْماً آپ کی ہمہ وقتی دعا تھی، وہیں علم غیر نافع یا مضر علوم سے اللہ کی پناہ بھی چاہی۔

اللّٰھم انی اعوذبک من علم لاینفع

قرآن کریم کی آیت کریمہ ہے:

سَنُرِیْهِمْ آیَاتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ

(پارہ ۲۵/آیہ ۵۳، سورہ حم سجدہ)

(عنقریب دکھائیں گے ہم ان کو اپنی نشانیاں کائنات میں اور خود ان کے نفوس میں) درحقیقت انفس و آفاق میں ہی قدرت الٰہی کی نشانیاں موجود ہیں۔ جیسے جیسے ان کے سربستہ راز واہو رہے ہیں۔ نت نئے عالم وجود میں آرہے ہیں۔ ابتدائی دور کے مسلمانوں نے اس طرف توجہ دی تو حکومت وسیاست نے ان کے قدم چومے دنیا کا غالب حصہ سیاسی اور ذہنی اعتبار سے ان کا غلام ہوگیا۔ لیکن جب سے مسلمانوں نے جمود وتعطل کو شعار بنایا، علم سے منہ موڑا نتیجہ میں سیاسی اضمحلال اور علمی زوال آیا۔

قرآن کی بلاغت نے علوم کو دو حصوں انفس و آفاق میں تقسیم کیا ہے۔ علم نفس سے مراد وہ علوم ہیں جنہوں نے آج کی اصطلاح میں سوشل سائنسز (Socialscience) ہیومیٹیز (Humanities) کہا جاتا ہے۔ ان میں نفسیات، عمرانیات، سیاسیات، اقتصادیات تاریخ وجغرافیہ وغیرہ شامل ہیں۔

علم الآفاق سے مراد پیور سائنسز (Pure sciences) ہیں ان میں طبعیات، نباتات، ارضیات، جمادات، حیوانات اور کیمیاء وطب وغیرہ ہیں۔ ظاہر ہے ان دونوں کے مطالعہ سے ہی اسرار کائنات آشکار ہوتے ہیں۔ نت نئی ایجادات ظہور میں آتی ہیں اور بنی نوع انسان ترقی وکامرانی کی جانب رواں دواں رہتا ہے اسی لئے ان دونوں کا مطالعہ منشائے خداوندی ہے۔

اس طرح خود خالق علوم نے ہی یہ طے کردیا کہ کن علوم کا مطالعہ ضروری ہے۔ نظام تعلیم کو کیسا ہونا چاہیے اور یہ کہ کون سے علوم ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کیلئے ضروری ہیں۔

نظام تعلیم وہ اساس ہے جس پر کسی قوم کی رفعت و عظمت کا بلند وبالا قصر تعمیر ہوتا ہے، یہی وہ اسلحہ ہے جو مذہبی اور تہذیبی روایات و اقتدار کی حفاظت کرتا ہے، اسی کی مدد سے نہ صرف قوم مامون ومحفوظ رہتی ہے بلکہ کامیابی وکامرانی کے مراحل بھی طے کرتی ہے۔ اسی لئے زندہ قومیں اپنے نظام تعلیم بہت ہی غور وفکر کے بعد مرتب کرتی ہیں اور اسے قومی روایت سے ہم آہنگ بناتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مفکرین قوم کی ہیئت اجتماعی پر غور وفکر کرتے وقت سب سے پہلے اپنی توجہ نظام تعلیم پر مرکوز کرتے ہیں اور قومی ضروریات وروایات کے مطابق نظام تعلیم اور نصاب تعلیم مدون ومرتب کرتے ہیں۔ افلاطون وارسطو سے موجودہ دور تک بھی مفکر وفلسفی تعلیمی امور پر بھی غور وفکر کرتے اور اس کا ماحصل اپنے تعلیمی نظریات میں پیش کرتے ہیں۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ انسانی وجود کی طرح نظام تعلیم بھی اپنی ایک روح اور ضمیر رکھتا ہے۔ یہ روح اور ضمیر دراصل اس کے واضعین ومرتبین کے عقائد ونفسیات، زندگی کے متعلق ان کے نقطہ نظر اور ان کے اخلاق کا عکس وپرتو ہوتا ہے۔

نظام تعلیم کے کچھ بنیادی واساسی اصول تو ناقابل ترمیم و تنسیخ ہوتے ہیں۔ جن سے صرف نظر قومی المیہ اور قومی تباہی کا باعث ہوسکتی ہے۔ لیکن زندگی کی طرح نصاب تعلیم بھی ارتقاپذیر ہے اور وہ کوئی جامد شئی نہیں بلکہ وقت اور قومی ضروریات کے مطابق تبدیل ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہنا چاہیے۔

قرون اول اور خصوصاً صحابہ کرام کے نصاب تعلیم کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رسمی اور غیر رسمی تعلیم میں مندرجہ ذیل مضامین شامل تھے۔

(۱) قرآن مجید، تفسیر، اوامر ونواہی، ناسخ ومنسوخ کا حکم، شان نزول وغیرہ

(۲) احادیث اور اسوۂ حسنہ کا علم

(۳) عربی شاعری و امثلہ کا علم

(۴) انساب کا علم

(۵) حسب ضرورت یہود ونصاریٰ اور مجوسی کے زبانوں اور ان کے مذاہب کا مطالعہ۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے نہ صرف عبرانی سیکھی تھی بلکہ توریت کا مطالعہ کر کے ان اعتراضات کا دفاع کرنے اور حسب ضرورت جوابی اعتراض واقدام کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کی تھی۔ گروہ صحابہ میں کتنے ہی افراد فارسی، رومی، حبشی وغیرہ زبانیں جانتے تھے اور ان ممالک سے تعلقات میں معاون ومترجم کی خدمت انجام دیتے تھے۔

(۶) کچھ لوگوں کو حسب دلچسپی علم الابدان وعلم نفس میں مہارت حاصل کرنیکی ترغیب بھی دی جاتی تھی۔ یہی لوگ طبیب و معالج کی خدمت انجام دیتے تھے۔

(۷) ملٹری سائنس یا فنون حرب کی تعلیم تقریباً لازمی تھی۔ گھوڑ سواری، تلوار بازی، نیزہ بازی، تیراندازی، اور تیراکی پر بطور خاص زور دیا جاتا تھا۔ آپ نے نہ صرف ان فنون کے حصول کی تاکید فرمائی بلکہ انہیں تفریح ودل بستگی کے مشغلے بھی قرار دیا۔

پہلی صدری ہجری کے اسلامی مدارس میں تقریباً یہی نظام ونصاب رائج رہا۔ دوسری صدی ہجری میں عباسیوں کے عہد عروج میں یونانی اور رومی علوم کی ترویج واشاعت نے نصاب تعلیم کے تقاضے بدل دیئے۔ اسی لئے علمائے عصر نے منطق وفلسفہ اور علم کلام کو نصاب تعلیم کا ایک اہم جز قرار دیدیا اور انہی کی مدد سے علوم اسلامی اور عقائد اسلامی کو مضبوط اساس فراہم کی۔

یونانی اور رومی علوم نے نفع ونقصان دونوں پہنچائے۔ ان کا سب سے بڑا نقصان تو یہ ہوا کہ علماء کی توجہ قرآن وحدیث اور فقہ سے ہٹ کر منطق وفلسفہ اور علم کلام کی طرف زیادہ ہوگئی۔ علوم کو علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ میں منقسم کردیا گیا۔ قرآن وحدیث وغیرہ کے علوم کو علوم نقلیہ قرار دیا گیا۔ ان کے مقابلہ میں علوم عقلیہ منطق وفلسفہ وغیرہ کی اہمیت اور قدر دانی بڑھ گئی اسی لئے علوم عقلیہ کے عالم خود کو برتر سمجھنے لگے۔

صدیوں تک یہی تقسیم اور یہی علوم داخل نصاب رہے۔ مدارس کا مشہور ومعروف درس نظامی تقریباً اسی اساس پر قائم ہوا۔ لیکن اب ایک عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ اس نصاب تعلیم میں عصری تقاضوں کے پیش نظر انقلابی تبدیلیاں کی جائیں۔ بعض مدارس نے جزوی تبدیلیاں کی ہیں۔ لیکن یہ ناکافی ہیں۔ منظر اسلام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس ضمن میں قائدانہ کردار ادا کرے۔ ایک نیا اور مکمل تبدیل شدہ نصاب تعلیم کیسا ہونا چاہیے اس کا ایک خاکہ پیش خدمت ہے۔ جسے اہل علم مزید غور وفکر کے بہتر بنا سکتے ہیں۔

(۱) پہلے دو سال تک قرآن کریم، ضروری مسائل وطریق عبادات اور اردو اور عربی زبانی سکھائی جائے۔ تاکہ طلبہ ان زبانوں پر عبور حاصل کر کے آئندہ کی تعلیم بآسانی حاصل کرسکیں۔

(۲) اس دو سالہ تیاری کورس کے بعد پانچ سالہ عمومی کورس ہو۔ جس میں قرآن کریم کو صحت کے ساتھ تلاوت کرنے اس کے ضروری معنی ومطالب سمجھنے پر زور ہو۔ احادیث کا انتخاب مشکوٰۃ جیسی کتب کے ذریعہ پڑھایا جائے۔ مسائل فقہ کی تفہیم بہار

شریعت جیسی کتب کے ذریعہ ہوان کے ساتھ عصری علوم میں سے طبی ، سائنسی اور سماجی علوم جیسے علم مدنیت تاریخ ،تاریخ ہند و تاریخ اسلام ، جغرافیہ، سیاسیات وغیرہ مبادیات پڑھائی جائے ۔ ہندی اور علاقائی زبان حسب ضرورت سکھائی جائے ۔ان زبانوں کے ادب کے بجائے صرف زبان کے سمجھنے سمجھانے اور اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی صلاحیت پر زور ہونا چاہیے۔

اس سات سالہ کورس کے بعد عالم کی سند تفیض کی جاسکتی ہے۔

(۳) ان فارغ التحصیل طلباء میں سے جواہر قابل کو تلاش کر کے مختلف میدانوں میں سے کسی ایک میں تخصص حاصل کرنے کیلئے داخل کیا جائے ۔ انہیں خصوصی مراعات ، سہولیات مہیا کی جائیں، انہیں ملت کا سرمایہ سمجھ کران کی نگہداشت و پرورش کی جائے یہ داخلے سخت مقابلے و مسابقے کے بعد ہی عمل میں لائے جائیں کسی بھی میدانِ تخصص میں دس سے زیادہ طلباء کو داخل نہ کیا جائے تا کہ انہیں پر مکمل اور بھر پور توجہ دی جاسکے۔ یہ کورس پانچ سال پر محیط اور مندرجہ ذیل موضوعات میں سے کسی ایک پر مبنی ہوسکتا ہے۔

(۱) تخصص فی القرآن والتفسیر:

اس میں تمام معلومات و معروف عربی و اردو تفاسیر کا مطالعہ شامل ہو۔قرآن علوم پر مکمل عبور حاصل کرنے پر زور دیا جائے

(۲) تخصص فی الحدیث:

اس میں تمام معلوم مجموعہ ہائے حدیث کا مطالعہ کرایا جائے نیز احادیث سے متعلق تمام علوم کا عمیق مطالعہ اس میں شامل ہو۔

(۳) تخصص فی الفقہ:

اس میں تمام مذاہب فقہ کا تفصیلی و تقابلی مطالعہ کیا جائے فقہ کے چاروں معروف مذاہب کے ساتھ فقہ جعفریہ کا مطالعہ بھی شامل نصاب ہو۔ان سب کے تقابلی مطالعہ کے ساتھ فقہ حنفی کی برتری پیش نظر رکھی جائے۔

(۴) تخصص فی المناظرہ:

اس میں مسلمانوں کے تمام معروف مسالک نیز یہودیت ،عیسائیت و ہندوازم کا تفصیلی وتنقیدی مطالعہ شامل ہو۔ اپنی دلچسپی کے مطابق کوئی طالب علم کسی خاص مسلک کے متعلق امتیاز حاصل کرسکتا ہے۔

مناظرین کی تیاری میں اذہان کو حکمت و دانائی ، نرم روی اور شیریں مقالی کا خوگر بنایا جائے ۔ انہیں شخصیات پر نہیں نظریات پر تنقید کا عادی بنایا جائے ۔اپنے نظریات کو دلائل و براہین سے ثابت کرنے والا بنایا جائے۔ بدقسمتی سے ہمارے موجودہ مناظرین میں سے اکثر کا حال اس کے قطعی برعکس ہے ۔وہ اپنی تنگ خوئی، تلخ نوائی اور فسادی انداز نظر سے بہت سے مذبذب اور آزاد خیال لوگوں کو اپنی جماعت سے جدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں اور پورے مسلک کی بدنامی اور اسے نقصان پہنچانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں ۔اس انداز نظر کو بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔

(۵) تخصص فی الادب:

اس میں عربی یا اردو ادب کا عمیق مطالعہ شامل ہو۔

(۶) تخصص فی الطب:

طب یونانی بڑی حد تک مسلمانوں سے متعلق رہا ہے اس کی حفاظت اور ترویج و اشاعت مسلمانوں کا فریضہ ہے ۔ اس کیلئے بھی بی یو ایم اس، قسم کا پانچ سالہ کورس طب یونانی کے متعلق رائج کیا جائے ۔اس نصاب کی تکمیل کے بعد فاضل کی سند تفویض کی جاسکتی ہے ۔ مثلاً فاضل ادب وغیرہ ۔ نظام و نصاب کی اس انقلابی تبدیلی کے ساتھ ہی منظر اسلام کو یہ کوشش بھی کرنی چاہیے کہ

اس کے ہم خیال مدارس اس نصاب کو اختیار کریں اور خود کو منظر کے مرکزی نظام سے بھی وابستہ کر لیں۔ اس طرح مدارس کا ایک وفاق وجود میں آ جائے گا۔ جو ایک مرکزی بورڈ یا یونیورسٹی کی شکل اختیار کر لے گا۔ جس کا بنیادی مقصد امتحانات کا انعقاد اور اس کیلئے ضروری قواعد وضوابط تیار کرنا ہوگا۔ یہ خیال رکھا جائے کہ مختلف مدارس کے مالی معاملات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔ کیونکہ یہی اکثر بناءِ فساد ہوسکتی ہے۔ انہیں اپنے مالی وسائل مہیا کرنے اور انہیں اپنے زیر انتظام خرچ کرنے میں بالکل آزاد وخود مختار مانا جائے۔ البتہ قواعد وضوابط اور نصاب تعلیم کا پابند بنایا جائے۔ اگر ہم خیال مدارس کا ایک بڑا وفاق وجود میں آ جائے گا تو اسے حکومت اور مختلف تعلیمی اداروں کی منظوری بھی با آسانی حاصل ہو جائے گی۔ یہ پروجیکٹ کثیر سرمایہ کا طالب ہے۔ اسی لئے مختلف مدارس میں تخصص کے شعبے تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ ابتدائی سات سالہ نصاب تو سبھی مدارس میں ہو لیکن تخصص کا کوئی ایک میدان کسی ایک مدرسہ میں ہو تو دوسرا کسی دوسرے مدرسے میں۔ اس طرح کام بھی تقسیم ہو جائے گا۔ کم سرمایہ میں کام ہو سکے گا اور انتظامی امور میں بھی سہولت ہوگی۔

اگر خلوص، محنت، لگن، دیانت وامانت اور یکسوئی کے ساتھ جدوجہد کی جائے تو ایک بے نظیر مرکزی ادارہ کا خواب جو ابھی خواب پریشان سے زیادہ نہیں شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔ بس ضرورت اس امر کی ہے کہ افراد کی ذاتی انا اور خواہشات کو دینی اور مسلکی ضرورت کے اوپر قربان کر دیا جائے۔ اگر خلوص و دیانت و امانت سے کام کا آغاز ہوگا تو ان شاء اللہ مالی وسائل کی کمی آڑے نہیں آئے گی۔ اعلیٰ حضرت سے جذباتی اور روحانی وابستگی رکھنے والے کروڑوں افراد اس ادارے کے پشت پناہ اور کفیل بن جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

مسلک اہلسنت کی تبلیغ واشاعت اور اس سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ، منظر اسلام کا دوسرا اہم فرض ہے۔

موجودہ دور، فکری بے راہ روی اور مذہب حق سے دوری کا دور ہے۔ آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ یا تو مذہب سے بیزار و لاتعلق ہے۔ یا پھر مختلف گمراہ کن جماعتوں کا شکار ہے۔ اس کی بڑی وجہ عام مسلمانوں کی دین سے ناواقفیت، حقائق سے دوری، گمراہ کن جماعتوں کی مشنری اسپرٹ اور خود اہل سنت کی مجرمانہ حد تک غفلت ولاپرواہی ہے۔ گمراہ کن جماعتوں اور گروہوں نے گزشتہ ایک صدی میں اپنی انتھک محنت وجدوجہد اور تبلیغی سرگرمیوں سے عوام الناس کی ایک بڑی تعدد کو اپنا ہمنوا اور پشت پناہ بنالیا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ شاہ اسماعیل دہلوی سے پہلے مسلمانوں کا سواد اعظم انہیں عقائد کا پیرو تھا جنہیں آج بریلویت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کا اعتراف خود اغیار کے اہل قلم کو بھی ہے۔ مشہور غیر مقلد عالم ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے:

''امرتسر میں مسلم آبادی ہندو سکھ وغیرہ کی مساوی ہے۔ اسی سال قبل تقریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔''

(شمع توحید ص ۴۰ مطبوعہ ۱۹۳۷ء)

شاہ اسماعیل دہلوی کی ایک اور معتقد وتذکرہ نگار مولوی محمد جعفر تھانیسری نے تاریخ عجیبیہ میں لکھا ہے ''میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے اور اب ۱۲۹۲ھ میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمان میں کم سے کم چار حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں''۔ یہ شہادتیں تو قدیم ہیں۔ آج حالت دیکھئے کیا ہے۔ آپ اکثر شہروں میں متصلب سنی چند ہی پائیں گے۔ سنی مساجد اور سنی امام کو تلاش ہی کرتے پھریں گے عوام کی اکثریت خواہ اپنے عقائد واعمال میں سنی ہی ہو مگر وہ رہنمائی

دیوبندی علماء سے حاصل کر رہی ہے اور انہیں کی اقتدا میں بے تکلف نماز ادا کر رہی ہے۔ آج مساجد تو کجا مقابر اور خانقاہوں پر بھی انہیں کا قبضہ ہے۔ وقف بورڈ ان کے زیر تصلب ہے۔ ذرائع ابلاغ ان کے ہاتھ میں ہے۔ پریس کی طاقت وہ طاقت ہے کہ جو بڑے سے بڑے جھوٹ کو سچ ثابت کر سکتی ہے اور کر رہی ہے۔ اسی طاقت سے انہوں نے اہلسنت کو عام مسلمانوں کی نگاہ میں بدعتی، گمراہ، پیٹ کے بجاری، فسادی اور جھگڑالو بنا دیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا اپنے مفاد کیلئے کیا۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے ایسا کیوں ہونے دیا؟ اس طرح ایک نظر ہمیں اپنی کمزوریوں اور فی زمانہ پسپائی کے اسباب وعوامل پر بھی ڈالنی چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ اعلیحضرت اور دیگر علمائے اہلسنت نے وہابیہ کے خلاف تردیدی لیٹریچر کی شکل میں اسلحہ اور گولہ بارود کے انبار لگا دیئے۔ لیکن ان اسلحہ کو استعمال کرنے والے تربیت یافتہ سپاہیوں کی تیاری کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاسکی۔ جب کہ اغیار نے جگہ جگہ مدارس قائم کر کے اپنا دفاع کرنے والوں کی افواج کھڑی کر دیں۔ مساجد پر قبضہ کر کے اور تبلیغی سرگرمیوں میں دن رات ایک کر کے عوام کو اپنا ہمنوا بنا لیا۔ جن لوگوں کی حقائق پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ کل وہ دفاعی پوزیشن میں تھے اور آج ہم اپنے قلعوں کی حفاظت کی طرف سے فکر مند ہیں۔ جن میں جگہ جگہ شگاف پڑ چکے ہیں اور جن پر ہر طرف سے اغیار کی یلغار ہے۔ یہ نہ صرف لمحہ فکر یہ ہے بلکہ مؤثر تدابیر کیلئے ہمہ تن جدو جہد ہونا بھی ضروری ہے۔

اہلسنت کے گرد تنگ ہوتے ہوئے اس حصار کو توڑنا آج ہر سنی کا فرض ہے۔ خصوصا امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اہل خاندان اور ان کے قائم کردہ منظر سلام پر بطور خاص یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل امور کو اختیار کیا جائے تو ان شاء اللہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا جاسکتا ہے۔

(۱) اہلسنت کے متعلق گمراہ کن پروپیگنڈے کا سد باب مؤثر طریقے سے کیا جائے۔

(۲) اغیار کی منتخب و مستند کتب سے ان کے عقائد اخذ کر کے اشتہاروں، کتابچوں، پمفلٹوں اور ہینڈ بل وغیرہ کی شکل میں شائع کر کے مفت عوام تک پہنچائے جائیں۔

(۳) ان جملوں کو بطور خاص عوام تک پہنچایا جائے۔ جن سے صریح توہین رسالت ہوتی ہے۔

(۴) آج کل مزارات ور خانقاہوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اہلسنت کے ہی کھاتے میں لکھا جاتا ہے۔ اور اہلسنت کو ہی ان حرکات کا مرتکب گردانا جاتا ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کیا جائے۔ بدعات و خرافات کا بھرپور اور واضح رد کر کے ان سے برأت کا اظہار کیا جائے۔

(۵) اپنی مساجد، مقابر اور خانقاہوں کے تحفظ کیلئے بھرپور جدوجہد کی جائے۔ وقف بورڈوں میں مسلک کا واضح اندراج کرایا جائے اور اس سلسلہ میں حکومتی سطح پر کوشش کی جائے۔

(۶) مبلغین کی ایسی جماعتیں تشکیل دیجائیں جو مختلف علاقوں میں جا کر غلط فہمیوں کا ازالہ اور صحیح عقائد کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دیں۔ ان کا طریقہ کار اغیار کے طریقۂ کار سے قطعاً مختلف ہونا چاہیے۔ اگر انسدادی تدابیر پر عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ بڑھتے ہوئے سیلاب بلا کا رخ موڑا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اہلسنت خواب خرگوش سے جاگ جائیں۔ اپنے فرض کو سمجھیں اور جہد و عمل کو اپنا شعار بنائیں۔

وما علینا الا البلاغ وماتوفیقیا لا باللہ

☆☆☆

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم

ارشد نظر*

نعت کی اہمیت پر ہر دور میں مسلّم رہی ہے۔ قرآن و احادیث کا گہرا مطالعہ بھی نعت گو شعراء کیلئے ممد و معاون رہا ہے۔ بہت سے نعت گو شعراء شریعت کی گرفت سے نہیں بچ سکے کیونکہ وہ عالم نہیں تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا عالم بھی تھے، عاشق رسول ﷺ بھی۔ اس لئے ان کے یہاں کوئی شعر ایسا نہیں ملتا جس میں وہ غلو کی حد تک پہنچ گئے ہوں نعت میں آداب محبت کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے محبت و عقیدت مسلمانوں کا جزو ایمان ہے۔ محبت کے مختلف انداز ہمیں حضرت حسان بن ثابت سے لیکر امام احمد رضا تک ملتے ہیں۔ صحابہ کرام اور بزرگان دین عشق رسول کے جذبے سے سرشار تھے۔ اسی عشق و محبت کے سہارے عاشقان رسول کائنات پر چھائے ہوئے ہیں۔

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

(حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(جامی)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

(غالب)

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(عترت بخاری)

حضور اکرم ﷺ کی مدح و ثناء میں غلو نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ بے ادبی نہ ہو ورنہ ذرا سی لغزش مسلمان کے تمام اعمال کو ضائع کردے گی۔ یہ پیمانہ بھی ہمیں اساتذہ کے نعتیہ اشعار سے مختلف انداز میں ملتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر حسین احمد دیوبندی نے جب دین کی غلط تعبیر پیش کی تو علامہ اقبال بے چین ہوا تھے۔

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دین ورنہ
سرد و بر سر منبر کہ ملت از وطن است

زد یوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
چہ بے خبر ز مقام محمد ﷺ عربی است

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باوِ نرسیدی تمام بولہبی است

*(بشکریہ ہفت روزہ ڈسپلن (۳۰ دسمبر ۲۰۰۱ء) مالیگاؤں، انڈیا)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے شکایت کی کہ ایک امام روزانہ جہری نمازوں میں سورہ عبس پڑھا کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امام کو بلا کر پوچھا امام نے جواب دیا یہ سورہ مجھے اس لئے عزیز ہے کہ اس سورہ میں اللہ نے حضور علیہ السلام کو ڈانٹا (معاذ اللہ) اتنا سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امام کا سر قلم کر دیا۔ یہیں سے ہمیں ایک معیار و پیمانہ مل جاتا ہے تحفظ عظمتِ شان رسالت علیہ السلام کا۔ یعنی جس نے اللہ و رسول کی بات نہ مانی وہ کھلا گمراہ ہوا۔

انیسویں اور بیسویں صدی کا دور خصوصاً اسلام کیلئے بہت ہی پرفتن رہا۔ بیسویں صدی میں یورپ کی اسلام دشمن لابی کا اہم مقصد ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ کسی طرح سے دینی بے راہ روی اور عقائد میں فساد برپا کیا جائے برطانوی سامراج ہمیشہ سے شرارِ بولہبی سے چراغ مصطفوی کو بجھانے کے درپے رہا ہے مگر وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے، برطانوی جاسوس، ہمفرے کے اعترافات میں اس کا اظہار ہمیں یوں ملتا ہے وہ لکھتا ہے۔

(۱) پیغمبر اسلام کی اہانت کا سہارا لیکر اور شرک و بت پرستی کو مٹانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کے مقدس مقامات کو تاراج کرنا۔

(۲) اسلامی ممالک میں فتنہ و فساد اور شورش و بدامنی پھیلانا۔

(۳) اسلام کی تعلیمات اور قرآن و حدیث پر عمل اور ولولہ انگیزی ختم کرنا اور ان میں انتشار پیدا کرنا۔

(۵) مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں خودسری اور مذہب بیزاری کی ترویج اور انہیں اسلام کے اصول و مبانی کی سچائی کے بارے میں بدظن کرنا۔

(۶) قرآن مبین کی بیشی پر شاہد احادیث اور روایات کی رو سے ایک جدید قرآن کی نشر واشاعت۔

یہ سب باغیانہ تحریکیں برطانوی سامراج نے ابن عبدالوہاب نجدی کے ذریعہ پھیلائیں جہاں تک جدید قرآن کی نگارش اور خانہ کعبہ کی انہدام کا سوال تھا وہ ان عبدالوہاب نجدی کے بس کے باہر تھا کیوں کہ اس وقت کہ سیاسی حالات اس بات کی متقاضی نہیں تھے۔ عبدالوہاب نجدی نے اسلام کی جڑیں کمزور کرنے کیلئے پوری کوشش کی۔ وہ اس میں بہت حد تک کامیاب رہا۔ اسی طرح اعدائے اسلام کا ایک گروہ ہندوستان میں اشرفعلی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی کے روپ میں سامنے آیا ان کلمہ گو مفتیوں نے جو بظاہر مسلمان تھے، شان رسالت میں گستاخیاں کیں ان مولویوں کی ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی اظہر من الشمس ہے ان کے قلم کی سرکشی اور دریدہ ذہنی نے اسلامی شعائر کو پراگندہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کوئی رسول علیہ السلام کے علم کو جانوروں کے علم کے برابر ٹھہراتا۔ جبکہ خدائے تعالیٰ اپنے محبوب کے علم کے بارے میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

"خدا کے پاس علم غیب ہے اور وہ اپنے غیب کا
علم کسی کو تفویض نہیں کرتا سوائے اپنے اس
برگزیدہ رسول کے جس کی رضا وہ چاہتا ہے"

معاذ اللہ کوئی کہتا ہے کہ آپ مر کر مٹی میں مل گئے۔ حالانکہ خدا نے مٹی پر انبیائے کرام کے جسموں کو نقصان پہنچانا حرام کر دیا ہے۔ کوئی محبوب خدا کو اپنے جیسا بتا رہا ہے، جبکہ حضور اکرم علیہ السلام نے اپنے بارے میں یوں ارشاد فرمایا:

"کون ہے تم میں مجھ جیسا"

بظاہر یہ وہ مسلمان تھے جن کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے:

"شکل مومناں کرتوت کافراں"

یہ وہ پرفتن دور تھا جس میں مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسول ﷺ کی عظمت گھٹائی جارہی تھی محبوب خدا سے مدد و استعانت کو شرک و بدعت ٹھہرایا جارہا تھا۔ خدا نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ جب جب بھی دین پر حملہ ہوا وہ اپنے نیک بندوں کو دین کی حفاظت کیلئے اس دھرتی پر بھیجتا رہا ہے۔ اس دور فتن میں جب دینی بے راہ روی بڑھی تو اس کی رحمت کو جوش آیا اور ۱۸۵۶ء میں دین کی حفاظت کیلئے ایک عاشق رسول کو پیدا فرمایا جسے دنیائے اسلام امام احمد رضا کے نام سے جانتی ہے۔

امام احمد رضا المعروف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سو سے زائد علوم وفنون میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ ہزار سے زائد تصنیفات لکھیں دیگر علوم وفنون کے علاوہ شاگردوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ تصوف میں بھی غیر معمولی کارنامہ انجام دیا، علم قرآن، علم حدیث، فقہ، تفسیر، منطق، ریاضی، ہندسہ، شاعری گویا جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیئے ہیں

فن شعر وسخن میں وہ اپنی مثال آپ تھے انہوں نے اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھا ہے:

"جب سرکار کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر وسخن میرا انداق نہیں"

انہوں نے شاعری میں نہ کسی سے شرف تلمذ اختیار کیا۔ نہ ہی کبھی اصلاح لی، گویا وہ تلمیذ الرحمان کی مکمل تفسیر تھے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں:

"غبار منت اصلاح سے ہے دامن دور"

اپنی شاعری میں انہوں نے دشمن اسلام کے گندے عقائد کو پورے شدومد کے ساتھ پیش کیا۔ حب رسول ﷺ کا ایک انداز یہ بھی ہے جو قابل داد ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں سے کیا مروت کیجئے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعلیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

سورج الٹے پاؤں پلٹے، چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ ﷺ کی

اور تم پہ مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

امام احمد رضا کی شاعری کا ماخذ قرآن کریم اور احادیث نبوی ہیں۔ انہوں نے اس کی طرف خود اشارہ کیا ہے۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

انہوں نے عقیدت اور فرط محبت کو کہیں بھی مجروح نہیں ہونے دیا آداب شریعت کے پس منظر میں شاعری کی۔ انہیں نعت کی فنی باریکیوں کا پورا احساس تھا اس لئے ایک جگہ وہ کہتے ہیں:

''حقیقت میں نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے''

امام احمد رضا کو بیشک اپنی شاعری پر فخر نہیں تھا انہیں فخر تھا تو صرف حضور ﷺ کی مدح سرائی میں، کتنے خوبصورت انداز میں کہتے ہیں ۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

وہ خود کہتے ہیں نعت کہنے میں میرا کوئی کمال نہیں ہے یہ عطائے نبوت ہے جو فیض ملا ہے وہ در مصطفیٰ سے ملا ہے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ میں صرف ایک فن میں کامل ہوں ور وہ فن ہے نقصان کا۔

کس منہ سے کہوں رشک عنا دل ہوں میں
شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں

حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

انہیں کمال حاصل ہے تو صرف بے کمالی میں کتنے خوبصورت اندا میں کہتے ہیں ۔

محصور جہاندانی و عالی میں ہے
کیا شبہ رضا کی بے مثالی میں ہے

ہر شخص کو اک وصف میں ہوتا ہے کمال
بندے کو کمال بے کمالی میں ہے

امام احمد رضا نے نعت کے اظہار میں احترام شریعت کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے اشعار کہے ہیں ان کا فکری شعور تخلیقی جذبے کے ساتھ ساتھ فنی خوبیوں کا حامل ہے جو بہت سے شعراء کو نصیب نہیں ہوتی۔ سنگلاخ اور سخت زمین میں بھی ان کی جودتِ طبع نے وہ نازک خیالی پیدا کی جس میں انداز بیان غیر معمولی ہو جاتا ہے۔ اس انداز میں سادگی اور پرکاری ہے غالب کہتے ہیں:

''شاعری قافیہ پیمائی کا نام نہیں معنی آفرینی کا نام ہے''

لیکن قافیہ پیمائی بھی شاعری میں آسان نہیں اس میں اچھے اچھوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں قافیہ پیمائی بلکہ معنی آفرینی کے وہ جوہر پیدا کیے جس پر اہل نظر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے عقیدت کے جذبوں میں کہیں بھی حد تجاوز سے باہر نہیں جاتے بلکہ انفرادی اور امتیازی شان ہر جگہ برقرار رہتی ہے۔ ان کی جودت طبع کی رنگینی ملاحظہ فرمائیے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

سرتابقدم ہے تن سلطانِ زمن پھول
لب پھول ، دہن پھول ، ذقن پھول ، بدن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

پوچھتے کیا ہو، عرش پریوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ کیوں

جان ہے عشق مصطفیٰ ﷺ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

علامہ اقبال کے سامنے کسی نے اعلیٰ حضرت کا یہ شعر پڑھا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

تو اقبال متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے انہوں نے فی البدیہہ دوشعر کہے۔

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ

تعجب تو یہ ہے کہ فردوس اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

اکثر سنی علماء کرام علامہ اقبال کا یہ حوالہ دیتے ہیں۔ وہ اپنے وقت کے امام ابوحنیفہ ہوتے اگر ان میں شدت نہ ہوتی (یہ شدت محض عشق رسول ﷺ کی وجہ سے تھی) جبکہ قرآن سورہ مجادلہ میں فرماتا ہے:

''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں''

کچھ مسلمان جو کہتے پھرتے ہیں کہ:

''مریض محبت نہ شیعہ نہ سنی''

ان کیلئے یہ آیت کسی تازیانے کم نہیں ہے۔ آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بے دینوں اور بد مذہبوں اور گستاخوں سے میل ملاپ جائز نہیں چنانچہ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں اپنے باپ کو قتل کیا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبداللہ کو قتل کیا اس وقت کچھ منافقین ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمان تھے قرآن نے ان کے بارے میں یہی کہا:

''لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم''

بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے، مسلمان ہوکر، اس پس منظر میں اقبال کا تاثر خود بخود ختم ہوجاتا ہے۔ جو انہوں نے اعلیٰ حضرت کے بارے میں فرمایا پتہ نہیں اقبال اعلیٰ حضرت کی تعریف کر رہے ہیں یا اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو مجروح کر رہے ہیں۔ اس قسم کے حوالے سے سنی علماء کرام کو بچنا چاہیے۔ اعلیحضرت کی

شخصیت بغیر حوالوں کے بھی اعلیٰ حضرت ہے جو عاشق رسول ﷺ بھی ہے اور عاشق صادق بھی۔

عظمت رسالت پر حملہ ایک تاریخی تسلسل ہے جو حضور کے زمانے سے لیکر آج تک موجود ہے۔

انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ یہی پیغام دیا ہے کہ اللہ و رسول کے دشمنوں سے دشمنی کئے بغیر صحیح اور سچی نعتیہ شاعری نہیں کر سکتے، توحید کی دعوت، شان رسالت گھٹا کر نہیں دے سکتے۔ عبادت اور اطاعت کے نام پر محبت سے عاری مسلمانوں کیلئے ان کی شاعری کسی تازیانہ سے کم نہیں کیونکہ جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا اس نے اللہ ہی کا حکم مانا۔ حکم مانو اللہ کا حکم مانو رسول کا،

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی

اے مرے محبوب دنیا سے کہدو اگر خدا سے محبت کرتے ہو تو رسول کے پیار میں ڈوب جاؤ۔ خدا کی محبت اسی عشق مصطفیٰ ﷺ میں ملے گی۔

شیخ ابن تیمیہ جیسا آدمی بھی جو قبر انور کی زیارت کو بدعت سمجھتا ہے یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ حضور کی مدح و ثناء اور نعت کا اہتمام کرنا خود دین کو قائم کرنا ہے اور اسے ضائع کر دینا سرے سے دین ہی کو ضائع کرنا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی شاعری کے ذریعے دین کو قائم کیا شریعت کی حفاظت عقیدہ اور عمل کے ساتھ سنت مصطفیٰ ﷺ کے سانچے میں ڈھال کر کی۔ جس کا اظہار ان کی زندگی کے ہر پہلو سے، چاہے خلوت ہو، چاہے جلوت ہو ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے میں اپنے مضمون کو ان کی رباعی پر ختم کرنا چاہتا ہوں آپ بھی مرحبا اور صل علیٰ کہیئے کتنی پیاری رباعی ہے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

سبحان اللہ کیا رباعی ہے مضطرب روح کی تسکین کا اظہار داخلی نور کے ساتھ در آیا ہے جس میں سوز ہے تڑپ ہے جو ایک عاشق کی کیفیت کا مکمل اظہار ہے۔ ان کی شاعری اسلامی روح اور شریعت کے عین مطابق ہے۔ بقول اوشا سانیال:

"بیسویں صدی کے اختتام تک لوگوں کا نظریہ
اعلیٰ حضرت کی نسبت مثبت ہو جائے گا وہ صحیح
تناظر میں دیکھنے کو مجبور ہوں گے"

☆☆☆

منظر اسلام
اور
سنی تحریکات

از * ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف

یادگار اعلیٰحضرت مرکز اہلسنت جامعہ رضویہ منظر اسلام اپنا سو سالہ سفر نہایت کامیابی سے طے کر کے عالم اسلام سے تہنیت وعقیدت کا خراج وصول کر چکا ہے۔ اس سو سالہ مدت میں اس جامعہ اہلسنت سے ہزاروں علماء، حفاظ اور قراء فارغ ہو کر جہانِ سنیت میں اجالا برپا کر چکے ہیں۔ منظر اسلام کے ان فارغین میں برصغیر ہندوپاک، بنگلہ دیش، نیپال، لنکا، جنوبی افریقہ، موریشش اور نیدرلینڈ کے طلبہ شامل ہیں۔ آج عالم سنیت میں علماء و مشائخ کی جو جماعت اور مدارس اسلامیہ کا زریں سلسلہ نظر آتا ہے وہ اسی یادگار رضا مرکز اہلسنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کی دین ہے۔ ہر سنی ادارہ میں منظر اسلام کا حسین منظر نظر آتا ہے اور ہر فاضل۔ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے اسی منظر کا ڈائرکٹ یا ان ڈائرکٹ فیض پایا ہوا ہے۔

یہ ریحاں دین و سنت کے مہکتے ہیں جدھر دیکھو
نوازش ہے رضا کی اور احسان ان کا منظر کا
(ریحان ملت)

اک صدی سے سمائے علمی پر
مہر درخشاں ہے منظر اسلام

عالم سنیت جہاں تک ہے
نور افشاں ہے منظر اسلام ہے
(بدرالقادری)

''منظر اسلام'' کے ناظمین نیز ''منظر اسلام'' کے اساتذہ، طلبہ اور فارغین کی ایک اجمالی فہرست ملاحظہ کرنے کے بعد اندازہ لگانے والے خود اندازہ لگالیں کہ علم دین کی ترویج و اشاعت، مسلم معاشرہ کی اصلاح، اسلامی سیاست کی قیادت و رہنمائی، عقائد و اعمال کے تحفظ و تحریک، باطل کی سرکوبی۔ الغرض غلبۂ دین وسنیت کا جو کارنامہ ۲۰ رویں صدی عیسوی کے آغاز سے اب تک کے سو برسوں میں انجام پذیر ہوا ہے اس میں منظر ہی کی حرارت و توانائی دوڑ رہی ہے کہ نہیں اور ہر ایک میں ''منظر'' ہی کا منظر جلوہ گر ہے یا نہیں۔؟

(۱) بانی منظر اسلام :-

مجدد دین وملت، عظیم البرکت، اعلیٰحضرت امام احمد رضا نوراللہ مرقدہ

(۲) منظر اسلام کے ناظمین:

...........ناظم اول اور مہتمم اول، حجۃ الاسلام علامہ مولانا محمد حامد رضا خاں (امام احمد رضا کے خلف اکبر) علیہما الرحمۃ

* (ریسرچ اسکالر و ڈائریکٹر رضا ریسرچ انسٹیٹیوٹ، بریلی شریف)

.........عارضی مہتمم دوم، مفتی تقدس علی خاں (داماد حجۃ الاسلام) علیہما الرحمۃ

.........مہتمم دوم، مفسر اعظم علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (حجۃ الاسلام کے خلف اکبر) علیہما الرحمۃ

.........مہتمم سوم، ریحان ملت حضرت مولانا محمد ریحان رضا خاں خلف اکبر مفسر اعظم حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ

.........مہتمم چہارم، حضرت مولانا محمد سبحان رضا خان قبلہ (ریحان ملت کے خلف اکبر) مدظلہ العالی

(۳) منظر اسلام کے اساتذہ، طلبہ و فارغین:

(اس فہرست میں ان صاحبان علم و فضل کو بھی شامل کیا گیا ہے جو ابتداً منظر اسلام کے طالب علم رہے ہیں اور بعد میں سندِ فراغت کہیں اور سے لی ہے یا جو فارغ التحصیل ہونے کے بعد امام احمد رضا کی خدمت میں یا منظر اسلام میں درس و تدریس، مختلف علوم، افتاء و مناظرہ وغیرہ میں تربیت و دسترس حاصل کرنے کیلئے آئے ہوں یا جنہوں نے امام احمد رضا سے منظر اسلام کے قیام کے بعد اسناد لی ہوں یا جنہیں منظر سلام سے اعزازی اسناد عطا کی گئی ہوں)

علامہ رحم الٰہی منگلوری، علامہ بشیر احمد علی گڑھی، علامہ ظہور الحسن رامپوری، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، ملک العلماء علامہ ظفر الدین، علامہ عبد الرشید عظیم آبادی، مفتی اعظم ہند علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خان بریلوی (امام احمد رضا کے خلف اصغر) علامہ حسنین رضا خاں (برادر زادہ اعلیٰ حضرت، استاذ زمن کے صاحبزادے) برہان ملت علامہ مفتی برہان الحق جبل پوری، محدث اعظم ہند علامہ سید محمد میاں کچھوچھوی، علامہ عزیز غوث بریلوی، امین فتویٰ علامہ مفتی محمد شفیع بیسل پوری، مفتی غلام جان ہزاروی، علامہ سید محمد دیدار علی الوری، علامہ ابو البرکات سید احمد رضوی الوری، علامہ حامد علی فاروقی رائے پوری، صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی، شیر بیشۂ اہلسنت علامہ حشمت علی خان پیلی بھیتی، حافظ ملت علامہ عبد العزیز بھوجپوری (بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور) محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد، شمس العلماء علامہ شمس الدین جونپوری، مجاھد ملت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی، مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی، امین شریعت علامہ رفاقت حسین، علامہ غلام جیلانی اعظمی، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، مفتی وقار الدین، اجمل العلماء مفتی محمد اجمل سنبھلی، محدث احسان علی مظفر پوری، مولانا سید ایوب علی رضوی، مداح رسول مولانا جمیل الرحمٰن بریلوی، مفتی سید افضل حسین، مفتی نظام الدین الہ آبادی، مفتی ظفر علی نعمانی، علامہ محمد ابراہیم سستی پوری، علامہ محمد احمد خاں جہانگیر وغیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ نیز علامہ سید محمد عارف نانپاروی، علامہ غلام مجتبیٰ اشرفی، جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری بریلوی، علامہ منان رضا خاں بریلوی، علامہ محمد صفی مقیم برطانیہ، علامہ محمد حنیف مقیم برطانیہ مفتی عبد الواجد مقیم ہالینڈ، علامہ شاہ عالم مقیم افریقہ، علامہ محمد احمد مقیم افریقہ، علامہ عبد الہادی افریقی، علامہ عبد الحمید افریقی وغیرہ۔ (تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت از، علامہ صادق قصوری و ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر ۲۰۰۱ء)

شخصیات کی تعمیر، مدارس کے قیام، فرقہائے باطلہ کی تردید و سرکوبی اور فروغ شعائر اسلامی کے باوصف باقاعدہ سنی تحریکوں میں حصہ لیکر وابستگان منظر اسلام نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ بھی غلبۂ دین و سنیت کے اہم ترین کارنامے ہیں، اور بالخصوص عہد رضا سے لیکر قبل آزادیٔ ہند (۱۹۴۷ء) تک

''جماعت رضائے مصطفیٰ'' اور ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے پلیٹ فارموں سے اور بعدۂ موجودہ ''سنی جمعیت العلماء'' کے پلیٹ فارم سے ''منظری'' صاحبان بصیرت وعلم وفضل نے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ سو سالہ تاریخ دین وسنیت کا خصوصی اور زریں باب ہے۔

زیر نظر مقالہ میں ان کا ایک اجمالی جائزہ پیش ہے:

جماعت رضائے مصطفی اور ''منظری'' حضرات:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ۱۹۲۰ء میں ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کی بنیاد رکھی۔ اس کے اغراض و مقاصد کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے:

(الف) مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی عصمت اور ناموس وعظمت کا تحفظ،

(ب) اہلسنت کی تنظیم، تبلیغ دین، مدارس اسلامیہ، دارالافتاء اور دارالقضاء وغیرہ کا قیام، کتب امام احمد رضا نیز سنی لیٹریچر کی اشاعت،

(ج) باطل کی سرکوبی اور فرقہائے باطلہ کا رد بلیغ،

(د) مسلمانانِ اہلسنت کو مذہب کے کنٹرول میں رکھ کر ان کے سیاسی، سماجی اور معاشی شعبہ ہائے حیات کا استحکام وغیرہم۔

۱۹۲۰ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ کی بنیاد رکھی گئی اور یہی سال مسلمانانِ ہند کے ملی تشخص، ایمان اور مال وجان کیلئے بڑا ہی خطرناک اور بھیانک سال تھا، ملکی آزادی اور سلطنت عثمانیہ ترکی پر فرنگی مظالم کے خلاف آواز بلند کرنے کے پردے میں موہن داس کرم چند گاندھی نے مندرجہ ذیل تحریکات چلائیں:

............تحریک خلافت،

............تحریک ترک موالات،

............تحریک ہجرت

............تحریک جہادؔ

مسلمان اپنا برا بھلا سوچے بغیر گاندھیائی آندھی میں اڑتا چلا جارہا تھا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی، علی برادران، ابوالکلام آزاد، سب کے سب مسٹر گاندھی کی چوکھٹ پر دین و دنیا نچھاور کر رہے تھے۔ کل تک فرنگی عظمت اور برطانوی حکمرانی کا نغمہ الآپنے والے حکومتِ انگریزی کے نمک خوار وفادار اب خلافتی اور نیشلسٹ بن گئے تھے۔ مساجد میں شردھانند کو منبروں پر بٹھایا جارہا تھا۔ دین وایمان پامال ہورہے تھے۔ جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ مشکل ہوگیا تھا مگر ہر طرف خموشی طاری تھی۔ آخر ان تحریکات کے خلاف بریلی ہی سے صدا بلند ہوئی اور ہندوستان کے عظیم تر فاضل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی نے انکا قلع قمع کیا۔ ان تمام تحریکات کا زور توڑ کر مسلمانوں کے دین وایمان اور مال وجان کا تحفظ آپ نے اپنے صاحبزادگان ذی شان، حجۃ الاسلام ومفتی اعظم ہند نیز اپنے خلفاء وتلامذہ، ہم مسلک علماء ومشائخ اور منظر اسلام کے وابستگان کی مدد سے کیا۔ (ملخصاً ''اندھیرے سے اجالے تک''، از علامہ شرف قادری)

چند حضرات کے اسماء ملاحظہ کیجئے:

-----مفتی محمد رضا خان (امام احمد رضا کے برادر خورد)

-----علامہ حسنین رضا خاں (امام احمد رضا کے برادر زادے)

-----صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی،

-----صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی

-----علامہ حسنین رضا خاں

-----ملک العلماء علامہ ظفر الدین

----برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری،

----شیر بیشۂ اہلسنت علامہ حشمت علی خان

وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال کے بعد ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کو کافی دھچکا لگا۔ لیکن آپ کے خلفاء، تلامذہ اور ہم مسلک علماء نیز ''منظری'' حضرات نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ اسی زمانے میں آریہ سماج کے بانی شردھانند نے آگرہ، متھرا، بلند شہر، میرٹھ، بھرت پور، علی گڑھ وغیرہ اضلاع نیز راجپوتانہ میں مسلمانوں کی جبری شدھی کرنے کی تحریک چلائی۔ اس تحریک کو توڑنے اور لاکھوں مسلمانوں کو ایمان کے تحفظ نیز غیر مسلموں کو آغوش اسلام سے ہمکنار کرنے میں حسب ذیل حضرات نے اہم کردار ادا کیا۔

(۱) حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں

(۲) مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں

(۳) امیر ملت پیر سید جماعت علی

(۴) صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی

(۵) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی

(۶) علامہ غلام قطب الدین برہمچاری

(۷) مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم میرٹھی

(۸) علامہ ابو البرکات سید احمد رضوی

(۹) علامہ ابو الحسنات قادری

(۱۰) علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی

(۱۱) علامہ نثار احمد کانپوری

(۱۲) علامہ مشتاق احمد کانپوری

(۱۳) محدث اعظم ہند علامہ سید محمد کچھوچھوی

(۱۴) شیر بیشۂ اہلسنت علامہ حشمت علی خاں

وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم

مندرجہ بالا حضرات میں نمبر ۱-۲-۸-۱۳-۱۴، منظری ہیں۔

ان صاحبان علم و فضل کے علاوہ دیگر علماء بھی اس مہم میں شریک تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے اعاظم اور شیروانی خاندان کے افراد نے بھی اس مہم میں حصہ لیا علاوہ ان کے مختلف انجمنوں اور وفود نے بھی اس میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ انہیں وفود میں ایک وفد ''وفد منظر اسلام آگرہ'' کے نام سے بھی تھا اس میں منظر اسلام کے فارغین شامل تھے۔ (ملخصا دبدبۂ سکندری رام پور ۱۹۲۳ء کے مختلف شمارے)

آل انڈیا سنی کانفرنس اور وابستگان منظر اسلام:

(۱) آل انڈیا سنی کانفرنس کا تاسیسی اجلاس ۲۰ر تا ۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ر تا ۱۹ر مارچ ۱۹۲۵ء مراد آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کے داعی صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ تھے۔ خصوصی شرکاء میں حسب ذیل حضرات کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی، علامہ سید احمد اشرف، محدث اعظم ہند، قبلہ پیر جماعت علی شاہ، حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی، علامہ سید دیدار علی الوری، پروفیسر سید سلیمان اشرف، علامہ مشتاق احمد کانپوری، علامہ عبد الاحد پیلی بھیتی، علامہ احمد مختار میرٹھی رحمۃ اللہ علیہم۔

تاسیسی اجلاس کی صدارت حضور اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور مجلس استقبالیہ کی صدارت حضور حجۃ الاسلام بریلوی قدس سرہ نے فرمائی۔

حضور حجۃ الاسلام کے خطبہ کی بابت حضور محدث اعظم ہند نے فرمایا:

"یہ خطبہ صدارت اپنی نوع کا ایسا جامع خطبہ تھا جو حضرت خطیب کے شایان شان ہے۔ ہندوستانی سیاست، اغیار کی پالیسیاں، تدابیر دفاع، نظام عمل وغیرہ کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جسے شرعی نقطہ نظر سے آئینہ نہ فرمایا ہو اور سلسلہ کلام میں ہندوستان کے فتن اور نام نہاد اتفاق واتحاد کی حقیقت صاف فرما کر اس کا محل صحیح فرما دیا ہے۔ یہ کہنا بالکل بے محل نہیں ہے کہ دنیائے اہلسنت میں ہندوستان کے اندر اپنی خصوصیات میں یہ سب سے پہلے خطبہ تھا۔ اس کے پڑھنے کے وبعد آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد پر روشنی پڑتی ہے اور وہ ساری تجاویز پیش نظر ہو جاتی ہیں جو کانفرنس میں باتفاق رائے طے پائی ہیں۔

(ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ مجریہ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ/اپریل ۱۹۲۵ء،ص ۱۸)

اس خطبہ کو راقم کئی سال قبل سنی دنیا سے "خطبہ حجۃ الاسلام" کے نام سے شائع کر چکا ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد کا اجمالی خاکہ:

(۱) مسلمانان اہلسنت کو متحد کر کے انہیں منظم کرنا، مسلمان نسلوں کو حدود شرع میں لانے کی مؤثر تدابیر کرنا۔

(۲) عقائد واعمال کی اصلاح

(۳) مسلمانوں کو اسلامی زندگی کا درس دینا اور امور معاش و معاد میں دینی طریقہ پر ان کی رہنمائی کرنا

(۴) ارتداد کو روکنے کیلئے کارآمد تدابیر اختیار کرنا

(۵) عظمت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ اور مسلمانوں کو دامن مصطفیٰ ﷺ سے کلی طور پر وابستہ کرنا۔

(۶) مسلم معاشرہ کی اصلاح

(۷) مدارس اور ادارہ کا قیام نیز واعظین و مبلغین کیلئے مفید نصاب تیار کرنا وغیرہ۔

(۲) آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد (نشاط ثانیہ اجلاس)

منعقدہ ۱۹/۲۰ رشوال ۱۳۵۸ھ ۱۳-۱۴-۱ اکتوبر ۱۹۳۹ء

کانفرنس حضور حجۃ الاسلام کی صدارت میں ہوئی تھی۔ اس میں حسب ذیل مشاہیر نے شرکت فرمائی۔

(۱) مفتی اعظم ہند علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی
(۲) صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی
(۳) مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم میرٹھی
(۴) علامہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی
(۵) صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی
(۶) محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد
(۷) علامہ احمد یار خاں نعیمی
(۸) علامہ مفتی محمد اجمل نعیمی
(۹) علامہ محمد ابراہیم سستی پوری
(۱۰) علامہ رضوان الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہم

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اتفاق رائے سے یوپی کیلئے صدر چنے گئے۔ (ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱-تا-۲۸ رجولائی ۱۹۴۵ء،ص ۱۲)

مندرجہ بالا فہرست میں وابستگان منظر کی تعداد چھ ہے:

(۳) آل انڈیا سنی کانفرنس مبارکپور:

۲۰ رنومبر ۱۹۴۵ء کو دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں ایک اجلاس حضور حافظ ملت علامہ عبد العزیز مراد آبادی علیہ الرحمہ کی صدارت میں ہوا۔ اس میں حضور حافظ ملت کو اتفاق رائے سے صدر منتخب کیا گیا اور حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری قدس سرہ کو نائب صدر یہ دونوں حضرات منظری ہیں۔ (دبدبہ سکندری ۵ ردسمبر ۱۹۴۵ء)

(۴) آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (مقامی)

۱۱/اکتوبر ۱۹۴۵ء بمقام پیلی کوٹھی زیر صدارت حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ اس کانفرنس میں حضور حافظ ملت منظری قدس سرہ نے جو تقریر فرمائی اس سے مجمع از حد متاثر ہوا اور حضور صدر الافاضل قدس سرہ نے اسے بہت سراہا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے سنی کانفرنس کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور اس سلسلہ میں متعدد سفر بھی کئے۔ (ملخصا دبدبہ سکندری ۲۴/اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(۶) آل انڈیا سنی کانفرنس مین پوری

منعقدہ ۲۱/تا ۲۵/نومبر ۱۹۴۵ء:

شرکاء کانفرنس:

.........صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی،

.........حضور محدث اعظم ہند، علامہ سید محمد کچھوچھوی

.........حضور صدر الشریعہ، حضرت مولانا امجد علی اعظمی

.........حضرت مفسر اعظم ہند، مولانا ابرہیم رضا خاں بریلوی

.........حضرت علامہ عارف اللہ میرٹھی،

.........حضرت علامہ مصباح الحسن پھپھوندوی،

.........علامہ احمد یار نعیمی،

.........مفتی آگرہ علامہ عبد الحفیظ وغیرہم (علیہم الرحمۃ)

اس کانفرنس میں بھی وابستگان منظر اسلام نمایاں رہے۔ (ہفت روزہ الفقیہ ۲۱-تا-۲۸/دسمبر ۱۹۴۵ء)

(۶) آل انڈیا سنی کانفرنس بدایوں:

رجب شریف کے شاندار اجلاس ۲۰-۲۱-۲۲، رجب المرجب ۱۳۶۵ھ ۲۱-۲۲-۲۳/جون ۱۹۴۶ء منعقد ہوئے۔ ان میں حسب ذیل علماء نے شرکت فرما کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

(۱) صدر الافاضل، مولانا نعیم الدین مراد آبادی

(۲) علامہ عبد الحامد بدایونی

(۳) مفتی آگرہ، علامہ عبد الحفیظ

(۴) علامہ ہاشم میاں فرنگی محلی

(۵) حضور سید العلماء سید ال مصطفیٰ مارہروی

(۶) علامہ سردار احمد محدث اعظم پاکستان

(۷) علامہ ظہور الاسلام

(۸) حضور حافظ ملت عبد العزیز محدث مبارکپوری

(۹) علامہ محمد ابراہیم سمستی پوری وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم

اس کانفرنس میں ۶-۸-۹ وابستگان منظر اسلام سے ہیں

(۷) آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر شریف:

عرس خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقع پر ۵-۶/رجب المرجب ۱۳۶۵ھ مطابق ۷-۸-جون ۱۹۴۶ء دیوان سید آل رسول اجمیری کی صدارت میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ سیکڑوں علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کا اجتماع رہا۔ حب ذیل علماء نے خطاب کیا:

(۱) حضور محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی (منظری)

(۲) حضور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی

(۳) علامہ عبد الحامد قادری بدایونی

(۴) علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی

(۵) حضور مفسر اعظم ہند علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (منظری)

(۶) علامہ عابد القادری وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم

اس کانفرنس میں بنارس کی سابقہ کانفرنس کانفرنس کی منظور کردہ تجاویز کی پرزور تائید کی گئی۔

(۸)آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس:

منعقدہ ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰/اپریل ۱۹۴۶ء بنارس کی اس تاریخ ساز کانفرنس سے ہر ذی شعور سنّی مسلمان خوب واقف ہے۔اس کانفرنس نے مسلمانان اہلسنت کے مذہبی، سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی اور تہذیبی امور کے استحکام میں اہم کردار ادا کیا۔ متحدہ ہندوستان کے ہزاروں مشاہیر علماء و مشائخ نے اس کانفرنس میں شرکت کی اور لاکھوں کا مجمع رہا۔ حسب ذیل علماء و مشائخ کے اسماء قابل ذکر ہیں:

☆.........حضرت محدث اعظم ہند (منظر اسلام)

☆.........حضرت صدر الافاضل (منظر اسلام)

☆.........حضرت مفتی اعظم ہند (منظر اسلام)

☆.........حضرت علامہ عبد الحامد بدایونی

☆.........حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (منظر اسلام)

☆.........حضور صدر الشریعہ (منظر اسلام)

☆.........حضرت علامہ عبد العلیم میرٹھی

☆.........حضرت علاہ سید الشاہ دیوان آل رسول اجمیری

☆.........حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد لاہوری (منظر اسلام)

☆.........حضرت علامہ قمر الدین سیالوی

☆.........حضرت علامہ سید زین الحسنات مانکی شریف

☆.........حضرت علامہ سید ابوالحسنات سید محمد احمد لاہوری

☆.........خاں بہادر حاجی بخش مصطفیٰ علی مدراسی

☆.........حضرت علامہ صبغۃ اللہ شہید انصاری فرنگی محلی

☆.........شیر بنگال حضرت علامہ عزیز الحق

☆.........حضرت مفتی عبد القدیر بدایونی

☆.........حضرت علامہ محمد ابراہیم سمستی پوری (منظر اسلام)

☆.........حضرت مفتی مظہر اللہ دہلوی

☆.........حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن (منظر اسلام)

☆.........حضرت علامہ عبد الحفیظ، مفتی آگرہ

☆.........حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی وغیرہ صاحبان رحمۃ اللہ علیہم

☆.........حضرت علامہ سید پیر جماعت علی شاہ، علی پور سیداں

(اس کانفرنس میں حضرت علامہ سید پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو امیر ملت تسلیم کیا گیا)

(نوٹ: آل انڈیا کانفرنس کے اہم ارکان اور شرکاء و وابستگانِ منظرِ اسلام سے حسب ذیل حضرات کے اسماء بھی قابل ذکر ہیں:

۞----حضرت مفتی تقدس علی خاں

۞----غلام جیلانی اعظمی،

۞----حضرت علامہ شمس الدین جونپوری

۞----حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی،

۞----حضرت علامہ سردار احمد گورداس پوری (محدث اعظم پاکستان)

۞----حضرت علامہ سردار علی

۞----حضرت علامہ محمد اجمل سنبھلی،

۞----حضرت مفتی وقار الدین،

۞----حضرت علامہ عبد الغفور، ہزاروی

۞----حضرت علامہ فضل غنی،

۞----حضرت علامہ احسان علی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم

(تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، از علامہ جلال الدین قادری)

آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء:

۱۴/اگست، ۱۹۴۷ء کے بعد ملک تقسیم ہو گیا۔ علماء بھی

تقسیم ہوگئے۔ ہند و پاک میں سنّیوں کی متعدد تنظیمیں اور کانفرنسیں تشکیل پائیں۔ بھارت میں بھی فروغ سنّیت کیلئے متعدد تنظیمیں قائم ہوتی رہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ تحریک اور آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء وغیرہ نے اہلسنت و جماعت کی فلاح وصلاح میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۶۳ء میں سرکار مفتی اعظم ہند نے جماعت رضائے مصطفیٰ کی نشاۃ ثانیہ فرمائی۔ آپ ہی کی سرپرستی میں حسب ذیل کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔ حضور برہان ملت مولانا برہان الحق آل انڈیا صدر۔ حضرت مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری ناظم اعلیٰ، حضرت علامہ سید مدنی میاں کچھوچھوی نائب صدر اول، حضرت مفتی رفاقت حسین نائب صدر دوم، حضرت علامہ علی محمد دھوراجوی ناظم اعلیٰ دوم، نائب ناظم حضرت علامہ عبدالصمد پھپھوندوی اور حضرت سید حمایت رسول بریلوی خازن بنائے گئے۔

(نوری کرن نومبر ۱۹۶۴ء)

آل انڈیا سنّی جمیعۃ العوام:

حضرت مفتی اعظم ہند کی سرپرستی میں تقریباً گیارہ، بارہ سال تک جماعت رضائے مصطفیٰ کے تحت دین وعلم دین کی ترویج واشاعت کا کام ہوتا رہا۔ بعد میں سرکار مفتی اعظم کی علالت کے سبب جماعتی کام میں کمزوری آگئی۔ مسلمانان اہلسنت کی مذہبی سیاسی عمرانی حالت کے تحت ریحان ملت حضرت علامہ محمد ریحان رضا خان مہتمم جامعہ منظر اسلام نے ۱۹۷۸ء میں آل انڈیا سنی جمیعۃ العوام قائم فرمایا۔ بریلی شریف میں اس کے تحت اتحاد ملت کانفرنسیں ہوئیں۔ جن سے مشربی و خانقاہی اور مسلم برادرانہ اختلافات کو کم کرنے میں کافی حد تک کامیابی ملی۔ حضور ریحان ملت نے ملک کے مختلف حصوں میں اس کی شاخیں قائم کیں۔ بمبئی، کانپور، مظفر پور اور کلکتہ وغیرہ کی شاخوں نے مسلمانان اہلسنت کے مذہبی تعلیمی اور سماجی امور کے استحکام میں اچھی کارگزاری دکھائی۔ منظر اسلام کے اساتذہ بالخصوص علامہ سید عارف صاحب علامہ نعیم اللہ خاں صاحب وغیرہ نے حضرت ریحان ملت کا ہاتھ بٹایا۔ مولانا سعید جیلانی کانپوری بھی اس میں پیش پیش رہے۔ ۱۹۸۵ء میں حضور ریحان ملت کے وصال کے بعد کئی برسوں تک یہ جماعت معطل رہی بعد میں آپ کے صاحبزادے علامہ توصیف رضا خان نے اس کی نشاۃ ثانیہ فرمائی۔

خلاصہ کلام:

''منظر اسلام'' کو محض ایک ادارہ یا ادارہ کی عمارت کی نظر سے نہ دیکھ کر اس کے سو سالہ تبلیغی، تدریسی، تعلیمی اشاعتی، و تعمیری سفر پر نگاہ ڈالئے تو یہ حقیقت عیاں ہوجائے گی کہ منظر اسلام درحقیقت سنیت کی جائے پناہ اہلسنت کی تربیت گاہ ہے۔ منظر اسلام ایک تحریک کا نام ہے۔ سنیوں میں عشق مصطفیٰ اور عقیدت اولیاء کی شمع روشن کرنے کی تحریک کا نام یعنی غلبۂ اسلام کی تحریک کا نام ہے، اس ایک چراغ سے ان گنت چراغ روشن ہوئے اور ہر سمت دین وسنیت اور علوم دینیہ کا اجالا پھیل گیا۔ مدارس کا نیٹ ورک قائم ہوگیا۔ منظر اسلام نے اہم سنی تحریکات میں اہم تر کردار ادا کیا ہے اس کا سفر جاری ہے۔ دعا ہے کہ یہ منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا اور مسلمانان اہلسنت کو صراط مستقیم پر چلاتا جائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ منظر اسلام کی تاریخ مرتب کرائی جائے تاکہ دنیا کے سامنے اس کے زریں کارنامے کھل کر سامنے آسکیں۔

☆☆☆

منظر اسلام اور پاکستان بحوالہ دینی علمی فیضان

از: رشحات قلم

مولانا محمد عبد القوی نوشاہی اویسی ابن مولانا محمد دین مسکین

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

علم سے مرقع و مرصع عالم کی مثال کسی بھی حسین وجمیل ثمر آور شجر سایہ دار کی جڑ کی مانند ہوتی ہے۔ جو کثیر التعداد شاخوں کے حامل منضبط و مضبوط تنے کے جنم کا سبب بنتی ہے۔ بالفاظ دیگر کہا جاسکتا ہے کہ جڑ سے پھوٹنے والے تنے سے کئی ایک بڑی چھوٹی شاخیں عمل تولد کے مراحل طے کر کے مزید کثیر التعداد شاخوں میں تقسیم ہو کر پروان چڑھتی ہیں اور پھر اسکی ہر شاخ، اس کے گل و ثمر سبھی اپنی لطافت وحلاوت میں افادیت کلی رکھتے ہیں۔ جن سے بنی نوع انسان، چرند پرند، جمیع مخلوق حسب دلخواہ استمتاع کرتی ہے۔ بات کسی بھی مادر علمی کی ہو اس کے بانی کی مثال تو جڑ ہے اور وہ مادر علمی تنے کی مثل ہے اور پھر اس مادر علمی کی مختلف مواضع واماکن میں مزید شاخ در شاخ کی تقسیم کی مثال پھولوں اور پھلوں سے جھکی لدی شاخیں ہیں۔ جو عمل افادیت کا موثر سبب و ذریعہ بنتی ہیں اسی طرح کسی بھی مادر علمی کی ذیلی درسگاہیں اس کے علمی، تعلیمی، درسی ثمرات میں نور و تنویر اور تعمیر و تشہیر کی ضامن ہوتی ہیں۔ جن سے خواص وعوام کا جم غفیر اپنی علمی وادبی اشتہا کی تکمیل کرتا ہے تو اس شجر سایہ دار کی جڑ کی مثال السید الامام بقیۃ السلف الکرام احد الائمۃ الزھاد والکاملین العباد الشاہ احمد رضا خان قدس سرہ العزیز ہیں۔ جن سے دار العلوم منظر اسلام کا قد آور تناجود باکمال پا کر عالم شباب کو پہنچا جس کی ثمر آور شاخوں سے کل عالم کو دینی اعتقادی حلاوتوں کے بھرے ثمرات میسر ہیں۔

۱۹۰۴ء/۱۳۲۲ھ میں دار العلوم کے عمل تاسیس سے قبلہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مطمح نظر ارض بریلی صرف سنگ و خشت کی چاردیواری ہی نہ تھا بلکہ درس اصحاب صفہ کی اشاعت و ترویج کی روایت حسنہ کو عملی جامہ کی صورت میں تا قیام قیامت سلک تسلسل و استمرار میں پرو دینا مقصود تھا۔ جس کی ضیاء پاشیوں و ضوفشانیوں سے جمیع مخلوق دین متین سے فیض اور تمسک اختیار کرلے۔ پس آپ کی شبانہ روز کی انتھک جہد مستمر، سعی اخلاص اور جگر کاوی کے سبب ہی منظر اسلام علم وفن کی درس وتدریس، کتب کی تالیف وتصنیف، عقائد کی تنقیح وتصریح اور عشق مصطفوی کی تبلیغ و ترویج میں برصغیر پاک و ہند تو کیا بلکہ دنیائے اسلام کے افق پر آفتاب نصف النہار کی طرح منور ہوا اور ہے اور رہے گا۔ بفضل خدا عزوجل ورسولہ ﷺ۔

اس مادر علمی نے بہتر وابتر حالات میں بھی اپنے دینی اور مسلکی تصلب کے مقصد اہم اور عزم اعظم پر گرفت کی گرہ ڈھیلی

* (ایم اے۔ گولڈ میڈلسٹ خطیب مسجد محدث اعظم، فیصل آباد)

نہ ہونے دی۔ اور گردش زمانہ کی پیہم تندو تیز عاصف وقاصف اور صر صر وعقیم ہواؤں میں بھی اپنے پائے ثبات کو متزلزل نہ ہونے دیا بلکہ اپنے صد سالہ عظیم دور حیات میں اساتذہ طلباء اور عامۃ النساس کو عقائد مسلک اہلسنت کی سلک میں پرو دیا۔ بے سروسامانی اور تنہائی کے عالم میں منظر اسلام نے عرصہ قلیل میں نقش دوام کی صورت میں تاریخ کے اوراق پر جوانمٹ نقوش ثبت کئے وہ دیگر مدارس کیلئے مشعل راہ ہیں۔

کلمات مذکورہ سے راقم کا مقصود دارالعلوم منظر اسلام کے تعارفی عقیدت نامہ کی گرہ کشائی تھا۔ ہمارا موضوع قلم کو حدود و قیود میں مسدود کر کے پاکستان میں منظر سلام کے دینی علمی فیضان کی طرف کشاں کشاں سرکانے کی سعی حاصل میں کامیاب ہوتا نظر آ رہا ہے۔ اس امر وعنوان کے تحت بے بضاعتی کے عالم میں کچھ نقوش منحنی ذیلی سطور میں ملفوظ ہیں۔ ملک عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان میں منظر اسلام کے دینی علمی فیضان کو محبت وعقیدت کے الفاظ وکلمات کے موازین میں ناپنے یا تولنے کے عمل کو کم علمی و کج فہمی سے تعبیر کیا جائے، تو بے جانہ ہوگا۔ لیکن پھر بھی اپنے جذبات و احساسات عقیدت کولسان قلم پر لا کر جواہر محبت کی مالا بنا کر محبوبین کے سینے پر آویزاں کرنے کی سعادت سے مسعد ہو رہا ہوں۔ یاد رہے، جب بات حسنِ تعمیر کی ہو تعریف کا مرجع معمار ہی ہوگا۔ تعریف تصویر کی ہو تو صیف حقیقتاً مصور کی ہی متصور ہوگی، بات کلام کے حسن کی ہو، مدح متکلم کی ہی کہلائے گی۔ انداز تحریر میں رنگ حسن بھر دیا جائے، تو داد تحسین کا استحقاق محرر کو ہی حاصل ہوگا، قابلیت اہلیت اگر تلمیذ کی بیان کی جائے تو حقیقت میں تعریف و توصیف اس کے معلم اور مادر علمی کی ہی ہوگی جو مادر علمی کو پہلے ترتیب وتدریب کا سانچہ بناتا ہے۔ پھر اپنے تلمیذ کو علم کی آنچ دیکر تیشۂ عمل سے تراش تراش کر اس سانچے کے مطابق ڈھال دیتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں تری عشق گری کو ساقی
کام کرتی ہے نظر نام ہے پیمانے کا

اس سلسلہ میں منظر اسلام بریلی شریف سے اکتساب فیض کرنیوالی ان نادر الوجود شخصیات کے تذکرۂ خیر کے جرعہ کفائیت سے ہم ملتفی ہوں گے۔ جو دین مصطفوی اور عشق مرتضوی کی امین ہو کر ارض پاکستان میں محو تبلیغ ہوئیں۔

چمن کی بات ہو یا بزم مے کا نام آئے
لبوں پہ تذکرۂ یار آ ہی جاتا ہے

ویسے بھی اگر ہم پاکستان کے دینی افق کا طائرانہ نگاہ سے عمومی مشاہدہ کریں تو اس حقیقت کی تبیین ہوتی ہے کہ لفظ ''رضا'' کا اسم نسبت تذکیر یا تانیث (رضوی، رضویہ) کی صورت میں اکثر مدارس وجامعات کے اسماء میں اکلیل عروس کا سماں باندھتا ہے۔ یہ فیضان رضا اور جامعہ منظر اسلام کی علمی یادگار کا محبت بھرا بین ثبوت ہے۔ چونکہ بانی جامعہ رضویہ منظر اسلام قبلہ سیدی اعلیحضرت علیہ الرحمہ کو سادات کرام سے غایت درجہ انس و پیار تھا۔ ان کے اسی گوشہ محبت کو معمول میں لاتے ہوئے ہم سید السادات امام المحد ثین علامہ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز کی خدمات نبیلہ کو مبداء عنوان بناتے ہیں اگر چہ آپ نے دیگر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے مراحل علم کی تکمیل جلیل کی مگر اعلیٰ حضرت کی نظر کیمیا وسیمیا گر نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ آپ کو امانت خلافت کی عطا سے سلسلہ قادریہ رضویہ کا امین بھی بنا دیا اور فقہ حنفیہ کی تمام کتب کی اجازت روایت بھی مرحمت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت کی صحبت کے شب وروز میں منظر اسلام کی علمی اور فنی خدمات وتعلیمات کے عمیق مشاہدہ نے آپ کے دل

میں منظر اسلام کی نہج پر دینی ادارہ کی تاسیس و تعمیر کی قلعی کھول دی۔ ۱۹۲۵ء میں شہر لاہور میں آپ نے ''حزب الاحناف'' کے نام پر دار العلوم کی خشت تاسیس اپنے دست کرامت سے رکھی۔

مزید تقدیر کی اتم درجہ موافقت کا اظہار یوں ہوا کہ آپ کے جگر گوشہ علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ آپ کے خلف ارشد ثابت ہوئے آپ اپنے والد گرامی محدث الوری اور حضرت صدر الافاضل علامہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہما الرحمۃ کی سنگت و معیت میں بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوئے، فقہ کی جزئیات، تقابل ادیان اور دیگر علوم پر مہارت تامہ حاصل کی، دوسرے علماء کے ساتھ خدمت افتاء نویسی بھی انجام دی جس کی نگرانی خود قبلہ اعلیٰ حضرت فرمایا کرتے تھے۔ جس کا اثر بایں طریق ظاہر ہوا کہ پاکستان میں ہزاروں فتاویٰ آپ کی نوک قلم سے مترشح ہوئے فتاویٰ رضویہ کی جلد اول اور بہار شریعت کے ابتدائی حصص آپ کے زیر نظر مرحلۂ طباعت و اشاعت سے گزرے اور حزب الاحناف میں سلسلہ درس و تدریس کی صورت میں روایت اسلاف کو بھی جاری رکھا۔ الحاصل یہ پدر و ولد دونوں کی کاوشوں نے ''حزب الاحناف'' کی خیمہ زنی کر کے تاریخ سنیت میں فیضان رضا کے مثالی نقوش منقش کر دیئے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو تختۂ وصال پر غسل دینے کی سعادت کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ قبلہ سیدی اعلیٰحضرت نے علامہ ابوالبرکات علیہ الرحمہ کو بھی تمام علوم اسلامیہ، قرآن و حدیث، فقہ اور سلاسلِ طریقت کی خصوصی سند اپنے دست مبارک سے لکھ کر عطا فرمائی۔ علامہ محدث الوری قدس سرہ العزیز کے صاحبزادے اور علامہ ابوالبرکات علیہ الرحمہ کے برادرِ اصغر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری قدس سرہ نے اپنے والد گرامی اور دیگر اساتذہ سے کتب پڑھیں۔ قبلہ سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، صدر الافاضل علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی سے بھی مستفیض و مستنیر ہوئے۔ مسجد وزیر خاں لاہور میں منصب امامت سنبھالا۔ پاک و ہند کی ہر تحریک میں عدیم المثال فعال کردار ادا کیا۔ متعدد بار جیل کی سلاخوں کے پیچھے آپ کو محصور کیا گیا۔ مگر آپ کے پائے ثبات کو خراش تک نہ پہنچی۔ جیل میں ہی آپ نے علمی گوہر فشانیوں سے اوراق جڑے تو وہ ''تفسیر ابو الحسنات'' کے نام سے موسوم ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے ساتھ آپ کے قلبی محبت و عقیدت کا حد درجہ احساس آپ کی شستہ گفتگو سے ہوتا تھا۔

فقاہتِ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی زندہ ترین تصویر مولانا ابو یوسف محمد شریف قدس سرہ تھے۔ آپ ملقب بہ فقیہ اعظم اور محدث کوٹلوی ہیں آپ سلسلہ خرقہ میں اعلیٰحضرت کی طرف ماذون تھے۔ فقیہ اعظم کا لقب بھی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا عطا کردہ ہے۔ آپ نے علم کدہ رضویت پہنچ کر اکتساب فیض کیا۔ واپس سیالکوٹ کے قصبہ کوٹلی لوہاراں آ کر فقہ حنفیت پر مثالی کام کیا۔ سراج الامت امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک فقہ پر حافظ ابن ابی شیبہ کے وہ اعتراضات جن میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے بعض مسائل کو خلاف حدیث گردانا گیا ہے، جب انہی اعتراضات کو آڑ بنا کر غیر مقلدین نے عوام کو بہکانا چاہا تو آپ نے کتاب ''تائید الامام باحادیث خیر الانام'' تصنیف کی اس میں ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کا مسکت رد تحریر فرمایا۔ اس کتاب کے مطالعہ پر حضرت صدر الافاضل کے یہ الفاظ تھے:

''حافظ ابن ابی شیبہ اگر آج ہوتے تو ضرور اس تحریر کی قدر کرتے اور اس کو اپنی مصنف کا جزو بناتے یا کتاب الرد کو مصنف سے خارج

کرتے"

حضرت مولانا سردار احمد محدث اعظم علیہ الرحمہ نے بریلی شریف سے پاکستان آ کر جب جامعہ رضویہ مظہر اسلام کا سنگ بنیاد رکھا تو شجرہ رضویہ کی آبیاری کیلئے اولاً مالی معاونت بھی فقیہ اعظم مولانا محمد شریف علیہ الرحمہ نے ہی فرمائی تھی۔

نائب مجدد اعظم حضرت شیخ الحدیث ابو الفضل محمد سردار علیہ الرحمہ ملقب بہ محدث اعظم کو سلسلۂ و خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں وہی حیثیت حاصل تھی جو کہ بدنِ انسانی میں ریڑھ کی ہڈی کو حاصل ہوتی ہے۔ آپ کے عدم ذکر سے فیضان رضا کی تاریخ کا باب ادھورا ہی رہ جائے ا۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی ہو یا مظہر اسلام بریلی آپ کی قلبی انتجاهات کے رہین رہے۔ منظر اسلام کو من کل الوجوہ بام تکمیل تک پہنچانے میں آپ کی عرق ریزی کا خاصہ عمل دخل تھا۔ آپ وسادۂ صدر الاساتذہ پر بھی تمکنت نشین ہوئے اور تدریس دورۂ حدیث شریف کا غاز بھی بریلی شریف سے فرمایا تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف آوری پر آپ نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کا سنگ تاسیس رکھا پہلے پہل دار العلوم کی عمارت محض ایک شامیانہ ہی تھا۔ جو بعد میں عالیشان پرشکوہ عمارت پر منتج ہوا۔

آپ کے زیر تلمذ رہنے والے کثیر التعداد تلامذہ پاکستان آئے جنہوں نے مدارس و جامعات قائم کر کے علم رضویت کو اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ ہاں اغیار بھی اس بات کے معترف ہیں کہ پاکستان میں پیغام رضا اور عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی شمع کو شعلۂ دوام عطا کرنے والے محدث اعظم ہی ہیں تو پھر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ کے دم قدم سے پاکستان نغمات رضا سے گونج اٹھا۔

سبک اس کے ہاتھوں سے سنگ گراں
پہاڑ اس کی ضربوں سے ریگ رواں

اس نامور سلسلہ کی اہم کڑی میں شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی بھی مرقوم ہے۔ آپ نے منظر اسلام سے تکمیل دورۂ حدیث کی سند حاصل کی بریلی شریف، گجرات اور وزیر آباد میں ذوق تدریس کی پیاس بجھائی۔ اکثر ملی و مذہبی تحاریک میں فعال کردار ادا کیا۔ قائد اعظم آپ کی دعوت پر ہی وزیر آباد تشریف لائے۔ آپ نے سلسلہ قیل وقال کیلئے وزیر آباد میں جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھی آپ کی مدلل، متصوف منطقانہ اور فلسفیانہ تقریر و تدریس میں فیضان رضا کی بہار و پھوار سے سامعین و معلمین کے چہرے غنچوں کی طرح کھلے رہتے۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ پاکستان کے مدارس کے تدریسی ماحول میں سب سے زیادہ شہرت محدث اعظم کے دوۂ حدیث شریف کو حاصل تھی جب کہ دورہ قرآن کریم علامہ عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمہ کا مشہور تھا۔

فیضان رضا کی تقدیس و تنویر میں مقدس و منور ہو کر شہر و مضافات کو نور علم میں بسا گئے۔ وہ فقیہ العصر حضرت مولانا تقدس علیخاں قدس سرہ، جن کی شخصیت کے تعارف میں یہی امر کفایت کرتا ہے کہ آپ مجدد اسلام کے تلمیذ رشید اور ان کے خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا علیہ الرحمہ کے خلیفہ اجل ہونے کے ساتھ ساتھ نسبی لحاظ سے نواسے بھی تھے۔ منظر اسلام کے مہتمم بھی رہے۔ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ سندھ کے شیخ الجامعہ تھے اور حضرت حجۃ الاسلام سے شرف دامادی بھی آپ کو حاصل تھا، نابغۂ روزگار شخصیات آپ کے خرمن تلامذہ کے زمرے میں شامل ہیں، فکر اعلیٰ حضرت کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کی لسان ہو یا قلمدان ان دونوں کے ساتھ آپ ہمہ وقت فکر رضا اور خدمات مسلک اہلسنت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

دین وملت کے وقار علامہ وقار الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ مسلک رضا کے زبردست مؤید و عامل تھے۔ ابتدائی تعلیم منظر اسلام سے حاصل کی قبلہ سیدی حجۃ الاسلام کے دست کرم پر بیعت کی ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۱ء منظر اسلام میں مسند تدریس پر فائز رہے بعد ازاں چٹا گانگ سابق مشرقی پاکستان میں جامعہ احمدیہ سنیہ میں پرنسپل اور شعبہ تدریس سے منسلک رہے پھر روشنیوں کے شہر کراچی میں مرکزی دارالعلوم امجدیہ کے طلباء آپ کے بحر ذخار علم سے سیراب ہوتے رہے آپ ناظم تعلیمات، شیخ الافتاء اور شیخ الحدیث کی مسانید پر بھی تمکین نشین رہے۔ آپ درس و تدریس، تحریر و تقریر گفت و شنید کے خاکوں میں فکر رضا کا رنگ بھرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیتے تھے۔

دور افتادہ میں حافظ العلوم علامہ جلال الدین قدس سرہ کی خدمات بھی قابل صد تحسین ہیں اگرچہ ظاہری بصارت سے محروم تھے۔ لیکن خدائے لم یزل نے اس کے نعم البدل بصیرت قلبی سے خوب خوب نوازات تھا۔ ۱۹۴۶ء میں بریلی شریف میں دورہ حدیث شرف کی تکمیل فرمائی محدث اعظم پاکستان، مفتی اعظم ہند اور حضرت صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ سے اکتساب علم کیا۔ آپ کو قبلہ مفتی اعظم ہند کی طرف سے اجازت و روایت حدیث بھی تھی۔ منقولات و معقولات کتب کی تکمیل کے بعد وطن مالوف واپس آکر جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ کے نام کو سنگ وخشت کا لبادہ عطا فرمایا ۱۹۶۲ء سے تادم وصال دورۂ حدیث شریف پڑھاتے رہے مسلک رضا پر نہایت متصلبانہ گرفت رکھتے تھے۔ پیغامات رضا کے ابلاغ میں آپ کے دارالعلوم کی انجام کردہ خدمات کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔

شریعت مصطفوی کی اسی راہ ارشاد و ابلاغ پر حضرت علامہ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاہوری علیہ الرحمہ بھی اعلیٰ حضرت سے مستفید ہوئے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شہرۂ علم کی شنید سے بریلی شریف پہنچے درس نظامی کی کتب اخیرہ اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی، قبلہ اعلیٰ حضرت نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور سلاسل طریقت کی اجازت سے بھی ماذون فرمایا۔ دارالعلوم منظر اسلام میں مدرس اور مسجد بی بی جی میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ پاکستان صوبہ پنجاب کے ضلع ہزارہ میں آپ کو عہدۂ قضا پر حکومت نے مامور کیا۔ مگر دستبردار ہو گئے اور جامعہ نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس اور شیخ الافتاء کی مسند پر جلوہ گر ہوئے اپنی تصانیف و تالیفات کی صورت میں اعلیٰحضرت کے فیضان کو خواص و عوام تک پہنچا دیا۔ فتاویٰ غلامیہ، نور العینین فی سفر الحرمین، سیف الرحمانی علی رأس القادیانی، دیوان غلامیہ نغمہ شہادت (غیر مطبوعہ) القول المختاط فی جواز الحیلۃ والاسقاط، رسالہ آذان علی القبر، وتعدد الجمعۃ فی مساجد المصر آپ کے علمی و قلمی شہ پارے ہیں۔

فرق باطلہ کے خلاف تقریری و تحریری طور پر جہاد کرنے میں خلفائے اعلیٰحضرت میں سے مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا امام الدین قادری رضوی سیالکوتی علیہ الرحمہ بھی نمایاں و عیاں ہیں میدان تصنیف و تالیف کے شہ زور تھے۔ صاحب تصانیف عدیدہ ہیں۔ جن میں اکثر زیور طباعت سے آراستہ نہ ہوسکیں۔ لکن نصرۃ الحق، احتیاط الظہر، ھدایۃ الشیعۃ، الذکر المحمود فی بیان المولد المسعود منظر عام پر آئیں جو کہ آپ کے زور قلم اور وفور علم پر دال ہیں۔

سیالکوٹ کے خانوادۂ سادات کے درویش صفت عالم مولانا صوفی قلندری علی سہروردی علیہ الرحمہ نے بھی منظر اسلام بریلی شریف میں اڑھائی سال کی اقامت کے دوران اعلیٰحضرت کے علم کے بحر تلاطم سے خوب سیرابی حاصل کی سند خلافت سے

سرفراز ہوئے۔ بعدازاں دیار داتا علی ہجویری لاہور میں جامع مسجد حضرت شاہ ابوالمعالی قادری علیہ الرحمہ اور مسجد چوہدریاں قلعہ گوجرسنگھ میں خلیب رہے آپ قلم کے دھنی تھے۔ جمال الٰہی، سیاح لامکان میلاد الرسول، رسالہ علم غیب، حلیۃ النبی علیہ واصحابہ، تذکرہ سہروردی، الفقر فخری، انوار سہروردیہ، پردہ نسواں آپ کے قلمی شاہکار ہیں۔

شیخ المشائخ حضرت مولانا سید فتح علی شاہ قادری قدس سرہ کی عملی شخصیت کی کاوش کشمیر وجموں میں عمیق دینی اثرات مرتب کرنے میں فعال رہی۔ آپ کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ مختلف مدارس میں کتب درس نظامی پڑھنے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل پر قرطاس فراغت حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت کے دست اقدس پر بیعت کی اور خلف رشید بھی بنے۔ سیالکوٹ کے نواحی علاقوں اور جموں وکشمیر میں مسلسل تبلیغی دورے فرماتے رہے۔ عوام وخواص کو مسلک اہلسنت اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کروایا۔ تصانیف میں معیار صداقت، چہل حدیث، سچا ایمان، مجموعہ وعظ (تین حصے) اور مجموعہ اشعار یادگار ہیں۔

کشمیر کی وادیوں، گھاٹیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں تک پیغام رضا کی ترسیل وتبلیغ میں حافظ علامہ محمد فاضل تاجدار ڈھانگری قدس سرہ العزیز نے بھی خون وعرق ایک کردیا درس دورۂ حدیث شریف کے دوران قبلہ محدث اعظم علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا۔ بعدازاں ڈھانگری شریف کشمیر میں اپنے تدریسی ذوق کی تکمیل کیلئے مدرسہ کی بنیاد رکھی جو کہ پورے کشمیر کا منفرد ویکتا فکر رضا کا حامل ادارہ ہے۔ آزاد کشمیر میں آپ کے نفخ ولایت کی بدولت مسلک اہلسنت کی بہار پروان چڑھی اور اس کی چوٹیاں نغمات رضا کی بازگشت سے گونج اٹھیں۔

منظر اسلام کے دینی تبلیغی فیضان کے سلسلہ میں علامہ مفتی مختار احمد قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی بھی مرتبط ومنضبط ہے بریلی شریف میں دورۂ حدیث شریف قبلہ سیدی محدث اعظم سے کیا۔ آپ بہت شریف الطبع، نہایت کم گو باعمل عالم دین تھے۔ آپ کو علم الفقہ اور علم المیراث پر ید طولیٰ حاصل تھا جامعہ قادریہ رضویہ میں تدریس رماتے رہے۔ فتاویٰ نویسی میں کمال درک حاصل تھا۔

فخر المحدثین پروردہ فیضان رضا بحر العلوم علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ کی خدمات جلیلہ بھی قابل کتابت زر ہیں۔ آپ نے اجمیر مقدس اور بریلی شریف میں قبلہ محدث اعظم سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اپنے والد گرامی صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب قدس سرہ سے بھی درسی کتابوں کے سلسلہ میں استفادہ کیا۔ آپ کا ذوق علمی آپ کو جامعہ ازہر مصر اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گرھ لے گیا۔ انڈیا میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف اور پاکستان میں جامعہ محمدی شریف جھنگ، جامعہ رضویہ منظر اسلام ہارون آباد، اور دارالعلوم امجدیہ کراچی میں تدریسی مناصب پر فائز ہوکر یادگار اسلاف بن کر تعلیمات اسلام سے طلباء کو بہرہ مندرماتے رہے۔

صلحاء وصالحین کے احوال وسیر کو اسوۂ حیات بناکر فیضان اعلیٰ حضرت سے فیضیاب ہوکر اعزاز ولایت حاصل کرنے والے شیخ الحدیث مفتی محمد اعجاز ولی الرضوی علیہ الرحمہ قبلہ اعلیٰ حضرت فاضل بریولی کے خانوادۂ عظیمہ سے تھے۔ بریلی شریف میں حضرت محدث اعظم کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔

اپنے برادر اکبر مفتی تقدس علی خان سے بھی درس نظامی

پڑھا۔ منتہی کتب اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل حضرت صدر الشریعہ کے زیر تلمذرہ کر فرمائی۔ جامعہ نعیمیہ لاہور میں مسند تدریس پر براجمان ہوئے۔ شہر لاہور میں جامعہ گنج بخش اور جامعہ حامدیہ رضویہ اور ہر دو مدارس قائم فرمائے۔ مرکزی جمعیت علمائے پاکستان اور ہفت روزہ جمعیت لاہور کے نگران بھی رہے۔

مناظر اسلام شیر اہل سنت مولانا عنایت اللہ قادری رضوی قدس سرہ العزیز کی پیرانہ سالی میں بھی شیر دل مذہب باطلہ پر شمشیر براں کی طرح کوندتی اور برستی تھی۔ بریلی شریف میں حضرت محدث اعظم سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت حجۃ الاسلام سے شرف بیعت حاصل تھا اور محدث اعظم سے شرف خلافت، آپ کی حیات مبارکہ کے ہر ہر لحہ کو پاسبان مسلک رضا کی حیثیت حاصل تھی۔ عقائد، دلائل، مکالمہ اور مناظرہ کے میدان کے علاوہ آپ جان و مال کے بھی شہ روز تھے۔ مذہب باطلہ کے بڑے بڑے نامور مناظرین کے برج گمنامی لحد میں اتار دیئے، سانگلہ ہل میں جامعہ نقشبندیہ رضویہ کی تاسیس سے منظر اسلام کی یاد تازہ فرمائی۔ آپکی تعمیر کردہ فن تعمیر کی نادر الوجود مسجد کے بلند و بالا مینار پر شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے مشائخ کے اسماء مبارکہ کے لکھے ہوئے ہیں۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان قدس سرہ کے مرید خلیفۂ صادق استاذ العلماء مولانا محمد معین الدین شافعی رضوی علیہ الرحمہ ہندوستان کے شہر ممبئی کے رئیس زادے تھے، بریلی شریف میں قبلہ محدث اعظم علیہ الرحمہ کے زیر تلمذ مراحل علم کی تکمیل فرما رہے تھے کہ تقسیم ہند کے نتیجہ میں آپ کے ساتھ ہی پاکستان آ گئے۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے تعمیر و ترویج میں آپ کی مساعی ناقابل فراموش ہیں۔ جامعہ کے ناظم اعلیٰ بھی رہے اور یادگار رضا جامعہ قادریہ رضویہ کے قیام میں بھی آپ کا مرکزی کردار رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شجر شریعت و طریقت سے علامہ حافظ ابراہیم خوشتر زید مجدہ بھی منسلک و متمسک ہیں۔ زندگی کی ابتدائی بہاروں میں ہی منظر اسلام بریلی شریف کے ساتھ سلسلہ علم و تعلیم کے لئے وابستہ ہوگئے۔ تقسیم ہند کے بعد دورۂ حدیث حضرت محدث اعظم سے کیا۔ راولپنڈی کے علاقہ گوجر خاں میں سلسلہ تدریس جاری فرمایا۔ بعد ازاں ۱۹۶۲ء تک ساہیوال میں ذوق معلّی پورا فرماتے رہے۔ پھر نغمات و پیغامات رضا کی تشہیر و تبلیغ کیلئے بیرون ملک سدھارے آپ کی کاوشوں سے ہی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کا قیام عمل میں آیا۔

مفتی اعظم ہند نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔

دور حاضر میں یادگار اسلام کی صورت میں شیخ الحدیث حافظ عبدالرشید رضوی زید مجدہ کا وجود مسعود بھی نعمت ہے آپ جلیل القدر مدرس، محقق، بے مثل مناظر اور ماہر علم الکلام ہیں۔ درس دورۂ حدیث شریف کیلئے دیوبند جانا چاہتے تھے کہ آپ کے والد علامہ محمد قطب الدین علیہ الرحمہ نے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ کی وساطت سے آپکو صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت صدر الافاضل ان دنوں آل انڈیا سنی کانفرنس کے سلسلے میں بہت مصروف تھے۔ انہوں نے آپ کو بریلی شریف قبلہ محدث اعظم کے پاس پہنچا دیا۔ سند فراغت کے حصول کے بعد جامعہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ بعد ازاں اپنے آبائی گاؤں ضلع جھنگ میں جامعہ قطبیہ رضویہ قائم کیا۔ ان دنوں آپ حضرت محدث اعظم کے آستانہ عالیہ سے ملحق مرکزی سنی رضوی جامعہ مسجد کے خطیب

ہیں۔ آپ چراغ رضویہ کی پھلیل کی مثل ہیں۔

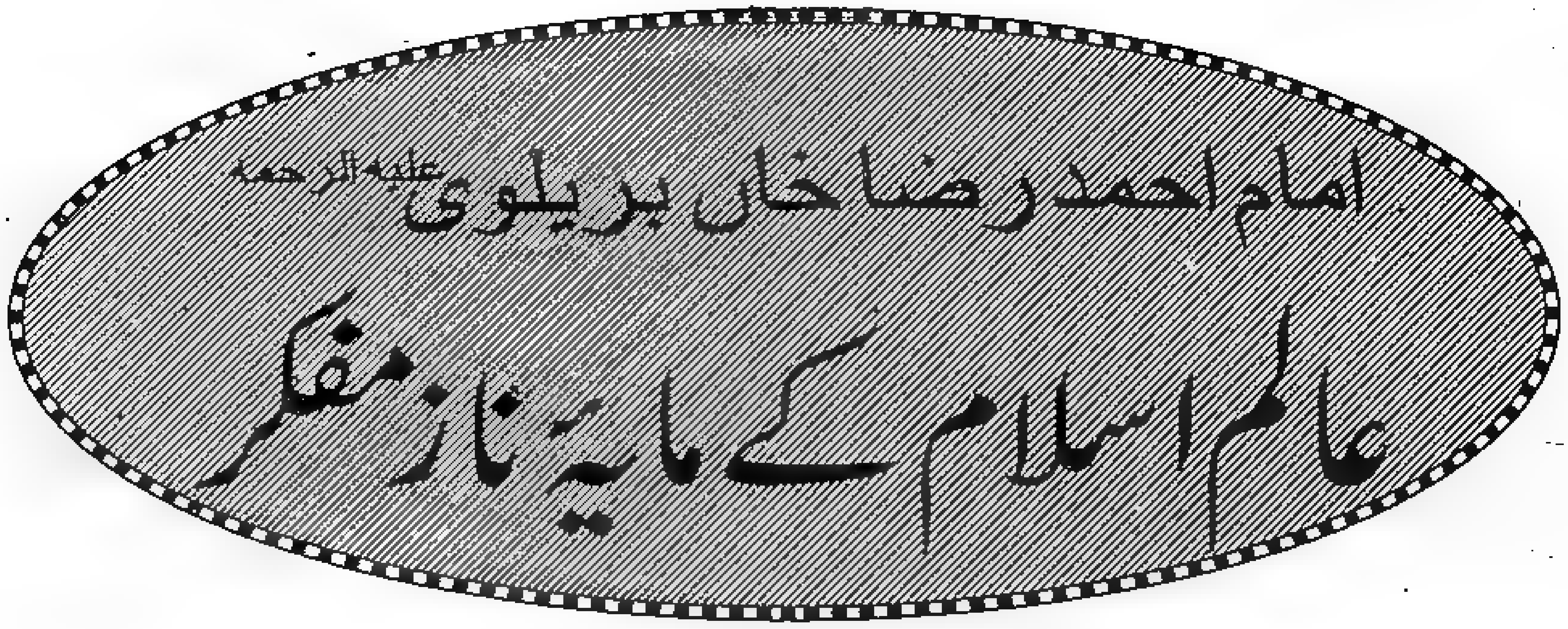
ان علماء وفضلاء، مفسرین و محدثین جن کا ہم نے مذکورہ سطور میں اجمالی سا خاکہ نقش کیا ہے کہ علاوہ اور بھی سیکڑوں ایسے جواہر مکنون ہیں جنہوں نے فیضان رضا کے امین ہو کر اپنی زندگیوں کے شب و روز دین مصطفوی کیلئے وقف کر دیئے۔ منظر اسلام کے مدرسین اور فارغ التحصیل طلباء کی کسی بھی میدان میں انجام کردہ خدمات نبیلہ قلمبند کرنا انجم شماری کے مترادف ہے جو کہ جوئے شیر لانے کے برابر ہے کیونکہ اس امر کیلئے لاتعداد صفحات پر مشتمل سیکڑوں دفتر درکار ہیں اور ان علماء کے عدم تذکرہ پر ہمارا موضوع شکوۂ تشنگی میں لب کشا ہی رہے گا۔ لیکن طوالت مضمون کے پیش نظر بطور مشت از خروارے بقیہ علماء کے صرف اسمائے گرامی پر اکتفا کے سوا کوئی ہمیں اور سبیل سجھائی نہیں دیتی۔ آفتاب علم و حکمت کے ان تابندہ و درخشندہ ستاروں میں سے مولانا غلام یزدانی یکی ہزاروی، و ملانا مختار الحق صدیقی ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا سید محمد یعقوب شاہ گجراتی، مفتی محمد نواب الدین فیصل آباد، مولانا ولی النبی بیکی تورڈ شریف مردان، مولانا محمد الیاس سیالکوٹی، مولانا مطیع الرضا خاں راولپنڈی، مولانا سید حیدر علی علی پور سیداں، مفتی ظفر علی نعمانی کراچی، مولانا محمد نواز بھکی، مولانا سید محمد منصور شاہ کشمیر، اور مولانا سیف الدین وغیرھم کے اسماء گرامی قدر بھی راقم کے کہنہ حافظے کے قرطاس پر مرقوم ہیں چونکہ علماء کا یہ لامتناہی سلسلہ ہے تو جن تک ناچیز کی نظر مطالعہ اور ید عاملہ کی رسائی نہیں ہو سکی اور ان کی خدمت عالیہ میں اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے سبب گلدستہ معذرت بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں لیکن اتنا کہنے میں تو میں حق بجانب ہوں کہ شہر بریلی کے منبع علم و حکمت سے فارغ التحصیل علماء و محققین، علوم و فنون اور عشق مصطفوی کی ایسی شمعیں فروزاں کر گئے کہ جو راہ علم کی سنگ میل ثابت ہوئیں اور سپیدۂ صبح کی مثل ان کے اجالے راہ گذاروں کیلئے مینارۂ نور کی حیثیت پا گئے۔ یہ سب کیا ہے نظر و فکر کے ابدی کرشمے ہیں، جو مخالفین اسلام اور معاندین اہلسنت کو سیل آب کے خس و خاشاک کی طرح بہا کر لئے جا رہے ہیں۔

کتب لغت و ادب کی اوراق گردانی کے دوران یہ بات بھی زیر مطالعہ آتی ہے۔ ''ھما'' نامی پرندہ جس کے سر گزر جائے تو وہ شہنشاہ بن جاتا ہے تو منظر اسلام وہ حقیقی ھما ہے کہ جو طالب علم اس کے درس و تدریس کے ماحول سے گزر جاتا ہے وہ علوم و فنون کے میدان کا شہسوار بن جاتا ہے۔

یاد رہے اس مرکز علم و فن کی یہ طالع مندی اس کے بانی، اوحد العلماء الربانیہ افرد العظماء الحقانیہ مجدد اسلام حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے علم و فضل اور نظر ولایت پر منتج ہوتی ہے۔

پس صد سالہ جشن منظر اسلام پر تعداد و لاتحصیٰ ہدیہ تبریک کے ہار اس کے گلوئے ناز میں تا ابد آویزاں رہیں۔ صد سالہ عرصہ حیات طے ہونے سے دنیوی صحیفہ حیات ملفوف نہیں ہو جایا کرتے بلکہ گذشتہ صدی میں کسل و تساہل کے کچے سنگریزے نکال کر جرأتوں اور کامیابیوں کی سخت چٹانوں پر آئندہ صدی کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور پھر نئی صدی کے تازہ جھونکے نئی بہار اور تروتازگی کے پیامبر ہوتے ہیں۔ اس کی وسعتیں بھی مزید وسیع ہوتی ہیں تو جامعہ رضویہ منظر اسلام کے شعبہ ہائے علوم و فنون کے اشتغال عملیہ کا دائرہ کار اور ان کے گرد تشنگان علم کا حلقہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔ بقول ڈاکٹر اقبال۔

تو رہ نورد شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول



*ڈاکٹر محمد حسن زاھد

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب میں عالم اسلام کے وہ مایہ ناز عالم، فقیہہ، مدبّر و مفکر گزرے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآن و حدیث کی تفہیم اور ان کے مسائل کے استنباط و استخراج میں امتیازی مقام عطا فرمایا تھا بلکہ مختلف علوم میں بے پناہ تجدیدی و تخلیقی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا مولانا موصوف کی وفات کو تقریباً 83 سال کا عرصہ گزر گیا۔ لیکن آپکی تعلیمات آج بھی طالبانِ علم و فن اور سالکان رشد و ہدیٰ کیلئے مشعلِ راہ ہیں آپ کی علمی قابلیت کا عرب و عجم کے علماء نے لوہا مانا، بلکہ عرب کے جلیل القدر علماء نے آپ کو ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء، بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اعلیحضرت کا پیدائشی نام محمد اور عرف احمد رضا۔ تاریخی نام "المختار" ہے لقب شہیر "اعلیٰ حضرت" ہے۔ آپ نے اپنے مکتوبات شریف میں اپنا سن ولادت حسب ذیل آیت کریمہ سے استخراج فرمایا:

اولئیک فی قلوبھم الایمان وایدیھم بروح منہ ط

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے سے ان کی مدد فرمائی)

قوت حافظہ:

ایک مرتبہ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیتے ہیں حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں ہاں یہ ضرور ہے کہ کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا رکوع مجھ کو سنا دیں اور پھر دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ چنانچہ آپ نے صرف ایک ماہ کی قلیل مدت میں قرآن حکیم حفظ فرمالیا تھا۔

تعلیم و تربیت:

چودہ سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر، حدیث، کلام، فقہ، اصول، معانی و بیان، تاریخ، جغرافیہ، منطق، ادب عربی، ادب اردو، فلسفہ و جفر و دیگر علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کر لی تھی آپ کا علم درس گاہوں کا نہیں بلکہ خداداد تھا۔ جس کی روشن و واضح دلیل یہ ہے کہ آپ نے ایک ماہ میں قرآن پاک حفظ فرمالیا۔ اور چھوٹی سی عمر میں بڑے بڑے علوم وفنون میں خداداد عقل سے کمال حاصل کر لیا تھا۔

تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں آپ نے فتویٰ نویسی شروع کردی تھی آپ نے اکثر و بیشتر کتابیں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی

*(ریسرچ اسکالر پشاور یونیورسٹی)

خان صاحب علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ چند ابتدائی کتابیں مولانا مرزا قادر بیگ صاحب سے پڑھیں علم تکسیر اور علم جفر و دیگر باطنی علوم میں آپ سید ابوالحسن مارہروی علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید تھے منطق کی چند کتابیں مولانا عبدالعلی رامپوری علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔

بیعت وخلافت:

۱۲۹۴ھ میں آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ ماہرہرہ شریف سید شاہ آل رسول صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان کے دست حق پر بیعت کی، سید موصوف نے آپ کو اسی وقت خلافت مرحمت فرمائی، نیز سند حدیث سے بھی نوازا۔

چند اہم واقعات:

آپ کو شروع ہی سے اصول اسلامیہ اور قوانین شرعیہ کی تبلیغ واشاعت کا بے حد شوق تھا اور حق شناس وحق نما تھے۔ جب بھی کسی کو کوئی غیر شرعی کام کرتے دیکھا یا سنا فوراً تردید فرما کر احکام شرعی سے آگاہ فرما دیتے اور اندازِ گفتگو ایسا با اثر تھا کہ پتھر دل شخص بھی ہو تو موم ہو جاتا اور فوراً تائب ہو جاتا چنانچہ آپ کی حق شناسی و حق نمائی کے متعلق چند ہدایت آموز واقعات ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں:

۱۔ ایک دن حسب معمول مولوی صاحب بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے مولوی صاحب کو سلام عرض کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا جیتے رہو اس پر آپ نے فوراً فرمایا حضور یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا بلکہ وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا یہ گفتگو سن کر مولوی صاحب بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دی۔

۲۔ حیات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جلد اول میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک خادم کو چپت مار دیا خادم کم سن تھا کچھ دیر بعد خیال آیا ایک کمسن کو مار دیا، فوراً اس کم سن خادم کو بلایا اور فرمایا میں نے تمہیں غصے میں ایک چپت مار دیا تھا اس کا بدلہ لے لو، کہیں خدا کے ہاں مواخذہ نہ ہو کیونکہ میں نے تمہارے ننگے سر پر مارا تھا اس لئے میں عمامہ اتار دیتا ہوں، یہ فرما کر آپ نے عمامہ اتار کر اس نوکر کے سامنے سر جھکا دیا۔ یہ حال دیکھ کر مریدین اور وہ خادم بہت حیران ہوئے، آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ میرے معاملے میں مداخلت نہ کریں۔ خادم کو جرأت نہ ہوئی اس پر آپ نے بہت سے پیسے دیئے اور فرمایا بدلہ لے لو، جب اس نے منع کیا تو آپ نے خود اس کا ہاتھ پکڑ کر کئی چپتیں اپنے سر اقدس پر ماریں۔ سبحان اللہ یہ تھی آپ کی عاجزی وانکساری۔

۳۔ ایک مرتبہ کسی بدبخت نے گالیوں بھرا ایک خط اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا اتفاقاً اس پر ایک نئے مرید کی نظر پڑی۔ یہ حضرت پولیس میں اچھے عہدے پر فائز تھے فوراً آگ بگولہ ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ حضرت میں ابھی اس کے خلاف کاروائی کرتا ہوں اور اسے سخت سزا دیتا ہوں آپ نے فرمایا ٹھہرو، یہ کہہ کر گھر میں تشریف لے گئے اور خطوط کی ایک گڈی لے آئے انہوں نے وہ خطوط پڑھے تو ان میں اعلیٰ حضرت کی تعریف میں بے شمار کلمات لکھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا پہلے ان تعریف کرنے والوں کو انعام دے آیئے پھر توہین کرنے والے کو سزا دیجئے۔

بشارت:

جس وقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بطنِ مادر میں تھے آپ کے والد ماجد علامہ نقی علی خانصاحب قادری علیہ الرحمۃ نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا جس کے سبب کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی رات

پھر اس پریشانی میں رہے صبح اٹھے تو پھر بھی انکی وہ تشویش بدستور قائم رہی آپ نے اپنے جدامجد سے خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا بہت مبارک خواب ہے بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہارے نطفے سے ایک فرزند عطا فرمائے گا جو علم کے دریا بہائے گا جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا۔

فتاویٰ نویسی میں مقام:

ایک صاحب رامپور سے حضرت علامہ نقی علی خان صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور ساتھ حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری علیہ الرحمۃ کا فتویٰ جس پر اکثر و بیشتر علمائے ہند کی تقریظات تھیں، آپ کی خدمت میں پیش کیا اور جواب لکھنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا اس ساتھ والے کمرے میں مولوی صاحب ہیں ان کے پاس جایئے۔ وہ صاحب ساتھ والے کمرے میں جاتے ہیں اور واپس آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں وہاں تو کوئی مولوی صاحب نہیں ہے بلکہ ایک نوجوان صاحبزادے تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا وہی فتویٰ نویسی کرتے ہیں انہوں نے کہا حضور ہم تو آپ کی شہرت سن کر آئے ہیں اور آپ ہمیں دوسروں کی طرف بھیج رہے ہیں آپ نے فرمایا یہ کام آج کل انہیں کے ذمہ ہے آپ ان کے پاس جایئے وہ جواب لکھ دیں گے۔ وہ صاحب پھر اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علماء ہند اور مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری کے فتاویٰ کے خلاف مدلل جواب تحریر فرمایا۔ بعد میں آپ کے والد ماجد نے اس پر تصدیق فرمائی جب فتویٰ نواب صاحب (رامپور) کی نظر سے گزرا تو انہوں نے شروع سے آخر تک پڑھا دیکھا کہ تمام علمائے ہند مولانا ارشاد حسین صاحب کی تائید و تصدیق فرمارہے ہیں لیکن بریلی کے دو عالم اسے غلط بتارہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے انہوں مولانا ارشاد حسین صاحب کو بلایا اور فتاویٰ پیش کئے۔ نثار جائیے مولانا کی حق گوئی و بے باکی پر، دونوں فتاویٰ کے دلائل کے وزن معلوم کر کے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لیا اور کہا میرا فتویٰ واقعی غلط ہے اور بریلی والوں کا صحیح ہے نواب صاحب نے کہا لیکن تمام علماء ہند، آپ کی تائید فرمارہے ہیں فرمایا وہ میری شہرت کے سبب ایسا کرر ہے ہیں، درحقیقت میرا فتویٰ غلط ہے اور مولانا احمد رضا خاں اور مولانا نقی علی خان صاحب کا صحیح ہے مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری کے اظہار حق و قبول کی یہ مثال موجودہ زمانے میں شاید کہیں ملے اور یہ بھی حقیقت واضح ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی غلط نظریئے کو برداشت نہ کیا اور نہ ہی اسے قائم رہنے دیا۔

۱۲۸۶ھ کا ذکر ہے کہ آپ کی عمر اس وقت چودہ سال تھی ایک صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایک صاحب نے امام باڑہ بنایا ہے چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہوتا کہ دروازے پر لکھوایا جائے۔ آپ نے فی البدیہہ فرمایا ''بدر رفض'' رکھیں اس جواب کو سن کر بولے امام باڑہ تو پچھلے سال ہی تیار ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا تو ''دار رفض'' رکھ لو تو یہ سن کر اس شخص نے کچھ سکوت کیا اور کہا حضور اس کی ابتداء ۱۲۸۵ھ - ۱۲۸۴ھ ہی میں شروع ہوگئی تھی، لہٰذا اسی مناسبت سے نام ہونا ضروری ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا تو ''در رفض'' رکھ لو۔ جناب سید ایوب علی کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وقت اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی حجام سے خط بنوار ہے تھے میں قریب ہی بیٹھا تھا اتنے میں ایک کارڈ مولانا ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمۃ کا آیا۔ حسب ارشاد فقیر نے پڑھکر سنایا۔ اسی پر

مولانا موصوف نے فرزندار جمند کی ولادت کی خبر دیتے ہوئے تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی، اعلیٰ حضرت نے فی البدیہہ فرمایا ''نام تو'' مختار الدین'' ہونا چاہیے۔ دیکھئے تو سید صاحب شاید تاریخ ہوگئی'' میں نے حساب لگایا تو پورے ۱۳۳۶ھ ہوئے اور یہی سنِ ولادت تھا۔

شجرِ علمی:

آپ کے تبحر علمی پر آپ کی جلیل القدر عظیم الشان، فصاحت وبلاغت میں ڈوبی ہوئی، علم وادب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ایک ہزار یا کم وبیش تصانیف شاہد ہیں، آپ کے علم وفضل کا ڈنکا عرب وعجم دونوں ہی میں بجا، آپ کے مخالفین کو بھی آپ کے شجرِ علمی کے ماننے کے علاوہ چارہ کار نہ تھا۔ جب آپ حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے تو بہت سے علماء عرب نے آپ سے سندیں حاصل کیں اور بہت سے جلیل القدر علماء نے آپ کو سندیں دیں۔ حج بیت اللہ کے موقع پر جب نجدیوں اور دیوبندیوں نے آپ پر الزامات عائد کئے کہ آپ سید عالم ﷺ کے علم شریف کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے مساوی بتاتے ہیں تو آپ نے ان کے جواب میں کتاب مستطاب مسمّٰی بنام ''الدولۃ المکیۃ بالمائدۃ الغیبیہ'' بخار کی حالت میں بغیر مطالعۂ کتب سے صرف آٹھ گھنٹے میں فصیح عربی میں تحریر فرمائی۔ یہ کتاب علمائے عرب کی تقریظات کے ساتھ بعد میں طبع ہوئی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جفر، نجوم، اقلیدس وریاضی کے بھی ماہر تھے چنانچہ ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بھی مولانا سید سلیمان اشرف کے ہمراہ آپ کے کاشانۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور آپ کے علم کے قائل ہوئے، ڈاکٹر صاحب نے ریاضی کا ایک مسئلہ پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت نے نہایت صحیح اور تسلی بخش جواب دے کر ڈاکٹر صاحب کو حیرت میں ڈال دیا

اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہمہ صفات تھی آپ نے جس میدان میں بھی قدم رکھا دنیا نے آپ کو اسی میدان کا شہسوار مانتے ہوئے سمجھا کہ شاید آپ نے اس فن کے حصول کیلئے تمام زندگی کو صرف کی ہے۔

علم ہیئیات، توقیت، جفر، فقہ حدیث، منطق، فلسفہ، سائنس، وغیرہ، کے نہ صرف ماہر تھے بلکہ ہر فن میں خداداد علمی تحقیقی صلاحیتوں کے مالک تھے اور ہر فن میں ایک نئے انداز فکر و بیان سے کتاب تحریر فرما کر دنیا سے اپنے قلم کا لوہا منوایا، اسی طرح نعت گوئی میں بھی آپ امتیازی شان کے مالک تھے۔ آپ عشق رسول ﷺ میں سرشار تھے، آپ کی تصانیف میں بھی عشقِ رسول ومحبتِ رسول ﷺ کے ایمان افروز جلوے نظر آتے ہیں۔ اس عشق ومحبت کے جلوہ کی جھلکیاں آپ کے نعتیہ کلام کے مجموعہ مسمّٰی تاریخی ''حدائق بخشش'' میں بدرجۂ کمال پایا جاتا ہے آپ کا کلام فصاحت وبلاغت، لطافت ونزاکت اور سلاست وروانی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

عاشق رسول ﷺ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایمان افروز، سوتے دلوں کو جگانے والی، غم مصطفیٰ میں رونے والوں کو ہنسانے والی اور رب کے محبوب کی شان بتانے والی ایک نعت کے چند اشعار بطور نمونہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

سرتابقدم ہے تنِ سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

واللہ جو مل جائے، مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

امام احمد رضا، ان کے ہم مسلک اور انگریز

* صوبیدار (ر) جلال الدین ڈیروی

مورخ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سچ لکھے چاہے اس کی زد میں اپنے آئیں یا پرائے لیکن بدقسمتی سے ہمارے اکثر لکھنے والے علماء ومشائخ کے تذکروں میں اس اصول کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف اپنے حضور کا جھنڈا اونچا رکھنے کی خاطر حقائق کو مسخ کرنے کی خاطر نئی تاریخ قلم بند کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، حالانکہ اس قسم کی بددیانتی اور بے انصافی کو کسی بھی مذہب ومسلک نے جائز قرار نہیں دیا ہے، اس قسم کا شغل اختیار کرنے والے یہ سادہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اگر بفرضِ محال وہ اپنے اس غیر شرعی مقصد میں کامیاب ہوگئے اور اس کے بدلے معاوضہ بھی حاصل کرلیا تب بھی وہ بروز محشر مواخذہ سے نہیں بچ سکیں گے جبکہ اسلام کا تو بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ ہر اس کام سے اجتناب کیا جائے جو آخرت میں سرخروئی حاصل کرنے میں رکاوٹ ثابت ہو۔

متحدہ ہندوستان کی تاریخ پر نظر رکھنے والے اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ یہاں کے مذہبی رہنما غیروں کی سازش کی وجہ سے دو واضح گروپوں میں تقسیم ہوگئے تھے، ایک گروہ بلکہ صحیح تر الفاظ میں مسلمانوں کی اکثریت کی نمائندگی کرنے والے علماء و مشائخ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ سب غیر مسلم ہمارے دشمن ہیں، ان سے یہ توقع کرنا دانشمندی نہیں کہ وہ دین اسلام کی حفاظت کرنے میں دل وجان سے ہماری مدد کریں گے۔ اس لئے مسلمانوں کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنی انفرادیت قائم رکھتے ہوئے میدان سیاست میں قدم رکھیں اور صرف اپنے زور بازو پر بھروسہ رکھیں، اس طرح وہ اپنی متحدہ قوت کے بل بوتے پر انگریز اور ہندو دونوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرسکیں گے۔

ان کے مخالف مذہبی رہنمائی کے مدعی حضرات مروجہ سیاست کا شکار ہوگئے، انہوں نے جس کا پلڑا بھاری دیکھا، اس طرف جھک گئے، ان لوگوں نے انگریزوں سے بھی مفادات حاصل کئے اور ہندوؤں سے بھی۔ تحریک پاکستان کے آخری دور میں جب یہ صاف نظر آنے لگا کہ اب اکھنڈ بھارت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا تو ان کے چند رہنما مسلم لیگ میں بھی شامل ہوگئے، ان غیر اسلامی سرگرمیوں کے علاوہ اس گروہ نے بعض اسلامی عقائد خاص کر منصب رسالت کے متعلق جو افسوس ناک رویہ اختیار کیا اس سے بھی مسلمانوں کے جذبات شدید طور پر مجروح ہوئے۔ جو ہونا تھا وہ ہوچکا، انگریز یہاں سے جاچکا ہے، پاکستان اور ہندوستان دو آزاد ممالک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے

* (بشکریہ ماہنامہ السعید، ملتان)

پر موجود ہیں۔ منصب رسالت کے متعلق کتاب وسنت کے دلائل بھی ناپید نہیں ہیں۔ اس لئے اگر ان حقائق کو تسلیم کرلیا جاتا تو تشویش کی کوئی بات نہیں تھی لیکن محض مذہبی وسیاسی اختلاف کی بناء پر ایک گروہ خوف خدا سے بے نیاز ہوکر بعض ایسے الزامات کی تشہیر کررہا ہے جو بالکل بے بنیاد ہیں، ان میں سے ایک الزام یہ ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ اور ان کے ہم نوا سنی بریلوی علماء ومشائخ انگریز کے ایجنٹ تھے، یہ الزام تحریک خلافت اور تحریک پاکستان کے دوران بھی لگایا جاتا تھا لیکن اس دور میں چونکہ سب واقعات عوام کے سامنے تھے، اس لئے اس کا اثر نہ ہونے کے برابر تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصل حقائق نظروں سے اوجھل ہوتے جارہے ہیں اور خدشہ یہ ہے کہ کہیں نئی نسل اس مکروہ پروپیگنڈہ سے گمراہ نہ ہوجائے، اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس الزام کا غیر جانبدارانہ اور تحقیقی تجزیہ پیش کیا جائے۔

اختصار کے پیش نظر ہم اس مقالہ میں صرف اس الزام کے سیاسی پہلو پر گفتگو کریں گے جہاں تک مذہبی اختلافات کا تعلق ہے ان پر چونکہ اس سے قبل بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اس لئے شائقین متعلقہ کتب ورسائل کا مطالعہ فرما کر اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں، یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ ہمارا مقصد کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا یا جائز وناجائز طریقے سے فتح حاصل کرنا ہرگز نہیں بلکہ اصل حقائق پیش کرکے حقدار کو اپنا حق دلانا مقصود ہے، اس لئے تاریخی ریکارڈ کی درستگی کیلئے یہاں جن تحریکوں یا شخصیات کے کردار پر بحث کی جائے گی اسے اسی تناظر میں پڑھا جائے اور ذاتی پسند وناپسند سے قطع نظر فیصلہ صرف اس بنیاد پر کیجئے کہ آئندہ صفحات میں جو دلائل پیش کئے جارہے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں۔

تحریک بالاکوٹ:

سنی بریلوی علماء ومشائخ اور ان کے عقیدتمندوں کے متعلق عام طور پر یہ تاثر پھیلایا گیا ہے کہ یہ لوگ انگریزوں کے خلاف چلنے والی تمام تحریکوں کے مخالف یا کم از کم ان سے علیحدہ رہے، اس سلسلہ میں مخالفین سب سے پہلے تحریک بالاکوٹ کا ذکر کرتے ہیں جس کی تشہیر کچھ اس انداز سے کی گئی ہے کہ اس کا دوسرا رخ پیش کرنے والے کو عجیب وغریب نظروں سے دیکھا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ پرائمری سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک تقریباً ہر کلاس کی کتابوں میں اس کا تذکرہ پڑھنے کو ملتا ہے۔ اب اگر کوئی بچپن سے لے کر جوان ہونے تک یہی پڑھتا اور سنتا رہتا ہے کہ اس تحریک کے رہنما مجاہد تھے۔ سکھوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر صوبہ سرحد آگئے تھے۔ انہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی خاطر فلاں فلاں کارنامے سرانجام دیئے تو ظاہر ہے کہ وہ ان کے خلاف کوئی بات سننے کا روادار نہیں ہوگا، اصل حقائق سے نابلد ہونے تک خود راقم الحروف کے بھی یہی جذبات تھے۔

نصابی کتب کے علاوہ تحریک بالاکوٹ کے متعلق کئی کتابیں بازار میں دستیاب ہیں لیکن ان میں سے اکثر چونکہ عقیدت مندوں نے لکھی ہیں اس لئے یہ نظر ثانی کی محتاج ہیں، خاص کر غلام رسول مہر اور ابوالحسن علی ندوی نے تو گھر بیٹھ کر اپنی پسند کی تاریخ مرتب کی ہے۔ اس دور کے ماخذ، جن میں اصل حقائق درج ہیں کو نظر انداز کیا گیا ہے بلکہ کوشش یہ ہورہی ہے کہ اس دور میں لکھی گئی کتابوں کے وہ حصے تلف کردیئے جائیں جن کے مطالعہ سے تحریک بالاکوٹ کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی نے ایک انٹرویو میں انکشاف فرمایا:

''یہ لوگ (قائدین تحریک بالا کوٹ) انگریز کے خلاف نہیں تھے، خود مولوی حسین احمد نے لکھا ہے کہ سکھوں کے خلاف سید صاحب کے جہاد کے لئے انگریزوں نے مدد کی تھی، انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے یہ حضرات کوشش کرتے رہے بلکہ اس کو جان و مال کا محافظ کہتے تھے، سید صاحب اور ان کی تحریک کو مولوی غلام رسول مہر، شیخ اکرام، ابوالحسن علی ندوی وغیرہ نے ایک سازش کے ذریعہ بہت غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ پنجاب پبلک لائبریری میں ایک کتاب تاریخ ہزارہ کے نام کی موجود ہے، میں اس کو دیکھنے گیا تو حیران رہ گیا کہ ہزارہ میں بالاکوٹ واقع ہے، اس میں سید صاحب کی حقیقت لکھی تھی، وہ لکھنے والا سید صاحب اور ان کو فوج کے کرتوتوں کو دیکھنے والا عینی گواہ تھا، اس نے حقیقت لکھی تھی مگر دیوبندی حضرات نے اس سے وہ تمام اوراق ہی پھاڑ دیئے، یہ کتاب در اصل فارسی میں ہے، جب فارسی کتاب سے رجوع کیا تو اس سے بھی اوراق کو پھاڑ دیا گیا''(۱)

کافی احتیاط کرنے کے باوجود مذکورہ تحریک کے حامی مورخین تضادات کا شکار ہو گئے، ابتدائی مورخین نے کم از کم اس حد تک سچ لکھا ہے کہ تحریک بالاکوٹ کے قائدین انگریز کے خلاف نہیں تھے، جب معتقدین نے مسٹر گاندھی اور دیگر ہندو رہنماؤں کی قیادت قبول کر کے اپنے سیاسی سفر کا آغاز کیا تو فرمایا کہ یہ ایک سیکولر تحریک تھی لیکن موجودہ دورہ کے عقیدت مند بتاتے ہیں کہ اس تحریک کے سربراہ خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کے سچے داعی تھے۔(۲)

آج اگر کوئی یہ دعویٰ کر دے کہ تحریک بالاکوٹ ایک سیکولر تحریک تھی تو بعض لوگ اسے ملحد و زندیق تک کہہ دینے سے گریز نہیں کرتے لیکن انہیں اس بات کا علم نہیں ہوا کہ یہ ارشاد کسی ایرے غیرے کا نہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم، علماء دیوبند کی نمائندہ جمعیت جماعت علماء ہند کے صدر اور ہندو جماعت کانگریس کے ممتاز رہنما(۳) مولوی حسین احمد دیوبندی کا ہے، مولوی صاحب رقمطراز ہیں:

''سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بناء پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے، اسکے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے، ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے''(۴)

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ تحریک سیکولر ہوتی تو قائدین تحریک اپنی تقریروں میں دین اسلام کی خدمت کرنے کا تذکرہ نہ کرتے، اس کا جواب مولوی حسین احمد دیوبندی نے ان الفاظ میں دیا ہے:

''بے شک سید صاحب جگہ جگہ اعلاء کلمۃ اللہ اور دین رب العالمین کی خدمت کا ذکر کرتے اور اسی کو اپنی مسائی کا محرک بتاتے ہیں لیکن آپ یہ خوب سمجھتے تھے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ صرف یہ ہی نہیں ہے کہ ایک

فرقہ وارانہ گورنمنٹ (اسلامی حکومت) قائم کی جائے اور خود حاکم بن کر دوسرے برادران وطن (ہندوؤں) کو اپنا محکوم بنایا جائے بلکہ اس کا سب سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ برادران وطن کو سیاسی اقتدار میں شریک کر کے اسلامی فضائل اخلاق سے ان کے دلوں کو فتح کیا جائے، اقلیت اور اکثریت کے مسئلہ کی پیچیدگی آپکے ذہن میں نہیں تھی کیونکہ آپ کے نزدیک یہ دونوں بے حقیقت چیزیں تھیں جو عمل میں سب سے زیادہ پرجوش، فداکار، سرگرم اور مخلص اور دیانتدار ہوگا، امامت اور لیڈر شپ اسی کے ہاتھ میں رہے گی، خواہ وہ اقلیت کے فرقہ سے تعلق رکھے یا اکثریت کے فرقہ سے''(۵)

مولوی حسین احمد دیوبندی کے ایک خادم نے ان لوگو پر شدید تنقید کی ہے جو تحریک بالاکوٹ کو اسلامی تحریک بتاتے ہی،وہ اپنے حضرات کی صاف گوئی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ ایک مجدد ہی کی شان ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید اور حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوی مرحوم و مغفور کی تحریک جہاد حریت جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے ابھر کر بالاکوٹ تک پہنچی تھی، فرقہ واریت سے خالی اور جمہوری طرز کی سعی و جہد و جہد (Effort) تھی، اس حقیقت کو جب شیخ وقت (مولوی حسین احمد دیوبندی) نے آشکار کیا ہے تو دنیائے فرقہ واریت میں ہلچل مچ گئی لیکن حقیقت اپنی جگہ پھر بھی حقیقت ہے جس پر حضرت کی خود نوشت سوانح حیات ''نقش حیات'' کے زرّیں صفحات بیّن ثبوت اور کھلے ہوئے شاہد عدل موجود ہیں''(۶)

ان اقتباسات سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے ک قیام پاکستان تک تمام علمائے دیو بند کے نزدیک تحریک بالاکوٹ ایک سیکولر تحریک تھی، اس کے بعد بھی ہندوستان کے دیو بند مولویوں کی سوچ میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی ہے جبکہ پاکستا میں بسنے والے مولوی اسے اسلامی تحریک بتاتے ہیں لیکن مولو حسین احمد دیوبندی کی تردید کرنے کی جرأت بھی نہیں کرسکتے، ہا مذکورہ اقتباسات سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدانخواستہ تحریک ب کوٹ کے قائدین انگریزوں کے خلاف تھے، اس غلط تاثر پھیلانے کی خاطر عجیب وغریب باتیں سننے میں آتی ہیں، مثلاً س سے پہلے شاہ اسماعیل نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جار کیا۔(مولوی محمد یوسف)(۷)

☆ تحریک بالاکوٹ صرف سکھ ہی نیں بلکہ انگریز اور ہر اس قوم ک خلاف تھی جو اسلام کے عادلانہ نظام کی راہ میں رکاوٹ بنتی تھ (مولوی عبید اللہ انور)(۸)

☆ تحریک کے قائدین یہ سمجھتے تھے کہ سکھ جو کاروائیا کررہے ہیں، یہ سب کچھ انگریز کے ساتھ سمجھوتہ کے تحت اس ک آلہ کار بن کر تخریب کاریوں میں مصروف ہیں، اسی وجہ سے تحری کے قائدین نے سب سے پہلے انگریزوں کے ہاتھ میں جو کھ بنے ہوئے تھے، ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔(۹)

کاش یہ دعوے صحیح ہوتے تا کہ ہم سینہ تان کر عالم کف بتاسکتے کہ مسلمانوں میں ایسے مجاہدین بھی گزرے ہیں جنہوں نہایت ہی مشکل حالات میں اسلامی روایت کو برقرار رکھتے ہو دشمنان اسلام کا جرأت و جوانمردی سے مقابلہ کیا لیکن یہ دیک ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں کہ مجاہدین کا روپ دھار

والے ان لوگوں کے مقاصد کچھ اس قسم کے تھے کہ بتاتے ہوئے ندامت محسوس ہوتی ہے۔

اس دور کے لٹریچر سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ ساری منصوبہ بندی غیروں کی تھی، انگریز ایک جانب سکھوں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر ان دونوں کو کمزور کر کے پنجاب اور سرحد پر قبضہ کرنے کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے تو دوسری طرف مسلمان میں مذہبی اختلافات پیدا کروا کر اتحاد بین المسلمین کو پارہ پارہ کرنے کی سازش میں مصروف تھے۔ بعض لوگ سرحد کے اس وقت کے حنفی العقیدہ علماء ومشائخ اور عوام کو صرف اس لئے مطعون کرنے کو کار ثواب سمجھتے ہیں کہ انہوں نے تحریک بالاکوٹ کے قائدین کے غلط عقائد کو نہ صرف قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا بلکہ ان کے خلاف باقاعدہ جنگیں بھی کیں لیکن جب کوئی ان مظلوم حنفی حضرات کے دفاع میں قلم اٹھاتا ہے تو اسے فرقہ پرست، اسلام دشمن اتحاد بین المسلمین کا مخالف اور ملحد جیسے خطابات سے نواز دیا جاتا ہے حالانکہ دفاع کا حق ہر ایک کو حاصل ہے اور خاص کر جب مستند حوالہ جات کے ذریعے یہ حقیقت ثابت کی جاسکتی ہے کہ اس تحریک کا مقصد وہ نہیں تھا جو معصوم بچوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی جارہی ہے تو اسے قبول کرنے میں آخر حرج ہی کیا ہے۔

قائدین تحریک بالاکوٹ کے پرجوش حامی مصنفین نے جو کتابیں لکھیں ہیں، انہیں پڑھ کر ہر شخص آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ لوگ کم از کم انگریزوں کو ناراض کرنے کے حق میں قطعاً نہیں تھے اور خود انگریز بھی ان کی عملی مدد کر رہے تھے حالانکہ اسلام کے یہ دشمن سکھوں سے بھی زیادہ خطرناک تھے، اگر یہ حضرات اپنی قوت کو انگریزوں کے خلاف کرتے تو انہیں یہاں قدم جمانے کا موقع نہ ملتا اور مسلمانوں کی حکومت قائم رہتی، اتنی بڑی افرادی قوت کو یہاں صوبہ سرحد منتقل کر کے اسے وہاں کے مسلمانوں اور پنجاب کے سکھوں کے خلاف استعمال کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزوں نے نہ صرف ہندوستان پر اپنی گرفت مضبوط کر لی بلکہ آگے بڑھ کر پنجاب اور صوبہ سرحد قبضہ کر لیا، اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

> ''جس وقت یہ حضرات جہاد کے لئے اٹھے ہیں اس وقت یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی کہ ہندوستان میں اصلی طاقت تو انگریز ہی کی ہوسکتی ہے، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ان بزرگوں کی نگاہ دوررس سے معاملہ کا یہ پہلو بالکل ہی اوجھل رہ گیا'' (۱۰)

☆☆☆

کتب حدیث: امام احمد رضا

(۱)	مدارج طبقات الحدیث (عربی)	(۶)	حاشیہ مسند امام اعظم (عربی)
(۲)	حاشیہ بخاری شریف (عربی)	(۷)	حاشیہ مسند امام احمد (عربی)
(۳)	حاشیہ مسلم شریف (عربی)	(۸)	حاشیہ سنن دارمی (عربی)
(۴)	حاشیہ نسائی (عربی)	(۹)	حاشیہ خصائص کبریٰ (عربی)
(۵)	حاشیہ ابن ماجہ (عربی)	(۱۰)	حاشیہ کنز العمال (عربی)

الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله تعالى

البريلوي الهندي

شاعراً عربياً

تاليف
ممتاز أحمد سديدي الأزهري
الباحث في الأزهر الشريف،
ابن الشيخ محمد عبد الحكيم شرف القادري

مؤسسة الشرف
بلاهور باكستان

کلام رضا کے چند نادر نمونے

تحریر: سید محمد عبداللہ قادری

نوٹ: یہ مضمون جناب سید عبداللہ قادری نے اپنے والد مکرم، ماہر اقبالیات، سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (مئی ۱۹۲۵ء تا نومبر ۱۹۹۶ء) چک ۱۵ ر شمالی ضلع منڈی بہاء الدین (مصنف ''اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر''، ''اعلیٰحضرت کی سیاسی بصیرت''، ''اقبال کا آخر معرکہ''، ''اقبال کے دینی اور سیاسی افکار''، ''نقوش محبت سلطان العارفین''، ''میلاد شریف اور علامہ اقبال''، ''اردو کی بہترین نعتیہ غزلیں'') کی ذاتی ڈائریوں کی مدد سے تیار کیا ہے۔ سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی ڈائریوں کی تعداد ۳۰ ر کے قریب ہے۔ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نیا مواد موجود ہے۔ وہ بہت اچھے شعر فہم و سخن شناس تھے باوجود اسکے کہ وہ خود شاعر نہیں تھے۔

سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت (۱۵ ر نومبر ۱۹۹۶ء) کے بعد سے سید عبداللہ قادری صاحب اس کوشش میں ہیں کہ اپنے والد ماجد کے نوادرات کو مرتب کر کے قارئین کرام کے سامنے پیش کر سکیں۔ ان کا تحریری کام، ادب کے علاوہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، قائد اعظم محمد علی جناح (تحریک پاکستان) اور اپنے خاندان کے مربی و مرشد حضرت قاضی سلطان محمود قادری رحمۃ اللہ علیہ پر ہے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ مدتوں تک یاد رکھا جائے گا۔ سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ چک ۱۵ ر شمالی ضلع منڈی بہاء الدین میں اپنے والد مکرم حافظ سید محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ (دسمبر ۱۹۴۱ء) کے پائین محو استراحت ہیں۔ (ادارہ)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے چند نادر نمونے پیش خدمت ہیں جو حدائق بخشش حصہ اول، دوم، سوم میں شامل نہیں ہیں۔

تین عربی اشعار:

دہلی کا شریفی خاندان برصغیر پاک و ہند میں دینی علم و فضل اور علم طب میں مہارت کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتا تھا اس خاندان کے افراد علماء کرام اور صوفیائے عظام کا صدق دل سے احترام کرتے تھے۔ عقیدۂ اہلسنت و جماعت تھے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جب عامۃ المسلمین کے عقائد کے خلاف ''تقویت الایمان'' تصنیف کی تو دوسرے علماء حق کی طرح اس خاندان کے ایک بزرگ (مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں کے حقیقی دادا) حکیم صادق علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا رد لکھا۔ اس خاندان کی دین داری یا علمیت کی وجہ سے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ان کے ساتھ گہرے روابط تھے چنانچہ حکیم محمد اجمل خان مرحوم کے والد حکیم محمود خان جب فوت ہوئے تو اعلیٰحضرت نے

* (سید محمد عبداللہ قادری ابن مولانا سید نور محمد قادری، کھاریاں، گجرات، ساکن واہ کینٹ، پنجاب پاکستان)

تین عربی اشعار پر مشتمل مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات لکھا۔ جو پتھر پر کندہ کروا کر حکیم محمود خان کے سرہانے لگایا گیا۔ قطعہ ملاحظہ ہوں:

بكت العيون اما تريد جمودا
ابكت شريفاً صادقاً محمودا

اسقت لفقد الطب عصر قوامه
فاست وحصل باساً تحسر فقيدا

املت علىٰ مثواه يوم معاده
قبر الذى فى الطب مات حميدا (۱)

شریفاً سے حکیم محمود خان کے دادا حکیم محمد شریف اور صادقاً سے مراد حکیم صاحب کے والد حکیم صادق علی خاں ہیں۔ ان اشعار کے علاوہ اعلیٰ حضرت ومولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم محمد اجمل خان کے بڑے بھائی حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں کے دینی وعلمی کارناموں سے متاثر ہو کر ان کی تعریف میں ایک عربی قصیدہ لکھا تھا باوجود کوشش کے ابھی تک مذکورہ عقیدہ دستیاب نہیں ہوسکا۔ (۲)

فارسی غزل:

"ماہنامہ اعلیٰ حضرت" بریلی شریف کے ستمبر ۱۹۶۶ء کے شمارے میں فارسی غزل شائع ہوئی ہے جو ان کے مجموعہ کلام کے کسی حصہ میں بھی شامل نہیں ہے۔

وحدت عیاں زجلوۂ شانِ محمد است
توحید کشفِ راز نہانِ محمد است

دانیکہ چیست رونقِ تصویرِ کائنات
حق جلوہ گر زِنام و نشانِ محمد است

آن جانِ جاں کہ پردۂ روحانیان است
جانِ محمد است و جہانِ محمد است

تنویرِ علمِ غیب بہر جوہرے کجا
ایں شب چراغِ گوہر کانِ محمد است

حرفے کہ جز خدائے نہ گوید حدیثِ اوست
قرآنِ گر تمام زبانِ محمد است

صید مشیت اند رضا بندگانِ عشق
تقدیر ناوکے زکمانِ محمد است ﷺ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ (پ۳۰، ع۱۸)

ترجمہ: اے محبوب اور ہم نے آپ کو حاجت مند پایا پس غنی کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ کے غنی فرما دینے سے آپ غنی ہو گئے۔

اب دوسری آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ (پ۳۰-ع۱۸)

ترجمہ: اور آپ کے لئے ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی سے بہتر ہے۔

چونکہ حضور ﷺ پر آنے والی گھڑی گزرنے والی گھڑی سے بہتر ہوتی ہے۔

تو اس کے مطابق حضور انور ﷺ کی شان یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوْآ اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ج (پ۱۰-ع۱۶)

(اور انہیں یہی برا لگا کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا)

غور فرمائیے اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر پاک واؤ عاطفہ سے اپنے ساتھ کیا ہے۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماعت پہ لاکھوں سلام

(مولانا احمد رضا بریلوی)

ہاں یہی وہ بارگاہِ نور ہے جہاں سے کبھی کوئی منگتا خالی نہیں گیا وہ دربار ہے کہ یہاں سے جس نے جو مانگا وہی پایا یہاں تو بقول، نعت خواں، نعت گو شاعر محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ، سوائے ایک لفظ ''نہیں'' کے سبھی کچھ ہے۔

ملتا نہیں کیا کیا دو جہاں کو تیرے در سے
اک لفظ ''نہیں'' ہے کہ تیرے لب پہ نہیں ہے

(محمد اعظم چشتی)

اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ ''لا'' ہے نہ حاجت اگر کی ہے

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

ساری دنیا کا دستور ہے کہ بھکاری کسی کے در پہ صدا لگاتا ہے اور وہاں سے جب اسے بھیک مل جائے تو وہ سوالی بھیک دینے والے کو دعائیں دیتا ہوا وہاں سے رخصت ہوتا ہے، کبھی کسی نے اپنے در پر آنے والے بھکاری کو بھیک کے ساتھ دعائیں بھی دیتے ہوئے نہیں دیکھا، مگر میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کرم دیکھئے۔

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

(احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

تو پھر ہم بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر کہیں۔

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لا (پ۱۰/ع۱۳)

(ترجمہ: اور کیسا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اس پر کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا)

یہاں بھی اللہ نے واؤ عاطفہ کے ساتھ عطا فرمانے کی نسبت اپنے ساتھ ساتھ اپنے محبوب رسول ﷺ کی طرف بھی کی ہے۔ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے صحیح فرمایا ہے:

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

حضرت نبی رؤف الرحیم ﷺ کی ایک حدیث مبارک ملاحظہ فرمائیں:

"انما انا قاسم واللّٰہ یعطی" (بخاری شریف، ص۱۶)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل اشعار بھی حدائق بخشش میں شامل نہیں ہیں جو گلزار نعت، کانپور میں شائع ہوئے تھے ملاحظہ ہوں:

وہ حسنِ بیخود کے جس کے موسیٰ تھے ناز بردارِ لن ترانی
اسی کے جلوے سے ہم بھی یاں نورِ چشمِ دل کو بڑھا رہے تھے

بڑھا وہ سروِ چمن خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ اک دم میں لوح و کرسی سے بڑھ گئے تھے

ہجوم شوخانِ خلد سے واں ہر اک روش عالم چراغاں
بھبھو کے چہرے، جڑاؤ گہنے چمک دمک پر بھڑک رہے تھے(۴)

محی شیخ نجم الدین حافظ
من و او زیر داماں شفاعت

بنوشت ایں نامہ در نعت مبارک
فراہم کرد سامانِ شفاعت

بہ سال وفالِ اوکلکِ رضا گفت
بحمد اللہ شایانِ شفاعت(۵)

حواشی

(۱) اجمل میگزین دہلی فروری ۱۹۳۶ء ص ۴۷
(۲) ایضاً ص ۱۷
(۳) اعلیٰ حضرت بریلی ستمبر ۱۹۶۶ء/ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ ص ۲
(۴) گلزار نعت، مطبوعہ کانپور ۱۳۱۹ھ/ ص ۶۰
(۵) شمع انجمن بنعت برحق ۱۳۳۳ء مطبع نادری بریلی ص ۱۶



الثلاثاء : ٢٤ من جمادى الأولى ١٤٢٢ هـ - ١٤ أغسطس (أب) ٢٠٠١ - ٨ مسرى ١٧١٧

■ الطبعة الأولى ■ Al-Ahram 14 Aug. 2001



غذاء العقول

صفحة متخصصة بإشراف: ماجدة الجندي

فى مدح رسول الله

«صفوة المديح» فى مدح النبى وآل البيت والصحابة والأولياء أول ترجمة للغة العربية لكتاب «حدائق بخشش» باللغة الاردية لمولانا الشيخ محمد أحمد رضا القادرى رضى الله عنه.. ويعد هذا الكتاب الصادر عن دار الهداية فى ٤٦٥٠ صفحة».

تحفة من تحف التراث الاسلامى وهو لعلم من أعلام الاسلام فى القرن العشرين باجماع الاراء فهو صاحب مذهب وله مريدون فى أرجاء العالم الاسلامى، كما انه شاعر عظيم نظم الشعر فى اربع لغات وله المئات من الكتب وهو أشهر من نظموا المدائح النبوية فى اللغة الاردية الإسلامية. وكتابه هذا فى مدح الرسول «صلى الله عليه وسلم» هو اشهر كتاب فى باكستان وبنجلاديش والهند، وهو مترجم من الشعر الاردى إلى الشعر العربى الرصين وهى الترجمة الوحيدة له وزود بالشروح والتعليقات وهذا ما يلحقه بالتراث الاسلامى فى اللغة العربية ويجعله كتاب ادب وتاريخ ودين وشرحا لتيارات روحية إسلامية. ترجمه الشعر الاردى قام بها د.حازم محفوظ وصاغ الترجمة شعرا د.حسين مجيب المصرى وشكلا معا اضافة إلى التراث الإسلامى بلغته العربية.. والمديح فى هذا الكتاب تناوله الامام محمد احمد رضا القادرى بكيفية لا عهد للعربى بمثلها. والمؤلف قدم من قبل منظومته السلامية كما قدم على ترجمة معانى كتاب الله المبين إلى الأردية تحت عنوان «كنز الايمان» فى ترجمة القرآن» يعد أول ترجمة لمعانى القرآن الكريم إلى الاردية ومازال يطبع إلى اليوم بطبعات فاخرة، والأزهر الشريف فى مصر إعتمد هذه الترجمة وسمح بنشرها ويعد الامام محمد رضا القادرى اكبر وأشهر فقهاء ومجتهدى الفقه الحنفى فى باكستان وبنجلاديش والهند وموسوعته الفقهية تحت عنوان «العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية» التى تقع فى اثنى عشر مجلدا ويعاد طبعها ونشرها تباعا اكبر دليل على هذا. كما انه يعد الشاعر الاعظم والاشهر الذى مدح النبى صلى الله عليه وسلم فى لغته الاردية الاسلامية معاصريه فى باكستان وبنجلاديش والهند لقب «حسان العصر» أو شاعر الرسول صلى الله عليه وسلم.

«وحدائق بخشش» الكتاب المنظوم بالاردية والذى ترجم بالعربية باسم «صفوة المديح» يتألف من منظومات فى نهاية كل منظومة يذكر اسمه على انه اسمه الشعرى الذى يعرف بالتخلص أو المخلص وهو «رضا» ويتشكل الكتاب من ٢٨٤٢ بيتا مما يعكس طول نفس الشاعر، إلى جانب منظومات قصار، والمنظومات التى بين دفتى هذا الكتاب مثنويات وقصائد وغزليات ورباعيات ومايعرف بالفرد والقطعة ولذلك يكون قد نظم فى جميع أنماط الشعر الاردى،، كما انه يكثر من ذكر الطبيعة فى جمال زهرها وغناء بلبلها وتفتح براعمها وله ولع بذكر الرياض المخضوضرة والورود البسامة مما يضفى على كلامه سمة البلاغة.

أحمد مهدى

امام احمد رضا قدس سرہ کی مکتوب نگاری

فکر و فن کے آئینے میں

مولانا غلام غوث قادری*

ادب میں مکتوب نگاری ایک ایسا فن ہے جس کے توسط سے انسان کی چھپی ہوئی شخصیت اور اس کے ذہن کو پڑھا جاسکتا ہے۔ خصوصاً مشاہیر کے خطوط ایسی مکمل اور منظم دستاویز ہوتی ہے جن کو پڑھ کر صاحب تحریر کا مذاق، مزاج، رجحان، ذاتی شوخی، سنجیدگی، متانت، ظرافت، ثقافت، خوش مزاجی، شگفتہ طبعی، برہمی، غضبناکی کے علاوہ دوسرے احساسات وجذبات کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ کسی فرد کو دیکھے بغیر خط کی تحریر سے اس کی عادتوں، خصلتوں اور میلان طبع سے واقف ہوا جاسکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خط لکھنے والا بے تکلف ہوتا ہے۔ اس وقت اسے یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس کی یہ تحریر معرض تشہیر میں آنے والی ہے بلکہ اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ یہ نجی تحریریں جو اپنے کسی عزیز یا دوست کو لکھی جارہی ہیں وہ ان کے محافظ اور امین ہوں گے۔ لہٰذا خطوط میں تمام جذباتی مدوجزر پورے طور پر آشکار ہو جاتے ہیں بقول، پروفیسر رشید احمد صدیقی:

> ''خطوط کا معاملہ عشق ومحبت کا ہے۔ جس طور پر محبت ہو جاتی ہے، کی نہیں جاتی، اسی طور پر خط بھی لکھ جاتا ہے، لکھا نہیں جاتا۔ محبت کے دیوتا کی طرح خط کا دیوتا بھی اندھا ہوتا ہے'' (۱)

فاضل نقاد کی رائے میں خط لکھنے کا کوئی قاعدہ یا طریقہ نہیں ہوتا۔ جس طرح چاہے اس کی ابتداء کی جائے اور جہاں چاہیں اختتام۔ شرط یہ ہے کہ لکھنا آئے۔ خط اگر مختصر لکھنا چاہیں تو ایک لفظ میں بھی ہو سکتا ہے اور اگر پھیلانے پر آمادہ ہوں تو دفتر کے دفتر سیاہ کیئے جاسکتے ہیں۔ لیکن اچھے خط کی پہچان یہ ہے کہ نہ زیادہ مختصر ہو اور نہ ہی اتنی وسعت دی جائے کہ صفحات کے صفحات استعمال کیئے جارہے ہوں بلکہ میانہ روی اس کا حسن ہے۔ موضوع کا معاملہ ایسا ہے کہ یہ کسی مخصوص دائرے میں محدود نہیں لیکن گفتگو کی طرح اس میں بھی غیر ضروری باتیں نہیں ہوتیں اور نہ زیادہ پھیلاؤ کی گنجائش ہے۔ اردو کے صاحب طرز انشاء پرداز اور بلند پایا نقاد پروفیسر خورشید الاسلام نے خط لکھنے کو ایک ایسے فن سے تعبیر کی کیا ہے جس کے لئے صرف قلم اور کاغذ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ خط لکھنے کے لئے نہ کوئی ضابطہ ہے اور نہ کوئی اصول، نہ اس کا کوئی خاص مزاج ہے اور نہ ہی موضوع، کہتے ہیں:

> ''ذہن میں کوئی خیال ہو یا نہ ہو، خط لکھا جاسکتا ہے جس طرح بات چیت کے لئے کسی موضوع کا نہ ہونا، اس کے ہونے سے زیادہ دلچسپ ہوتا ہے۔ اسی طرح خط میں نہ اصول کی ضرورت ہے، نہ خیال کی اور نہ موضوع کی۔ زندگی اپنی

*(رکن، منسٹر فار اسلامک اینڈ لٹریری اسٹڈیز اینڈ ریسرچ) رسالدار نگر روڈ ورنڈا رانچی جھارکھنڈ، ہند

راہیں خود بنالیتی ہے۔ خط اپنی باتیں خود پیدا کرلیتا ہے۔ زندگی کا نہ آغاز نہ انجام بس ایک بہاؤ ہے۔ ایک روانی ہے، ایک اپج ہے، خط میں نہ ابتدا نہ انتہا، نہ وسط نہ تکمیل، نہ تشبیب نہ دعائیہ بس گریز ہی گریز ہے(۲)''

مذکورہ قول کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ خط لکھنے کے لئے کسی غور وفکر، تلاش وتجسس بنیادی چیز نہیں اور نہ ہی اس کے لئے سوچ بچار کی ضرورت پڑتی ہے شرط یہ ہے کہ مکتوب الیہم کی شخصیت اور حیثیت اور جواب طلب امور کی نوعیت کے مطابق اسی انداز وطریق سے خطوط لکھے جائیں جس ترکیب وروش سے بالمشافہ گفتگو ہوا کرتی ہے۔ جہاں تک خط کی زبان کا سوال ہے جس طرح کی زبان چاہیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ مشکل، سخت مقفیٰ، مسجع، عالمانہ یا سادہ رواں دواں، لیکن گفتگو کی زبان مقدم رکھنی چاہیے۔ کتابی یا مقالے کی زبان سے خط میں بے لطفی اور بے کیفی پیدا ہوجانے کا خطرہ ہوجاتا ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے بھی خط کے لئے عام فہم، سہل، سادہ زبان کے استعمال کی حمایت کی ہے، کہتے ہیں:

''ادب میں سینکڑوں دلکشیاں ہیں ۔ اس کی بے شمار راہیں اور انگنت گھائیں ہیں ۔لیکن خطوں میں جو جادو ہے (بشرطیکہ خط لکھنا آتا ہو) وہ اس کی کسی ادا میں نہیں۔ نظم ہو، ناول ہو، ڈرامہ ہو یا کوئی اور مضمون ہو۔ غرض ادب کی تمام اصناف میں صنعت گری کرنی پڑتی ہے اور صنعت گری کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے ۔ بناوٹ کی باتیں جلد پرانی اور بوسیدہ ہوجاتی ہیں ۔صرف سادگی ہی ایک ایسا حسن ہے جسے کسی حال اور کسی زمانہ میں زوال نہیں بشرطیکہ اس میں صداقت ہو،اور ہم میں سے کون ہے جس کے دل میں سچ کی چاہ نہیں''(۳)

مکاتیب کے معیار کا انحصار مکتوب نگار کی اپنی علمی لیاقت پر بھی منحصر کرتا ہے۔ خط کا مزاج مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے تعلقات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے ۔ بے تکلف دوستوں کے خطوط میں اپنائیت کی فضا اور سچائی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ان پر کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا۔ بہت سے خطوط ادب کے قلمرو میں داخل ہوکر ادب کا حصہ بن جاتے ہیں۔ ان میں ادبی چاشنی بھی ہوتی ہے، لطافت بھی، نزاکت بھی اور جیتی جاگتی زندگی کی جھلک بھی۔ ان میں سادگی بھی ہوتی ہے اور پرکاری بھی ۔ وہ انفرادی بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی بھی۔

خط لکھنے کی ابتداء سب سے پہلے کس خوش نصیب شخص نے کی اور وہ کون خوش قسمت انسان تھا جس کو پہلا خط ملا، یہ معاملہ اب تک تشنۂ تحقیق ہے۔ البتہ یہ کہا جاتا رہا ہے کہ خطوط نویسی کا آغاز اس زمانے سے ہوگیا ہوگا جب انسان نے رسم الخط کا ایجاد کیا اور لکھنا سیکھا۔ اب تک تحقیق کے مطابق باقاعدہ فن کی شکل میں مکتوب نگاری کی ابتداء سلطنتِ روم کے سائے میں ہوئی۔ اس سلسلے میں سسرو اور سینکا بزرگ (Seneca The Elder) کے مکتوبات قابل ذکر ہیں جن میں روم کی زندگی کی جھلکیاں اور اس کی معاشرت کی پرچھائیاں ملتی ہیں ۔ رومیوں کے مکاتیب کی زبان میں خطابت اور روزمرہ کی بول چال بین بین ہے۔ انگریزی زبان میں پندرہویں صدی میں مکتوب نگاری کا آغاز ہوا انگریزی زبان کی مکاتیب نگاری کی خصوصیات بے تکلفی، سادگی، شگفتہ بیانی

اور بزلہ سنجی ہے۔ یہاں بلاغت کی چاشنی کم اور زندگی کی چاشنی کافی دیکھنے کو ملتی ہے ۔ انگریزی ادب میں ڈاکٹر سموئیل جانسن (Dr.Samuel Johnson)، لارڈ چیسٹر فیلڈ (Lord Chester Field)، ولیم کوپر (William Copper)، چارلیس لیمب، کیٹس، شیلے، بائرن، براؤننگ اور جارج برناڈ شا وغیرہ کے مکتوب قابل ذکر اور ادب کے شہ پارے تسلیم کیئے جاتے ہیں۔ لاطینی زبان میں منظوم خط لکھنے کی روایت ہورلیس (Horace) نے قائم کی۔ فرانسیسی، ادب کے ادبی شہ پاروں میں نپولین ، والٹیر، وکٹر، ہیوگو اور گائی دی موپاساں کے خطوط کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام کی آمد سے قبل عرب میں خط لکھنا ایک پیشہ تھا اور اس پیشے سے تعلق رکھنے والے کو کاتب کہا جاتا تھا۔ اسلام کے ظہور ہونے پر اس فن نے کافی ترقی کی اور اس کی نگہداشت اور یادداشت کو کثرت اور وسعت عطا ہوئی ۔ مسلمانوں نے پہلے خود آنحضرت ﷺ کے خطوط کو محفوظ رکھا۔ کم از کم چار خطوط اب تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں خط لکھنے کے لئے کاتب مقرر کیے گئے ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ حضرت عمر نے پہلی بات ''دارالانشاء'' قائم کیا اور ان کے زمانے میں حضرت زید بن ثابت کے علاوہ عبداللہ بن ابی بن خلف رضی اللہ عنہما کاتب مقرر کئے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری مروان بن حکم کو سونپی تھی جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد میں حضرت عبداللہ بن ابی رافع اور حضرت سعید بن نجران رضی اللہ عنہما کو کاتب مقرر کیا گیا ۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد میں اس فن کو کافی عروج حاصل ہوا، دوسری صدی میں امام مالک علیہ الرحمۃ کا خط خلیفہ ہارون رشید کے نام اور امام ابولیث کا خط امام مالک علیہاالرحمہ کے نام خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ خطوط نگاری میں مہارت حاصل کرنے والوں کے لئے بہت سی کتابیں اور نمونے کے خطوط شائع کیئے گئے ان میں ابوبکر الخوارزمی کے رسائل مقامات ، بدیع الزمان الہمدانی اور ابومحمد القاسم الحریری کی مقاماتِ حریری تصنیف ہوئیں۔ علماء اور صوفیوں میں امام غزالی کے مکتوب سے پہلے کی کوئی چیز کا پتہ نہیں چلتا۔ خطوط نویسی کے آداب اور اس کی تاریخی ارتقاء پر عربی زبان میں ''صبح الاعشیٰ'' جیسی ضخیم تصنیف ابوالعباس شہاب الدین نقشبندی نے لکھی۔ اس کے علاوہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے ویلمیوں، سامانیوں، غزنویوں اور سلجوقیوں کی حکومت میں بھی اہل قلم ادیبوں کو اپنے خطوط اور مراسلت کے جمع کرنے کا ذوق پیدا ہوا۔ اس خیال کی تحریک دو وجہوں سے ہوئی ایک تو یہ کہ ان عجمی بادشاہوں کی زبان فارسی اور ان کی حکومت کی زبان عربی تھی۔ مامون رشید کے زمانے سے ہی فارسی زبان میں خط وکتابت کا سراغ ملتا ہے ۔ عجمیوں نے جہاں جہاں اپنی حکومتیں قائم کیں وہاں فطری طور پر خط وکتابت فارسی میں ہونے لگی ۔ ادھر ہلاکو خان کے ذریعہ دولت عباسیہ کے خاتمے کے بعد عربی زبان کا وقار بھی ختم ہو چکا تھا لہذا فارسی انشاء کو فروغ پانے کا موقع مل گیا۔ فارسی کے ادیبوں میں صابی، صاحب اور عماد کاتب سے لیکر ''مثل السائر'' کے مصنف ابن عبدالکریم تک بہت سارے ایسے انشاء پرداز گزرے ہیں جن کے خطوط اور مراسلے ادب کے بیش بہا سرمایہ تصور کیئے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے شاہی ادیبوں میں آئینۂ اکبری کے مصنف اور اکبر کے نورتن ابوالفضل کے خطوط کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ فارسی میں صوفیانہ مکتوبات میں ہندوستان کو اولیت کا درجہ حاصل

ہے۔ مذہبی اراخلاقی تعلیم فلسفہ وتصوف کے رموز ونکات کی تشریح و تعبیر کے لئے ہمارے صوفیاء نے مکاتیب نگاری کا سہارا لیا اور ان کے توسط سے مریدین ومعتقدین کی رشد ہدایت کی۔ ان میں مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات صدی، کے علاوہ سید اشرف جہانگیر سمنانی، سید محمد مکی (صحائف الاسلوک) شاہ ولی اللہ علیہم الرحمہ کے مکتوبات آج بھی کوثر وسلسبیل کے روحانی پیاسوں کی پیاس کو بجھاتے رہیں گے۔ ان صوفیاء کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندی، عبدالقدوس گنگوہی، رشید الدین فضل اللہ، مولانا عبدالرحمٰن جامی، منیر لاہوری علیہم الرحمہ وغیرہ کے مکاتیب پر مشتمل کتابوں کا ادبی مرتبہ آج بھی بہت بلند ہے اور تعلیمی اداروں میں داخلِ نصاب ہیں ۔ بادشاہوں میں اورنگ زیب عالمگیر کے ''رقعات'' اس چمن کے سدابہار پھول ہیں، علماء اور صوفیاء کے یہ خطوط اپنی روحانی برکتوں، علمی بحثوں اور مذہبی حقیقتوں کے سبب سے ہماری عقیدتمندیوں کا صحیفہ تصور کئے جاتے ہیں۔

اردو میں مکتوبات نگاری کا باقاعدہ آغاز مرزا اسد اللہ خاں غالب سے ہوتا ہے۔ اس سے پہلے اردو کے شعراء متقدمین کے مکاتب کا پتہ نہیں چلتا۔ مرزا غالب کے دو مجموعے ''عُود ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کی انشاء پردازی کو ادبی اہمیت حاصل ہوگئی۔ اپنے خطوط کے بارے میں خود مرزا غالب کا دعویٰ ہے:

''میں نے مراسلہ کو مکالمہ بنادیا ہے''

مرزا غالب کے بعد خطوط کو لکھنے اور انہیں محفوظ کرنے کا ایسا سلسلہ چلا کہ اس کی ادبی حیثیت مسلم ہوگئی۔ سرسید کے خطوط، مولانا حالی کے مکاتیب، خواجہ محسن الملک کے مکتوبات، امیر مینائی کی تحریریں، اکبر مرحوم کے عنایت نامے، مولانا شبلی کے مکاتیب کے علاوہ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے خطوط، سید سلمان ندوی، عبدالماجد دریا آبادی اور خواجہ حسن نظامی نے اپنے خطوط میں انشاپردازی کے کمالات دکھائے۔ نواب مرزا خان داغ دہلوی اور ان کے شاگرد علامہ اقبال، صاحب طرز انشاپرداز نیاز فتحپوری و مہدی افادی، مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی وغیرہ نے اپنے اپنے طور پر اسلوب کی توانائی اور انداز بیان کی شگفتگی کے علاوہ علمی و ادبی نکات کو بھی نہایت اعتماد اور سچائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط کے مجموعے خصوصاً ''غبار خاطر'' کی اشاعت نے علمی نثر کو ادبی رنگ وآہنگ عطا کیا جس سے بلاشبہ اردو کے مکتوباتی ادب کا وقار بڑھا ہے۔

دنیائے اسلام کی عظیم شخصیت ، دین کے مجدد، عشق رسالت کے گنج ہائے گرائے مایہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی شخصیت مستغنی عن التعارف ہے۔ آپ کے علمی و دینی کارناموں سے مسلمانوں میں جو ذہنی وفکری انقلاب پیدا ہوا وہ اظہر من الشمس ہے جس کی شہادت پوری صدی دے رہی ہے۔ آپ کو ہر علم میں انتہائی کمال حاصل تھا جس فن اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اپنی انفرادیت کا سکہ ثبت فرمادیا۔ علم قرآن، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ، تفسیر، ریاضی، ہندسہ، تصوف، سلوک تاریخ، لغت، ادب کے علاوہ مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل کیا ۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیے ہیں

میری گفتگو کا موضوع اس کثیر الجہت شخصیت کے صرف ایک کارنامہ یعنی اعلیٰ حضرت کی مکاتیب نگاری کا فکری وفنی تجزیہ ہے تاکہ فاضل بریلوی کے مکاتب کی افادیت و اہمیت کے تمام نکات اجاگر ہوسکیں۔ آپ کے خطوط میں بے شمار حقائق ومعارف اور مسائل دینیہ کے گوہر آبدار نمایاں ہیں۔ ان کے توسط سے

معاشرتی زندگی کے مسائل کے حل بھی تلاش کیئے جاسکتے ہیں تو دوسری طرف ان مکاتیب کے مطالعے کے بعد اسلامی احکام کی پیروی کا جذبہ دلوں میں امنڈنے لگتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے روزمرہ کے مشاغل، تعلیمی سرگرمی، دینی و ملی خدمات کے علاوہ اکابرین دین وملت سے ان کے تعلقات کا اندازہ بھی ان خطوں کے ذریعہ بخوبی ہوجاتا ہے۔ فاضل بریلوی کی مکتوب نگاری کی سب سے بڑی خصوصیت انشاء پردازی، کا کمال ہے۔ مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے اعلیٰ و معیاری خطوط نگاری کی ظاہری و معنوی خوبیوں سے ان کے مکاتیب آراستہ و پیراستہ ہیں اور عالمانہ شان کے مظہر آیئے ایسے مکاتیب کی نشاندہی کی جائے۔ حضرت مولانا شاہ محمد میاں مارہروی قدس سرہ سجادہ نشیں مارہرہ شریف نے فاضل بریلوی سے مکاتیب کے ذریعہ کثرت سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے نام ایک خط ہیں اعلیٰ حضرت نے چندہی فقہی مسائل کا جواب اس عالمانہ انداز سے دیا ہے کہ ایک خط کئی کتابوں پر بھاری ہے۔

"جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو نماز منفرداً نہ پڑھیں کہ جماعت واجب ہے۔ اسکی تقدیم، امامت کے لئے اسے آگے بڑھانا بکراہت تحریم، اور واجب و مکروہ تحریمی دونوں ایک مرتبہ میں ہیں، ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں اور ظہر اعادہ کریں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم ہے اسی طرح اگر اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہوتو پڑھیں اور اعادہ کریں الفتنۃ اکبر من القتل۔"

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

"سود لینا مطلقاً حرام ہے مسلم سے یا کافر سے، ہاں اگر ڈاک خانے میں یہ جمع کرے اور ڈاک خانہ اس پر جو کچھ زیادہ دے اسے سود کی نیت سے نہ لے بلکہ یوں کہ ایک برضائے غیر مسلم بلاعذر ملتا ہے، تو لے لینا جائز ہے اور فقرائے مسلمین پر اس کا صرف اولیٰ"

اعلیٰ حضرت کے خط کا اقتباس ہمارے اس خیال کو تقویت بخشتا ہے کہ خطوط کے ذریعہ آپ نے دین متین کی نہ صرف تبلیغ فرمائی بلکہ اسلامی علوم وفنون کو سہل انداز میں پیش کرنے کا ہنر عطا کیا۔ مذکورہ اقتباس میں اعلیٰ حضرت کے مزاج کی اعتدال پسندی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ فقہی مسائل کو توڑ مروڑ کر پیش نہیں کیا گیا بلکہ قوتِ استدلال کی خوبی موجود ہے۔ علمی مباحث میں مکتوب الیہ کے علمی استعداد کے بموجب زبان استعمال کی گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی وسیع المشربی، رواداری، محبت وشفقت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن جب اپنے قریب ترین معتقد، مرید یا کسی فرد کو اسلامی شعار کی خلاف ورزی کرتے دیکھتے ہیں تو بیباکانہ طور پر اس کا اظہار اس پیرائے میں مخاطب سے کرتے کہ وہ خود سرمشار ہوکر فعل کے ارتکاب سے توبہ کرتا ہے۔ اس کا اندازہ بھی فاضل بریلوی کے مکتوبات کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً اعلیٰ حضرت کا ایک مکتوب حضرت مولاناشاہ عبدالسلام جبل پوری کے نام ہے۔ اس خط میں مولوی سخاوت حسین صاحب سہسوانی کے صاحبزادے غلام قطب الدین جو مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے تلمیذ رشید تھے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"غلام قطب الدین صاحب جب کبھی یہاں تشریف لائے، فقیر کے ساتھ بہت خلوص سے

پیش آئے، سر پر بال بہت لمبے مثل نساء تھے۔
فقیر نے عرض کی یہ کہ یہ حرام ہے، اسی جلسے میں
کترواڈالے۔ ان کا برہم جاری لقب البتہ
ہندوانہ اور سخت معیوب ہے''
(ماخذ مکتوب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ)

محسوس کیا جاسکتا ہے کہ فاضل بریلوی کی تحریر سے غلام قطب الدین صاحب کے سلسلے میں کسی قسم کی استہزائی یا تضحیک کا پہلو نمایاں نہیں ہے۔ جذبہ اصلاحی ہے اور پھر مخاطب کو قائل بھی بالکل فقہی نکات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ خصوصاً یہ جملہ ''انکا برہم جاری لقب البتہ ہندوانہ اور سخت معیوب ہے'' میں بھی خلوص کی گہرائیاں موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی انشاء پردازی کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ ان کی تحریر میں کسی قسم کا اشتعال یا سخت گیری کا پہلو نہیں ہوتا۔ اشاروں میں بات کہہ جاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خطوط میں انشاء پردازی کے لحاظ سے کہیں کہیں مرزا غالب کا رنگ نمایاں ہے۔ پہلے مرزا غالب کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ کیجئے جو نواب انوار الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق کے نام ہے۔ ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

''حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب
دوست اور عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ
باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت
بجالاؤ، خدانے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہر
کارہ انوار الدولہ کا خط لایا''

مرزا غالب کے خطوط نگاری کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہم قوافی الفاظ کے استعمال کثرت سے کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے تحریر میں جاذبیت اور شرینیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر مذکورہ اقتباس میں فراہم ہوتے، باہم ہوتے آؤ/ بجالاؤ، دن دکھایا/ خط لایا۔ تحریر میں ایسے الفاظ کی صوتی آہنگ سے لطف، مسرت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت اعلیٰ حضرت کے مکاتب میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ مثلاً ان کے ایک خط کا اقتباس پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ خط حضرت مولانا شاہ عبدالسلام کے نام ہے:

''دعائے جناب و احباب سے غافل نہیں، اگر
چہ منہ دعا کے قابل نہیں۔ اپنے عفو و عافیت کے
لئے طالب دعا ہوں کہ سخت محتاج دعائے صلحاء
ہوں۔ اجل نزدیک اور عمل رکیک، وحسبنا اللہ و
نعم الوکیل''

صوتی آہنگ کے لئے قوافی کا التزام اعلیٰحضرت نے بھی کیا ہے جناب/ احباب، غافل نہیں/ قابل نہیں، طالب دعا ہوں / دعائے صلحاء ہوں، اجل نزدیک/ عمل رکیک، ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے نثر میں شاعری کی ہے۔ پڑھنے والا محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میرے خیال سے اعلیٰ حضرت کے اس اقتباس کا تقابلی مطالعہ مرزا غالب کے مذکورہ اقتباس سے کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت مرزا غالب پر برتری لے گئے ہیں۔ مرزا غالب کی تحریر میں ظرافت اور مردم پرستی کا عنصر نمایاں ہے جبکہ اعلیٰ حضرت کی تحریر میں خاکساری، انکساری، کے علاوہ بے ثباتی عالم کا درس بھی ہے جو ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔ اس طرح یہ کہنے میں ہمیں ذرا بھی تامل نہیں کہ اعلیٰحضرت کے مکاتیب میں علم و عرفان کی فضا دل کشی کے ساتھ ملتی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خطوط عام طور پر طویل نہیں ہوتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض کام کی باتوں کے اظہار کو ہی اہمیت دیتے ہیں۔ ادھر اُدھر کی باتوں میں نہیں الجھتے البتہ جو کچھ لکھتے ہیں نہایت اعتماد، استناد، اور صداقت کے ساتھ لکھتے ہیں۔

مولانا محمد ظفر الدین صاحب کو لکھے ایک مکتوب میں فاضل بریلوی نے جہاں ایک فقہی مسئلے کا جواب نہایت استناد کے ساتھ پیش کیا وہیں دوسرے حوالہ جات کے سلسلہ میں بھی معیاری اور معتبر کتابوں کو پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں یہ اقتباس:

''تاتار خانیہ سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ دُرَر میں بالواسطہ نقل فرمائی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کے اختصار ع م لکھنا کفر ہے، تخفیفِ شانِ نبوت ہے، اب بھی بانکی پور جانا ہو تو اس عبارت کو ضرور تلاش کیجئے۔ اگر آپ کو ملے تو بحوالۂ کتاب و باب و فصل مع نقل عبارت اطلاع دیجئے'' (مکتوب بنام مولوی ظفر الدین کا اقتباس)

اس اقتباس سے اعلیٰ حضرت کی فقہی معلومات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مسائل کے استنباط و استخراج کی بھرپور صلاحیت فاضل بریلوی میں تھی۔ اس چھوٹے سے اقتباس سے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ دونوں کی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ دونوں کے درمیان کہنے سننے کی فضا ہے۔ پوچھنے اور بتانے کا ماحول ہے۔ گفتگو عالمانہ ہے لیکن خشک نہیں۔ زبان سادہ اور عام فہم ہے۔

اعلیٰ حضرت کو دیارِ حبیب سے کس قدر عقیدت و محبت تھی اس کا اندازہ ان کے ایک مکتوب سے ہوتا ہے۔ وہاں پہنچنے کے لئے کس طرح بیتاب نظر آتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمام جائداد کا معاملہ نپٹا کر ہمیشہ کے لئے گنبدِ خضریٰ کے زیر سایہ بچی ہوئی زندگی گزار دی جائے لیکن وائے حسرت خانگی بٹوارہ مخل ہوا اور قم کے انتظام نہ ہونے کی وجہ سے خالی ہاتھ جانا طبیعت کو ناگوار گزرتا ہے۔ اپنے اس جذبات کے ترجمانی اپنی ایک خط بنام مولوی عرفان علی اس طرح کرتے ہیں:

''وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ بھی مرنے کو نہیں چاہتا۔ اپنی خواہش یہی کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔ بہر حال اپنا خیال ہے مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے۔ خریدار کو مجھ تک پہنچنے ہی نہ دیں گے۔ کوئی منقول شے نہیں کہ بازار بھیج کر نیلام کردی جائے اور خالی ہاتھ بھیک پر گزرنے کے لئے جانا شرعاً جائز نہ دل کو گوارا، دعا کیجئے کہ ہر کام کا انجام بخیر ہو۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۸/ ماہ مبارک ۳۲ھ

پوری تحریر شاہد ہے کہ اعلیٰ حضرت کے حیات مقدسہ کا ایک ایک لمحہ سرکار دو عالم کے عشق و محبت میں بسر ہوتا رہا۔ آپ کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے قلب عشقِ الٰہی و محبت رسول سے سرسبز و سرشار ہیں۔ آپ شریعت کے امام و مجدد ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت و معرفت کے بادشاہ بھی ہیں لہذا خالی ہاتھ جانا فاضل بریلوی کو گوارا نہ ہوا۔

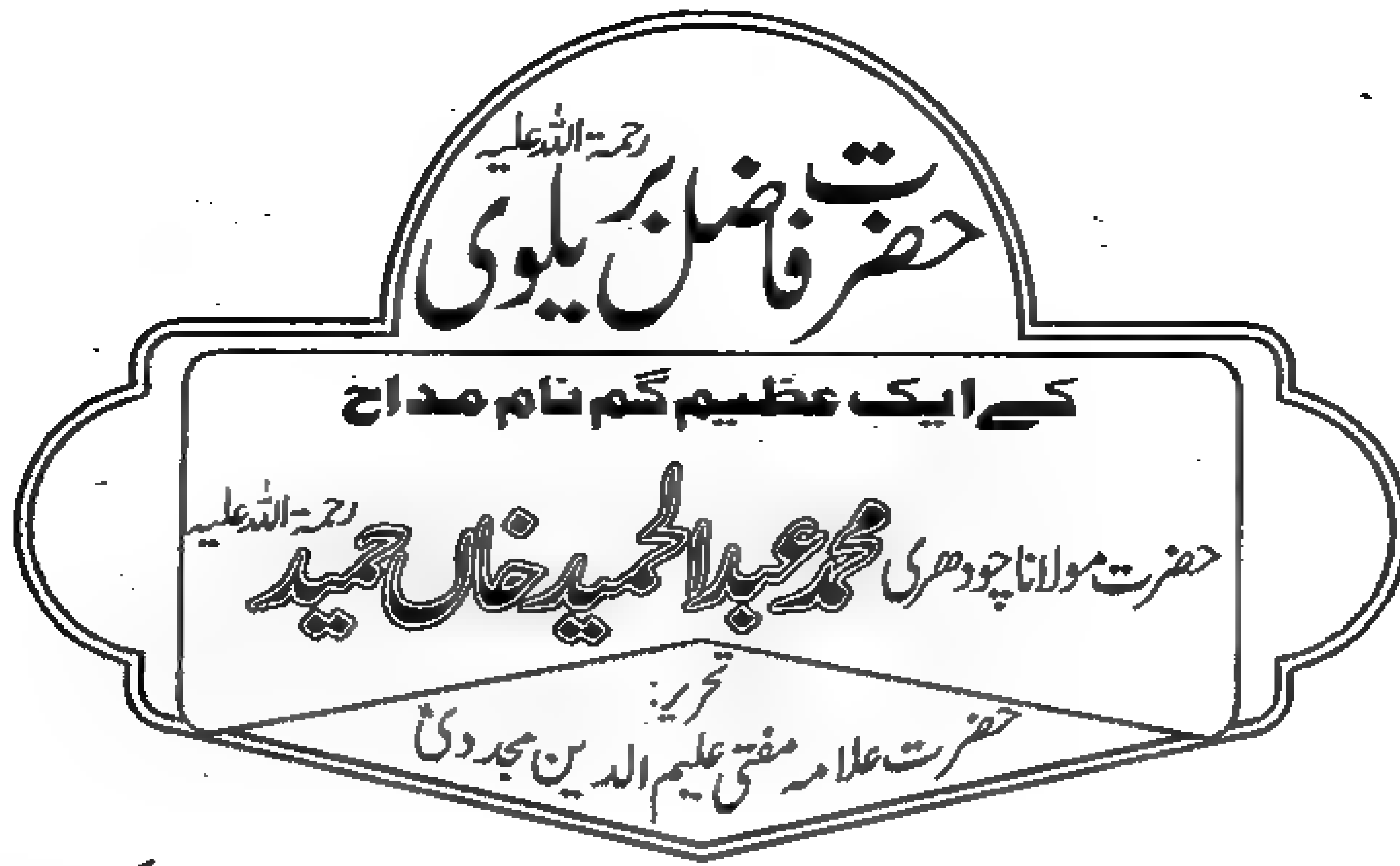
حوالہ جات

(۱) رشید احمد صدیقی، ''مکتوبات نیاز پر اظہار خیال'' مشمولہ رسالہ نگار لکھنؤ، جولائی ۱۹۴۰ء

(۲) پروفیسر خورشید الاسلام تنقیدیں ۸۷۵

(۳) مولوی عبدالحق ''ادبی تبصرے'' ص ۷۶

☆☆☆



امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اللہ رب العزت جل مجدہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھے۔ خالق کائنات نے مخلوق پر بے شمار احسانات فرمائے آپ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ایک انعام تھے۔ قسام ازل نے آپ کو حیرت انگیز قوت حافظہ، قوت استنباط و استخراج، قوت استدلال و اجتہاد اور قوت اظہار و بیان سے نوازا تھا، آپ نے ان خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر تقریباً نصف صدی تک گلشنِ اسلام کی آبیاری کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔

آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف ان کے اساتذہ نے فرمایا، قرب حق اور دربار نبوی میں ان کی باریابی کی عظمتوں کو ان کے شیخ طریقت، نے خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا:

''اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن پوچھا اے
آل رسول! میرے حضور کیا لے کر آئے ہو تو
میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا''

ان کی عظمتوں کے ڈنکے ان کی زندگی ہی میں عرب و عجم میں بجنے لگے تھے۔ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ کے اساطینِ علم و عرفان نے ایک سے ایک بڑھ کر آپ کے حق میں کلماتِ ثنا ادا فرمائے۔ بلکہ آپ کی علمی و روحانی رفعتوں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کی شاگردی اور ارادت کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھا۔ اس زمانہ میں یہاں برصغیر کے جید علمائے کرام حرمین شریفین کے علماء سے اپنی شاگردی کا تعلق قائم کر کے اپنی فضیلتوں کے باب میں اضافہ فرمایا کرتے تھے لیکن امام احمد رضا کو اللہ تعالیٰ نے وہ بلند مقام عطا فرما رکھا تھا کہ حرمین شریفین بلکہ عالم اسلام کے علمائے کرام آپ سے سند علم حاصل کرنا اپنے لئے باعث فخر و مباہات یقین فرمایا کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ جو ہستی علم و عرفان کی اتنی رفعتوں اور شہرت و ناموری کے اتنے اونچے مقام پر فائز ہو وہ لوگوں کی تعریف و توصیف اور تنقید و قدح سے بے نیاز ہوتی ہے وہ اپنی دنیا میں مگن رہ کر سکون و اطمینان کے ساتھ مسند تبلیغ و ارشاد سے قرطاس و قلم اور زبان و بیان کے ذریعہ خلق خدا کو مستفید کرتی رہتی ہے۔ امام احمد رضا خاں خود ارشاد فرماتے ہیں:

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوشِ ذمے

منم و کنج خمولے کہ نہ گنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

ایسی ہستیوں کی مدح و ثنا کرنے والے خود حیاتِ جاوید اور عمر دوام حاصل کر لیتے ہیں۔ اپنے ممدوحین کے ساتھ صدیوں

*(صدر مدرس مدرسہ سلطانیہ، کالا دیو، جہلم)

تک ان کا ذکر خیر باقی رہتا ہے۔ آئندہ سطور میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مداح کا ذکر خیر مقصود ہے۔ ماہ وسال کی طویل گردش نے ان کے کام اور نام پر نسیان کی گرد کی دبیز تہ جمادی تھی۔ لیکن ہیروں کی چمک دمک، آب وتاب، قدر وقیمت صدیوں تک سمندروں میں تہہ نشین رہنے یا زیر زمین دفن رہنے سے کم نہیں پڑتی۔

نام نیکورفتگان ضائع مکن
تا کہ ماند نام نیکت یادگار

چنانچہ درج ذیل سطور میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عظیم گم نام مداح حضرت مولانا چودھری محمد عبدالحمید خاں حمید رحمۃ اللہ علیہ رئیس ریاست سہاور کا مختصر ساز ذکر خیر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت مولانا چودھری محمد عبدالحمید خان حمید رحمۃ اللہ علیہ نے دنیاوی اعتبار سے بڑے ذی حشمت وشوکت اور کر وفر والے خاندان میں آنکھ کھولی۔ والد ماجد کا نام چودھری محمد نور اللہ خان تھا جو ریاست سہاور کے مالک تھے۔ یہ ریاست اب ہندوستان میں شامل ہے۔ علماء کے دستیاب تذکروں میں ان کے حالات راقم الحروف کی نظر سے نہ گذرے، تذکرہ نگاروں نے شاید انہیں ریاست کا نواب شمار کر کے علماء کی صف میں جگہ دینا مناسب خیال نہ کیا۔ لیکن ان کے علمی مرتبہ ومقام کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں علمائے دین کے زمرہ میں شامل کیا جائے۔ تذکرہ نویسوں کی اس بے توجہی کے باعث اب ان کے حالات کا واحد ماخذ ان کی اپنی فقہی تصنیف ہے جس کا نام "کنز الآخرت" معروف بہ "شریعت نامہ" ہے۔ یہ ایک طویل مثنوی ہے۔ نیز فتاویٰ رضویہ میں ان کی جانب سے تین سوالات ہیں جو فقہی مسائل میں ان کے تجسس کی گہرائی اور وسعت پر دال ہیں۔(۱)

ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے نوابی معاشرہ کے دستور کے مطابق انہوں نے اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں بڑے ناز ونعم میں پرورش پائی۔ فطری طور پر ذہین وفطین تھے۔ شاعری سے لگاؤ تھا والد ماجد نے دینی دنیوی ہر دو طرح کی تعلیم کا خاطر خواہ بندوبست کر رکھا تھا۔ اس کی بدولت ان کی ذہنی صلاحیتوں اور شاعری کے معیار میں خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ آپ کی دنیوی تعلیم کس حد تک تھی اس کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں ہے۔ لیکن اس میدان میں ان کی قابلیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک وقت آیا جب والد ماجد کی ریاست مقروض ہوگئی اور وہ کورٹ آف افورڈس کے زیر انتظام آگئی واگذاری کے مقدمہ کے سلسلہ میں والد ماجد نے ان کو ریاست کا مینجر اور مہتمم مقرر کیا چناں چہ وہ خود تحریر کرتے ہیں:

"اس کے تھوڑے زمانہ بعد یہ ریاست سہاور بعلت زیر باری قرضہ زیر اہتمام کورٹ افورڈس آئی اور حسب محکم حضرت والد ماجد قبلہ وکعبہ جناب چودھری صاحب مرحوم ومغفور مالک ریاست یہ ناچیز اس کا منیجر ومہتمم قرار دیا گیا اور یہ سلسلہ کورٹ کا ۳۱ / اگست ۱۹۰۹ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ تک برابر قائم رہا۔(۲)

ریاست سہاور اگر چہ آپ کی کوششوں سے واگزار ہوگئی لیکن والد ماجد کے ارشاد کے مطابق آپ بدستور ریاست کے اہتمام کے عہدہ پر فائز رہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"خدا خدا کر کے ۳۱ / اگست ۱۹۰۹ء کو ریاست سہاور قرضہ سے پاک ہو کر کورٹ افورڈس سے واگذاشت ہوئی اور سرکاری جوابدہی سے مجھ کو نجات ملی۔ اگر چہ

ریاست کے کام سے پھر بھی سبک دوشی نصیب نہیں ہوئی کیوں کہ چودھری صاحب مرحوم و مغفور نے سلسلۂ کام کا بدستور میرے ہی ذمہ و بمصداق ''قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند'' کے قائم رکھا(۲)۔

اس سے جہاں ان کی دنیوی تعلیم کا اندازہ ہوتا ہے وہیں ان معاملات میں ان کی سوجھ بوجھ، فہم و فراست اور معاشرتی تعلقات کا پتہ بھی چلتا ہے۔

دینی تعلیم کے سلسلہ میں آپ نے دستور کے مطابق ابتداء میں صرف اور نحو کے علوم حاصل کئے۔ ان دو علموں میں آپ کے اساتذہ کے نام کیا تھے آپ نے اس کا ذکر نہیں۔ صرف و نحو کی تکمیل کے بعد آپ نے شرح وقایہ اور مشکوۃ شریف پر حضرت مولانا حافظ امیر حسن ثانی سہسوانی انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ان ہی کی تحریک و تشویق کنز الآخرت کی تالیف کا باعث بنی جس کا مفصل حال آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں ۔

اور مرے استاد مولانا حسن
عالم و فاضل فقیہِ سہسَوَن
حافظ و قاریِ قرآنِ مجید
در فرائض نیز بے مثل وعدید
وہ بھی فرماتے تھے ناجائز اوسے
رحمۃ اللہ علیہ سپے بہ سپے(۴)

اس آخری شعر کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''یعنی جس طرح پر کردہ دونوں حضرات (مولوی خرمعلی بلہوری اور حضرت شاہ اہل اللہ) گولی کے مارے ہوئے شکار کو منع کرتے ہیں اس طرح پر میرے استاد مولانا مولوی حسن یعنی مولوی امیر حسن صاحب مرحوم ساکن سہسوان ضلع بدایوں، وہ بھی گولی کے شکار کو منع فرماتے تھے اور وہ اس بارے میں اساتذہ متاخرین کے قول کو پسند فرماتے تھے اور اپنے استاد مولانا مولوی تراب علی کا بھی یہ ہی مقولہ بتاتے تھے۔(۵)

اپنے استاد محترم کے تعارف میں وہ مزید وضاحت یوں کرتے ہیں:

''واضح ہو کہ قصبہ سہسوان میں مولوی امیر حسن دو عالم ایک وقت میں ہوئے ہیں ایک تو مولوی سید امیر حسن غیر مقلد جو کہ یک چشم تھے اور قاضی محلہ میں رہتے تھے اور دوسرے میرے استاد مولانا مولوی امیر حسن انصاری، یہ بزرگ مقلد تھے اور بہت بڑے فقیہ و نیز حافظ کلام اللہ شریف تھے اور کلام اللہ کے پڑھنے سے اون کو نہایت عشق تھا۔ طلباء کے درس سے جس وقت فارغ ہوتے تھے اوس کے بعد برابر کلام اللہ پڑھتے رہتے تھے اور اکثر روزانہ ایک ختم کرلیا کرتے تھے علاوہ ازیں فرائض کے بہت بڑے جاننے والے تھے اتنا بڑا فرائضی کوئی نہیں دیکھا گیا بڑے بڑے پیچیدہ مسائل فرائض کے بہت آسانی سے طے فرماتے تھے ذوالارحام کے اصناف سے خوب واقف تھے غرض کے فرائض میں اون کا درجہ اون کے دیگر علوم سے بالاتر تھا۔ قوم کے شیخ انصاری تھے اور ملاں ٹولہ کے رہنے والے تھے پس جہاں کہیں اس کتاب میں اون کا نام آیا ہے اوس سے یہی بزرگ آخر الذکر مراد ہیں اور اون کو امیر حسن ثانی بھی کہتے تھے رحمۃ اللہ علیہ مائۃ

الف الف مرۃ۔(۶)

مولانا محمد عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہیں حضرت شیخ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ان کے پیرو مرشد ان پر بے حد مشفق اور مہربان تھے۔طریقت میں اپنا برادر کہا کرتے تھے۔حضرت خواجہ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ اپنے نانا حضرت مولانا خواجہ عبدالرحمٰن شاہ جہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفیہ اور سجادہ نشین تھے اور وہ تیرھویں صدی کے مجدد کامل شہرۂ آفاق شیخ برحق حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے(۷)۔مولانا محمد عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد کا ذکر خیر یوں کرتے ہیں:

''واضح ہو کہ خواجہ عبدالغفور نقشبندی رضی اللہ عنہ نہایت درجہ پابند شریعت و متبع سنت و صاحب نسبت بزرگ تھے اور جن کی صدہا کرامتیں وخرق عادات ان آنکھوں سے دیکھی گئی ہیں یہ مؤلف ناچیز بھی انہیں کے دست مبارک پر بوسہ زن ہو کر کفش برداروں میں شامل ہوا ہے حالاں کہ خواجہ صاحب مرحوم ومغفور مجھ سے ہمیشہ یہی فرماتے تھے کہ تم تو ہمارے برادر طریقت ہو ورنہ تم مرید بڑے حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب قدس اللہ سرہ کے ہو اور وہ اس معنے میں ہیں کہ جب میری والدہ ماجدہ مرحومہ مغفورہ اول بیعت ہوئی ہیں تو اس وقت میں شکم مادر یں موجود تھا اور چوں کہ جنین اپنی ماں کے تابع شریعت میں قرار دیا گیا ہے لہذا خواجہ صاحب مرحوم باصرار یہ فرماتے تھے کہ تم درحقیقت باتباع اپنی والدہ کے بڑے حضرت سے بیع (بیعت) ہو چکے ہو اور ہم سے صرف تجدید بیعت تم نے کی ہے جب اس بارے میں مجھ کو کچھ شک ہوا کہ میں تو درحقیقت اِن حضرت سے مرید ہوا ہوں پھر یہ حضرت کیسے فرماتے ہیں کہ تم بڑے حضرت سے بیعت ہو چکے ہو اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ماں کے مرید ہونے کے وقت اس کے پیٹ کا بچہ بھی بیعت میں داخل ہو جاوے جب کہ وہ ایک مضغۂ گوشت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور حقیقت میں جنین جو شریعت میں اپنی ماں کے تابع رکھا گیا ہے وہ ماں کے اسلام قبول کرنے میں ہے نہ کہ بیعت میں جب یہ خدشہ گذرا تو واللہ باللہ ثم باللہ وکفی باللہ شہیدا کہ میں نے ایک روز شب کو خواب میں دیکھا کہ میں۔اپنے پلنگ پر بیٹھا ہوا ہوں اور میرے کمرے کے برآمدے میں سے خواجہ عبدالغفور صاحب قدس سرہ اور ایک بزرگ ان کے ساتھ آگے آگے آئے اور میری چارپائی کے سامنے مونڈھوں پر دونوں بیٹھ گئے ہیں اپنے حضرت کو دیکھ کر تعظیم بجالایا۔مجھ سے متبسم ہو کے فرمانے لگے کہ تمہارے پاس بڑے حضرت یعنی مولانا شاہ عبدالرحمٰن شاہ جہاں پوری تشریف لائے ہیں بہت خوش ہوا پھر خواجہ صاحب نے بڑے حضرت سے عرض کیا کہ آپ اس کو توجہ دے دیں چناں چہ حضرت ممدوح نے مجھ کو توجہ دی اور اس کا اثر اس وقت جو کچھ ہوا وہ زبانِ قلم سے نہیں نکل سکتا۔بیدار ہونے کے بعد میں سمجھا کہ یہ وہ بات ہے جو خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ تو بڑے حضرت کا مرید ہے''(۸)

اگر چہ مشہور ہے کہ معاصرت باہمی چپقلش اور منافرت کا باعث ہوتی ہے۔ بہت کم ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جو اس عیب سے خالی ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا چوہدری محمد عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہم عصر اور قریب العہد علمائے کرام کے علم وفضل کا برملا اعتراف کیا ہے۔ اس سے ان کی اخلاقی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتوں کا اعتراف یوں فرماتے ہیں:

''مولوی و مفتی لطف اللہ
قاضیِ شہر علیگڑھ دیں پناہ
فاضلِ نامی و یکتائے زمن
مفتی آن حیدر آبادِ دکن
اوستاوانِ جہاں را استاد
اہل دیں راہست بروے اعتماد(۹)

نثر میں ان کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

''مولانا مولوی لطف اللہ صاحب مدظلہ علی گڑھی جو کہ علی گڑھ کے خاص قاضی ہیں اور حیدرآباد میں ایک عرصہ تک مفتی رہے ہیں اور جو کہ بہت بڑے فقیہ کامل اور فاضل جید ہیں اور جن کی مثل اس میانِ دوآب میں دوسرا کوئی ایسا ہمہ دان نہیں ہے اور جو کہ استاد الاساتذہ کے نام سے مشہور ہیں اور جن کے صدہا شاگرد مثل مولوی محمد علی کانپوری و مولوی محمد عبدالغنی صاحب مٹو قائم گنجی کے بڑے بڑے فاضل موجود ہیں''(۱۰)

حضرت مولانا حمید رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ طریقت حضرت خواجہ عبدالغفور نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور جانشین مولانا خواجہ عبدالقادر خان رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ کے کرم سے ظاہری علوم اور باطنی معارف میں اسلاف کے نمونہ تھے۔ ان کی تعریف میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

لیک پیر و مرشدِ ہر شیخ و شاب
شاہ عبدالقادرِ عالی جناب
نقش پائے نقشبندان سلف
ہیں ابا عن جد خلف ابن خلف
یعنی صاحبزادۂ عالی حضور
خواجۂ دنیاو دیں عبدالغفور
وہ فقیہہ و عالم و فاضل بھی ہیں
اور طبیب حاذق و کامل بھی ہیں
ہیں محدث بھی بڑے با اقتدار
کہتے ہیں بندوق کا جائز شکار(۱۱)

کتاب کے حواشی میں ان کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں:

''مولانا مولوی عبدالقادر خان صاحب مدظلہ بہت بڑے فقیہ کامل و فاضلِ اجل ہیں اور نیز طبیب حاذق ہیں کہ حکیم محمود خان صاحب و حکیم عبدالمجید خاں صاحب دہلوی کے شاگرد ہیں۔ مولانا موصوف علاوہ فقیہ کامل ہونے کے محدث بھی بہت بڑے ہیں کہ جنہوں نے ایک عرصہ دراز تک مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں رہ کر محدثین حجاز سے صحاح ستہ کی سند حاصل فرمائی ہے اور نیز مولانا صاحب کو جزئیات کی تحقیق بلیغ حاصل ہے''(۱۲)

شیخ مولانا مفتی عبداللہ بھوپالی کے بارے میں مولانا حمید یوں تحریر فرماتے ہیں:

شیخ عبداللہ ذی علم و فہیم
مفتیِ بھوپال در عہد قدیم
عالم جید فقیہ معتمد
درحدیث و فقہ بودہ مستند(۱۳)

کنزالآخرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ممدوح حضرت مولانا چودھری محمد عبدالحمید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصر علمائے اعلام میں سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے بڑھ کر متاثر تھے۔ ان کی علمی گہرائی و گیرائی، فقہی بصرت، حدیث پر وسعت نظر، تمام علوم میں انفرادی مہارت اور یکتائے روزگار ہونے کے قائل تھے۔ وہ آپ کو مجتہد مقید کے منصب رفیع پر فائز سمجھتے تھے۔ راقم الحروف کی معلومات کے مطابق معاصر عربی علماء میں سے کسی اور نے آپ کے (امام احمد رضا کے) بارے میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ یہ اعتراف ان کی فراخ ظرفی پر دال ہے اور یہ خوبی خال خال خوش نصیب لوگوں کے حصہ میں آتی ہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے منظوم تاثرات ملاحظہ ہوں:

مولوی احمد رضا خانِ فقیہ
نیست مثلش دیگرے لاریب فیہ
پایۂ او در فقہ باشد بلند
ثانیِ بو یوسف است آن ارجمند
پیشوا و مقتدائے اہلِ دیں
وارثِ علمِ پیمبر در زمیں
واقف اسرارِ قرآن و حدیث
قامعِ بدعات و شرِّ ہر خبیث
آن محیِ سنتِ خیر الانام
اہل سنت و الجماعت را امام
فاضلِ کامل بریلی مسکنش
نیست جائز ایں شکار از گفتنش(۱۴)

اس کے حاشیہ میں یوں حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کوخراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

''مولانا مولوی صوفی احمد رضاخاں صاحب مدظلہ فاضل بریلوی جو کہ بہت بڑے فقیہ محدث و جامع جمیع علوم و یکتاء روزگار ہیں اور فقہ میں جن کا ثانی نہیں ہے اور جو فی زمانہ مجتہد مقید کا درجہ رکھتے ہیں اور فی الحقیقت جو کہ اہل سنت والجماعت کی کشتی کے ناخدا ہیں اور جو کہ دجالون وکذابونِ زمانہ کے لئے بمنزلہ مسیح کے ہیں وہ بھی اس (بندوق کی گولی کے) شکار کی ممانعت فرماتے ہیں'' (۱۵)

اسی مسئلہ (گولی کے شکار کی حلت وحرمت) کی بحث میں حضرت مولانا محمد عبدالحمید نے طرفین کے دلائل تفصیل سے ذکر کئے ہیں مانعین کی ایک دلیل ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

ذبح میں ہے شرط حدّت کی مدام
جو کہ کاٹے دھار کی تیزی سے چام
آپ کی گولی میں یہ حدّت کہاں
توڑتی ہے وہ تو اک قوت سے ہاں
توڑ میں اور کاٹ میں ہے فرق تام
ایک سمجھے جو، سمجھ ہے اس کی خام
دھار ہونا کاٹنے میں شرط ہے
بس اسی سے ہے زکوٰۃ اے نیک پے(۱۶)

ان اشعار کے حاشیہ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ کتب معتمد ائمہ فقہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ شرعی کے لئے آلہ کا دھاردار ہونا ضرور مشروط ہے اور اسی سے مالوں کی زکوٰۃ واقع ہوتی ہے اور گولی، گراب، چھرے میں یقیناً دھار نہیں پس مسئلہ ختم ہوا کہ بفضلہٖ تعالیٰ کتب معتمد سے جزئیہ نکل آیا وللہ الحمد، کذا قال مولانا مولوی مفتی حاجی احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی مدظلہ العالی۔ (۱۷)

ایک اور مقام پر امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فاضل بریلوی کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ (۱۸)

قریب العہد بزرگوں میں سے آپ نے اپنے دادا استاد مولانا تراب علی لکھنوی، مولوی خرم علی بلہوری، حضرت شاہ اہل اللہ برادر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور نواب قطب الدین خاں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ آپ نے تصریح فرمائی ہے کہ جہاں کہیں علمائے کرام میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہے وہاں استاد محترم مولانا امیر حسن سہسوانی انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت مولانا تراب علی رحمۃ اللہ علیہ کے معمول کو ترجیح دے کر مجھ سے مسائل نظم کرائے ہیں۔ مولانا تراب علی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات علما کے کے عام تذکروں میں دستیاب ہیں۔ اس لئے نزہت الخواطر، تذکرۂ علمائے ہند از مولانا رحمان علی، حدائق الحنفیہ از مولانا فقیر محمد جہلمی اور فقہائے پاک و ہند جلد اول از محمد اسحاق بھٹی میں ملاحظہ ہوں۔ آپ علمی خاندان کے صاحب علم و فضل شخصیت تھے۔ علوم دینیہ کے طلبہ کا مرجع اور صاحب تصنیف بزرگ تھے ان کی چالیس تصانیف کا ذکر تذکروں میں موجود ہے۔

مولوی خرم علی نے درمختار کا ترجمہ کیا حضرت شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کنزالدقائق کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور نواب قطب الدین خاں نے مشکوٰۃ شریف کی تشریح مظاہر حق کے نام سے تحریر کی۔ ان کتابوں کے حوالے بھی اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبدالحمید خاں رحمۃ اللہ علیہ کے والدین نے ان کی زندگی میں وصال پایا والدہ ماجدہ جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن شاہ جہانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھیں اور حضرت شاہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ وہ ۱۹ر ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ کو دار فانی سے کوچ کر کے آخرت کو سدھار گئیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ ان کے وصال کے وقت ان کے استاد حضرت مولانا امیر حسن سہسوانی ثانی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ اس کے بیس برس بعد ان کے والد جناب چودھری نور اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ر ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۳ر نومبر ۱۹۱۱ء ظہر کے وقت فوت ہوئے۔ "نَـوَّرَ اللّٰـهُ مَرْقَدَهٗ" ان کے وصال کا مادۂ تاریخی ہے۔ استاد محترم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اس سے قبل ہو چکا تھا۔ ان کے علاوہ ان کی اولاد، بھائیوں، بہنوں کی تفصیل دستیاب نہیں ہے اور نہ ہی دیگر اساتذہ یا تلامذہ کے بارے میں کچھ معلومات ہیں، لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

آپ کی باقیات صالحات میں صرف ایک کتاب "کنزالآخرت" کے بارے میں معلومات حاصل ہیں (۱۹) ممکن ہے کہ ان کی تصانیف اور بھی ہوں۔ یہ کتاب ایک طویل مثنوی ہے جس میں عقائد اور فقہی مسائل کے چند ابواب کو نظم کیا گیا ہے۔ عبادات کے علاوہ نکاح، عقیقہ، تجارت، زراعت، اجارہ، لباس،

ذبائح اور فرائض کا بیان ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت مولانا امیر حسن ثانی سہسوانی کی تجویز اور تشوق سے اس کام کا آغاز کیا۔ حضرت ناظم کے سامنے اگرچہ شرح وقایہ تھا لیکن استاد مکرم کی نگرانی اور دقت نظر سے اصلاح کے نتیجہ میں درمختار کنز الدقائق اور مولانا تراب علی رحمۃ اللہ علیہ کے مختار مسائل کا ایک متعدد بہا حصہ اس میں شامل ہوگیا۔ یہ سلسلہ ۱۲۹۹ھ سے شروع ہوا اور ۱۳۰۲ھ تک جاری رہا۔ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ میں اس کا پہلا ایڈیشن منشی عبدالعزیز خان کے اہتمام سے عزیزی پریس آگرہ میں ایک ہزار کی تعداد میں طبع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول عالم سے نوازا چناں چہ حضرتِ ناظم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اول مرتبہ رسالہ ہذا کی ایک ہزار جلدیں عزیزی پریس آگرہ میں طبع ہوئیں جب وہ شائع ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچیں اور اکثر ایڈیٹرانِ اخبار نے اس کا ریویو کیا تو اہل ملک نے اس کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا اور خاص و عام نے پسند کیا، اس کے بعد اطراف و جوانب سے اس قدر اس کی طلب ہوئی کہ مؤلف ان کی تعمیل سے قاصر رہا، وہ سب ایک ہزار جلدیں چار ماہ میں تقریباً سب تقسیم ہوگئیں اور طلب بدستور جاری رہی حتیٰ کہ ممالک غیر بغداد شریف اور برٹش امریکہ سے بھی اس کی فرمائشیں آئیں اور تا بامکان مولف نے ان کی تعمیل کی اکثر مدارس اسلامیہ کے مہتممین و مدرسین نے اس اس کی متعدد جلدیں منگوا کر اپنے مدارس کے فارسی اور اردو خوان طلبہ کے نصاب تعلیم میں اس کو شامل کیا۔ کتابوں کے تقسیم ہو جانے کے بعد سے اب تک اس قدر فرمائشیں جاری ہیں کہ جن کی شمار نہیں ہو سکتی بالآخر شائقین کی کثرت طلب اور ان کے خدا کے واسطوں سے مجبور ہو کر مؤلف ناچیز نے خدا پر بھروسہ کر کے کتاب مذکور کی طبع ثانی کا ارادہ کیا" (۲۰)

پہلے ایڈیشن کی اشاعت کے لئے مصنف کے والد چودھری محمد نور اللہ خانصاحب نے ایک ہزار کی خطیر رقم وقف کی۔ اس کے صفحات کی کل تعداد ۱۶۶ (تمہید کتاب =۲+ سرورق =۴+ اصل کتاب ۱۶۰ کل = ۱۶۶ صفحات) ہے۔ ہر صفحہ پر اندازاً بارہ اشعار ہیں۔ حواشی کثرت سے ہیں جن میں مسائل کی وضاحت وغیرہ امور مندرج ہیں۔ اگر کسی صفحہ پر حواشی پورے نہ آ سکے تو حواشی کے لئے صفحہ کے ساتھ مزید کاغذ کا اضافہ کیا گیا ہے مسائل کے استصواب کی غرض سے اس کی بہت سی جلدیں، اپنے زمانہ کے نامی گرامی علماء کی خدمت میں بھیجی گئیں۔

پہلے ایڈیشن کے دو سال بعد ۱۹۱۳ء میں دوسرا ایڈیشن کتاب کا منظر عام پر آیا اس میں کچھ ترامیم کی گئیں۔ بہت سے اشعار کا اضافہ کیا گیا۔ بہت سے ضروری جزئی مسائل بھی بڑھا دیئے گئے۔ مشکل الفاظ کو بالعموم خارج کر کے آسان الفاظ کو لایا گیا ہے اس کے صفحات کی تعداد ۱۷۶ ہے حواشی جو صفحات پر سما نہ سکے تھے ان کو ضمیمہ کی صورت میں کتاب کے آخر میں لاحق کر دیا گیا ہے ضمیمہ کے صفحات کی تعداد ۴۰ ہے۔ جناب صاحب زادہ محمد عبدالقدوس خاں صاحب متخلص بہ فرحت نے اس کی تاریخ طباعت یوں کہی ہے۔

دوبارہ ہوا طبع شریعت نامہ
ہے آرزو مقبول کرے رب مجید

ہر صفحہ میں دریا ہے معانی کارواں
ہر سطریں میں درّ مضامینِ پدید

مضمون کی لطافت سے ہے خود دل کو سرور
معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہے گلشن جاوید
لکھ سال سریمن سے تو اے فرحت
کیا فیض کا چشمہ ہے یہ تالیف حمید (۲۱)

۱۹۰۳ + ۱۰ = ۱۹۱۳ء

کتاب میں جا بجا عقائد و اعمال اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کی گئی ہے چند ایک مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

مسئلہ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ برصغیر کی ماضی قریب کی تاریخ میں انتہائی معرکۃ الآراء مسئلہ رہا ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اہل حق کی ترجمانی یوں کی ہے۔

کذب اس کا ممتنع بالذات ہے
قول امکان تہمت و بدیات ہے (۲۲)

اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو علم ماکان وما یکون عطا فرمایا، چناں چہ لکھتے ہیں۔

علم انکو وہ کیا حق نے عطا
مایکون ماکان جس کا جز ہوا

کردیا ہے ان پہ روشن لاکلام
ختم تک دنیا و مافیہا تمام

ہو الم نشرح سے جو سینہ کھلا
شرح ان کے علم کی ہو کب بھلا (۲۳)

اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم فداہ ابی وامی ﷺ کی شان رفیع کی تنقیص کرنے والوں کے خلاف یوں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

جو کریں تنقیص شان شاہ دیں
لعنۃ اللہ علیہم اجمعین

اولیائے کاملین کی نذر و نیاز کے بارے میں سواد اعظم کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

نذر کے قابل خدا ہی ہے مدام
عرض بھی سنتا ہے وہ ہی لاکلام
یہ جو ہے مشور نذرِ اولیاء
اور تمام امت میں رائج بے خطا
یاد رکھ اس بات کو اسے پاک دیں
یہ نذر عرفی ہے اور شرعی نہیں
تحفہ جو لے جائیں شاہوں کے حضور
نذر کہتے ہیں اسے بھی ذی شعور
نذرِ موتی نذرِ شرعی کب ہوئی
ہاں ثواب ان کو ہے نذر اللہ کی
فرقِ عرف وشرع سے غافل نہ ہو
مومنوں پر بدگماں عاقل نہ ہو
تو مبر ظنِ خطائے بدگماں
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ رابخواں
ظنِ بد سے بچ مدام آگاہ ہو
کہہ نہ مشرک اہلِ ''الا اللہ'' کو
امتِ احمد کو جو مشرک کہے
خود ہے وہ نزدیک شرک و کفر سے (۲۴)

اولیائے کاملین سے توسل کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اولیائے امتِ خیر الوریٰ
وہ وسائل ہیں ترے پیشِ خدا

ہے توسّل کی طلب قرآن میں
"وابتغوا" آیا ہے اس کی شان میں
ہو وسیلہ سے دعا جلدی قبول
کر وسیلہ مصطفیٰ کا اے فحول
ہے یہی قول شہ عبدالعزیز
دیکھو تفسیر عزیزی اے عزیز
ہاں ضرور اس بات کا رکھ امتیاز
بندہ بندہ ہے خدا ہے کار ساز(۲۵)

مزید تفصیلات کے لئے کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔
محققین کو جابجا ایسی فقہی تحقیقات ملیں گی جو حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے حوالہ ذکر کئے بغیر آپ سے خوشہ چینی کی ہے۔ اگر چہ چند مقامات پر ان کی تحقیقات مختلف ہیں لیکن یہ صرف فروعی مسائل ہیں۔

حوالاجات

(۱) (الف) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، فتاویٰ رضویہ، ج-۱ص-۵۹۶، سنی دارالاشاعت، فیصل آباد
(ب) فتاویٰ رضویہ، ج-۲، ص-۳۶۷، سنی دارالاشاعت، فیصل آباد۔
(ج) فتاویٰ رضویہ، ج-۱۰، حصہ دوم، ص-۱۵۳، مکتبہ رضا، ایوان عرفان رضا، ضلع پیلی بھیت

(۲) (الف) مال وزر کی ہوس اور ملک گیری کی خواہش انگریزوں کو ہندوستان میں لائی۔ ۱۸۵۷ء میں تخت دہلی پر ان کا قبضہ مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد انہوں نے مزید علاقوں کو زیر نگیں کرنے کے لئے آزاد ریاستوں پر دست درازی شروع کردی۔ ان پر ناروا ناقابل برداشت ٹیکس عائد کردیتے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب یہ ٹیکس کی رقم بصورت قرضہ والیان ریاست کی استطاعت سے بڑھ جاتی تو انگریزی حکومت متعلقہ والی ریاست کو معزول کر کے ریاست کو بحق سرکار ضبط کرلیتی اس طریقہ سے بہت سی ریاستیں آہستہ آہستہ انگریزی حکومت میں ضم ہوتی گئیں۔ بعد میں ریاستی حکمرانوں کی بے چینی کے باعث حکومت نے اس پالیسی کو تبدیل کردیا۔ شاید سہاور کی ریاست کو بھی اسی طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ تفصیلات کے لئے ہندوستان کی برطانوی عہد کی تاریخ کو ملاحظہ فرمائیں
(ب) دیباچہ کنزالآخرت، ص-ب، طبع اول
(ج) دیباچہ کنزالآخرت، ص-۲، طبع ثانی

(۳) (الف) دیباچہ کنزالآخرت، ص ب، طبع اول
(ب) دیباچہ کنزالآخرت، ص-۲، طبع ثانی

(۴) (الف) کنزالآخرت، ص ۱۳۲/ طباعت اولیٰ
(ب) کنزالآخرت، ص ۱۴۵-۱۴۶/ طباعت ثانیہ

(۵) (الف) کنزالآخرت، ص-۱۳۲/ حاشیہ ۵، طباعت اولیٰ
(ب) ضمیمہ کنزالآخرت، ص ۲۴/ حاشیہ ۹، طباعت ثانیہ

(۶) (الف) حاشیہ کنزالآخرت، ص ۱۳۲ طبع اول
(ب) ضمیمہ کنزالآخرت، مشتمل بر حواشی، ص ۲۴ طبع ثانی

نوٹ: حضرت مولانا امیر حسن انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات دستیاب تذکروں میں راقم الحروف کی نظروں سے نہیں گزرے

(۷) (الف) حاشیہ کنزالآخرت، ص-۱۳۳، طبع اول
(ب) حاشیہ کنزالآخرت، ص-۱۴۶، طبع دوم

(۸) (الف) حاشیہ کنزالآخرت، ص-۱۳۳، طبع اول
(ب) حاشیہ کنزالآخرت، ص ۱۴۶/ وضمیمہ کنزالآخرت، ص ۲۵ طبع دوم

(۹) (الف) کنزالآخرت، ص-۱۳۲، طبع اول
(ب) کنزالآخرت، ص-۱۴۶، طبع ثانی

(۱۰) (الف) کنزالآخرت، ص-۱۳۳، طبع اول
(ب) کنزالآخرت، ص-۱۴۶-۱۴۷، طبع ثانی

(۱۱) (الف) کنزالآخرت، ص-۱۳۳، طبع اول

(ب) کنزالآخرت، ص-۱۴۶-۱۴۷، طبع ثانی

(۱۲) (الف حاشیہ کنزالآخرت، ص ۱۳۳، طبع اول

(ب) حاشیہ کنزالآخرت، ص ۱۴۷، طبع ثانی

(۱۳) (الف) کنزالآخرت، ص-۱۳۴، طبع اول

(ب) کنزالآخرت، ص-۱۴۷، طبع ثانی

(۱۴) (الف) حاشیہ کنزالآخرت، ص-۱۳۳، طبع اول

(ب) حاشیہ کنزالآخرت، ص-۱۴۶، طبع ثانی

(۱۵) حاشیہ کنزالآخرت، ص-۱۳۳، طبع اول/ حاشیہ کنزالآخرت، ص ۱۴۶، طبع ثانی

(۱۶) کنزالآخرت، ص ۱۴۹، طبع ثانی

نوٹ: طبع اول میں یہ اشعار نہیں ہیں۔

(۱۷) ضمیمہ کنزالآخرت، ص-۳۸، طبع ثانی

نوٹ: طبع اول میں یہ ضمیمہ نہیں ہے بلکہ حواشی ہر صفحہ کے ساتھ الگ اوراق کی صورت میں موجود ہیں۔

(۱۸) ملاحظہ ہو حاشیہ کنزالآخرت، ص-۱۳۶، طبع اول

(ب) ملاحظہ ہو حاشیہ کنزالآخرت، ص-۱۵۰، طبع دوم

(۱۹) کتاب کا یہ نام تاریخی مادہ پر مشتمل ہے، یہ نام مصنف علیہ الرحمۃ کے استاد حضرت مولانا امیر حسن ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تجویز کردہ ہے۔ دونوں طباعتوں میں یہ کنزالآخرۃ (آخر میں گول تاء کے ساتھ چھپا ہوا ہے لیکن اس طرح سے ۱۳۰۹ھ کا عدد پورا نہیں ہوتا اگر تاء لمبا کر کے (ت) لکھا جائے تو پھر عدد پورا ہو جاتا ہے اس لئے راقم نے اسی انداز میں لکھا ہے۔ دوسرا نام شریعت نامہ ہے جو خود مصنف کا تجویز کردہ ہے اور یہ تاریخی نہیں ہے۔

(۲۰) کنزالآخرت، ص-۱۷۵، طبع ثانی

(۲۱) کنزالآخرت، ص-۱۷۵، طبع ثانی

(۲۲) کنزالآخرت، ص-۶، طبع ثانی

(۲۳) کنزالآخرت، ص-۸، طبع ثانی

(۲۴) کنزالآخرت، ص-۹۲-۹۳، طبع ثانی

(۲۵) کنزالآخرت، ص-۹۳، طبع ثانی

☆☆☆

يصدر هذا الكتاب لإحياء الذكرى الحادية والثمانين

للإمام أحمد رضا خان

(الكتاب التذكاري الثاني)

أحمد رضا خان

في الصحافة المصرية

إعداد وتقديم

نبيلة إسحاق

ماجستير في العلوم الإسلامية

جامعة بنجاب - باكستان

دار الاتحاد التعاوني

ت: ٢٩٥٦٨١٠

الطبعة الأولى

القاهرة

از مشاہیر دارالعلوم منظر اسلام بریلی/انڈیا

مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری المدنی (علیہ الرحمۃ)

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری*

مبلغ اسلام فقیہ اعظم مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری میرٹھی المتوفی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء حضرت فقیہ اعظم مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری میرٹھی ابن حضرت مولانا محمد عبدالحکیم المیرٹھی رحمہم اللہ، ۱۵ر رمضان المبارک، ۳ر اپریل (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) کو میرٹھ (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عظیم المرتبت والد ماجد، موصوف درویش صفت عالم دین اور بلند پایہ شاعر و ادیب بھی تھے اور جوش تخلص کرتے تھے۔ مبلغ اسلام نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآن پاک پڑھ لیا، اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی بعد ازاں جامعہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں درس نظامی کی سند حاصل کی۔

چونکہ آپ کو شروع سے تبلیغ اسلام کا شوق تھا اس لئے علوم جدیدہ حاصل کرنے کے لئے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا اور پھر ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا، ۱۹۱۷ء میں بی۔اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا، کالج کی چھٹیوں کے دنوں کے علاوہ آپ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا امام احمد رضا بریلوی (قدس سرہ) کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہو کر کئی سال تک اکتساب فیض علم کرتے رہے تھے۔

میرٹھ کالج میں تعلیم کے دوران میں آپ کو ''آل برما ایجوکیشنل کانفرنس'' کا صدر منتخب کیا گیا اس کانفرنس میں آپ نے خطبہ دیا وہ برما اور سیلون میں مقبول عام ہوا اور برما کے احباب سے دینی نشر و اشاعت پر آپ کی جو گفتگو ہوئی وہ مستقبل کے تبلیغی مشن کے لئے بنیاد ثابت ہوئی پھر ۱۳۳۲ھ میں آپ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی المحمدی السنتی الحنفی القادری البرکاتی الاحمدی البریلوی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور بعدہٗ اسی سن میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے آپ کو جمیع طرق اصفیاء و حدیث و فقہ کے اسناد اپنے دست مبارکہ سے تحریر کر کے عطا فرمائے الحمدللہ علی ذالک۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی نے مولانا محمد عبدالعلیم الصدیقی کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے فراغت کے بعد صحاح ستہ کی جو سند اپنے دست مبارکہ سے تحریر کر کے عطا فرمائی تھی اس کا عکس راقم الحروف کو علامہ صدیقی کی صاحبزادی عالمی مبلغہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی صاحبہ کے توسط سے حاصل ہوئی ہے۔

(سندِ مبارک اس بحث کے آخری صفحہ ملاحظہ فرمائیے)

اسی طرح حضرت مبلغ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری الرضوی میرٹھی المدنی کو حضرت علامہ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج الحنفی، قاضی القضاۃ مفتی الاقصاء العربیۃ ورئیس العلماء الحدیث بمکۃ المکرمہ اور علماء فرنگی محل لکھنؤ سے بھی حدیث و فقہ اور طریقت اصفیاء میں خلافت عامہ حاصل تھی اور مولانا محمد عبدالعلیم الصدیقی نے اعلیٰ حضرت کے ایماء و ارشاد پر

* (صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی)

اپنی زندگی خدمتِ دین و اسلام کے لئے وقف کردی تھی انہوں اپنے نجی خرچ پر پیغام اسلام دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکر اسلام تھے۔ جب آپ اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان کرتے تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا اور بڑے بڑے سائنسدان، فلاسفہ اور دہریے قسم کے لوگ آپ کے دست اقدس پر حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے۔ آپ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں اس روانی سے تقریر کرتے تھے کہ خود اہل لسان ورطۂ حیرت میں رہ جاتے۔ آپ نے پوری قوت اور بے باکی سے دین فطرت اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا جس کے نتیجے میں ۸۰ ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۹۵۱ء میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا جس میں قابل ذکر ممالک انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈغاسکر، سعودی عرب، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملائشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور سیلون تھے، پھر کئی بار برما، سیلون، ملائیشیا، انیڈونیشیا، تھائی لینڈ، انڈوچائنا، چین، جاپان، ماریشس، جنوبی و مشرقی افریقہ کی نوآبادیات، سعودی عرب، عراق، فلسطین، شام اور مصر کے تبلیغی دورے کیے اور تمام مذاہب کے لوگوں کی دعوت اسلام دی اور ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر شائع کیا۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے بورنیو کی شہزادی (Her Highness Princess Gladys Plamer Khalrunniss of sarawark staatedorneo)، ماریشس جنوبی افریقہ کے فرانسی گورنر مردات (Gerernor Merwat Tifefench statesman) اور ٹرینی ڈاڈ کی ایک خاتون وزیر (Hurifl Konawa Fatima) مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح مراکش کے غازی عبدالکریم، فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین کے سربراہ حسن البناء، سیلون کے آنریبل جسٹس مایم مروانی، کولمبو کے جسٹس ایم ٹیاکبر، سنگاپور کے ایس این دت اور مشہور انگریز ڈرامہ نویس اور فلسفی جارج برناڈشاہ آپ کی علمی و روحانی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو ممباسا (جنوبی افریقہ) میں جارج برناڈشا سے آپ کی ملاقات ہوئی آپ نے برناڈشا کے مختلف سوالات کے جوابات اس انداز سے دیئے کے دنیا کا عظیم فلاسفر آپ کے سامنے طفل مکتب نظر آنے لگا۔ آپ نے اسلام اور عیسائیت کے اصولوں کو تقابلی جائزہ تاریخ اور فلسفہ کی کی روشنی میں اس طرح بیان کیا کہ برناڈشا کو اسلام کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس گفتگو کا اردو ترجمہ ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت، کراچی شمارہ محرم صفر ۱۳۹۳ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا صدیقی (رحمۃ اللہ تعالٰی) نے تعلیمات اسلامیہ کو عام کرنے کیلئے ہر پہلو پر توجہ دی، متعدد مساجد تعمیر کرائیں جن میں سے حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور، اور مسجد ناگریا جاپان زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ عربیون یونیورسٹی ملایا، پاکستان نیوز مسلم ڈائجسٹ، ٹرینی ڈاڈ مسلم اینول (جنوبی افریقہ) کی بنیاد آپ ہی نے قائم کی۔ ۱۹۴۹ء میں سنگاپور میں "تنظیم بین المذاہب" کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد ڈالی اور تمام دنیا کے عیسائی یہودی، بدھ مذاہب کے پیشواؤں کو ایک

پلیٹ فارم پر جمع کر کے لادینیت کا قلعہ قمع کرنے کی اپیل کی، تمام مذاہب کے رہنماؤں کی اس مشترکہ کانفرنس میں آپ کو (His Exalted Eminence) کا خطاب دیا گیا نیز مصر میں آپ نے تنظیم بین المذاہب الاسلامی کے نام سے مختلف مکاتب فکر کی ایک تنظیم قائم کی۔

۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں آپ سربراہ رابطۂ اسلامیہ ہند کے رئیسِ وفد کی حیثیت سے سعودی عرب تشریف لے گئے اور سعودی حکومت کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ اور حجاج کے لئے سہولتیں فراہم کرنے کے لئے دنیا بھر سے آئے ہوئے جملہ علماء، حکومت سعودیہ کے عمائدین اور عبدالعزیز بن سعود سے مذاکرات کئے۔ ان مذاکرات کا خاصہ اثر ہوا۔ ان مذاکرات کی تفصیل ''البیان'' عربی اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ جس کے آغاز میں اخوان المسلمین (مصر) کے بانی (حسن البناء) نے ابتدائیہ لکھا تھا اور حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی قدس سرہ کی مساعی جمیلہ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''کما کان من فضل اللہ و توفیقه ان التقینا منذ عامین فی الارض المقدسة وعندالبیت العتیق بصاحب الداعیته الاسلامی الشیخ محمد عبدالعلیم الصدیقی - ونحن نسأل اللّٰه تبارك وتعالیٰ ان یجزی الاستاذ المفضال الشیخ محمد عبدالعلیم الصدیقی عن المسلمین عامة خیرجزاء''

ترجمہ:

''اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو سال ہوئے ہماری ملاقات ارضِ مقدس میں بیت اللہ شریف کے پاس صاحبِ فضیلت مبلغِ اسلام الشیخ محمد عبدالعلیم صدیقی سے ہوئی (کچھ عبارت کے بعد) ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صاحب فضیلت استاد شیخ محمد عبدالعلیم صدیقی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، آپ کے مذاکرات کے بارے میں مصری اخبارات میں اداریئے لکھے گئے اور مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی کو علماء مصر نے اپنے خطابات میں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا''

مولانا عبدالعلیم الصدیقی نے اپنے خطاب میں پاکستان کی اہمیت کو واضح کیا اور دیگر عرب لیڈروں کو تحریک پاکستان سے پوری طرح روشناس کرایا۔ آپ برصغیر کے پہلے عالم دین اور مبلغ اسلام ہیں کہ مسلمانوں کے مسائل عالم عرب میں متعارف کرانے میں پیش پیش رہے اور مصر کے مبلغ اسلام مولانا حسن البناء جو اس وقت اخوان کے سربراہ تھے ان سے تعلق قائم کیا اور دنیا کے مسلمانوں کے مسائل سے انہیں آگاہ کیا۔ حسن البناء نے بھی مولانا عبدالعلیم کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ پاکستان کے مسائل کے علاوہ اگر یہ کہا جائے کہ عالم عرب اور مسلمانانِ عالم کے درمیان سیاسی، اقتصادی اور ایمانی امور و رابطہ کے فروغ اور ترقی میں مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی میرٹھی سرفہرست نظر آتے ہیں تو ان کار نہیں کیا جاسکتا واضح رہے کہ پاک و ہند کی جماعت اسلامی کے سربراہ شیخ مودودی نے اپنے بیانات اور مقالات کو اردو سے عربی ترجمہ کرا کر ۱۹۶۰ء کے بعد ہی عربوں بالخصوص اخوان المسلمین سے رابطہ قائم کیا تھا اور حضرت مولانا محمد عبدالعلیم الصدیقی

المیرٹھی (خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی) کے قائم کردہ قدیمی رابطہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ (واضح رہے کہ اخوان المسلمون مصر کے سربراہ بنیادی طور پر سلاسل اصفیاء بالخصوص سلسلہ شاذلیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ البتہ بعد میں کچھ ایسے لوگ اس تحریک میں شامل ہو گئے جو سلفیت کے دعویدار تھے لیکن اخوانی تحریک پر غالب نہیں آسکے اور بعد کے لوگوں بالخصوص کرنل جمال عبدالناصر کے وزراؤ غیرہ نے انہیں بھی وہابی مشہور کردیا) (نوری غفرلہ)

اس طرح ۱۹۴۶ء میں آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس میں شرکت فرمائی اور علی الاعلان تحریک پاکستان کی حمایت فرمائی۔ ۱۹۲۵ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی تاسیس کے وقت بھی آپ چار روز تک تقریب میں موجود تھے آپ ۱۹۴۷ء میں ہی ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے تھے اور قائداعظم کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے عالمی دورے سے واپسی پر کراچی میں پاکستان کے مشائخ کی ایک نمائندہ عظیم کانفرنس منعقد کی، جس میں سندھ، پنجاب اور مشرقی پاکستان کے اکابر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں ہی پاکستان کے لئے آئینِ اسلامی کے جامع دستور کا ایک مسودہ تیار کرلیا گیا تھا علماء نے اس پر تائیدی نوٹ لکھے اور حضرت مولانا صدیقی کی سرکردگی میں قائد اعظم کی خدمت میں یہ مسودۂ آئین پیش کیا گیا۔ حضرت مولانا محمد عبدالعلیم الصدیقی کے اس مسودہ آئین کا قلمی نسخہ راقم الحروف کو ان کی ذاتی فائلوں سے دستیاب ہوگیا ہے۔ اس مسودہ کے بعض اقتباسات پر قائداعظم نے مشائخ کرام کے ساتھ تین گھنٹہ تک مسودۂ آئین کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی اور حضرت مولانا نے انہیں اس خوش اسلوبی سے مطمئن کردیا تھا کہ قائد اعظم نے انہیں یقین دلایا کہ ان شاء اللہ آئندہ قومی اسمبلی سے منظور کرا کے بہت جلد یہ آئین پاکستان میں نافذ کردیا جائے گا۔ افسوس کے قائداعظم محمد علی جناح علماء کرام سے کیا ہوا وعدہ ایفاء نہ کرسکے۔ اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے تصنیف و تالیف کا ایک یادگار ذخیرہ چھوڑا لیکن افسوس کہ ان میں سے بہت سی تصانیف ابھی تک زیورطبع سے آراستہ نہ ہوسکیں اور جو طبع ہوئیں انکا شایانِ شان اہتمام بھی نہ کیا گیا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱-ذکرِ حبیب
۲-کتابِ تصوف
۳-بہارِ شباب (نوجوانوں کی اصلاح کیلئے بہترین کتاب)
۴-احکامِ رمضان۔
(یہ تصانیف اردو میں ہیں)
۵-اسلام کی ابتدائی تعلیمات
۶-اسلام اور اشتراکیت
۷-مسائلِ انسانی کا حل
۸-اسلام میں عورت کے حقوق
۹-مکالمۂ جارج برنارڈ شا
۱۰-مرزائی حقیقت کا اظہار
(یہ انگریزی میں ہیں)

بالآخر چالیس سال تک دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے کر ۲۳ رذوالحجہ، ۱۲ راگست (۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء) کو مدینہ منورہ میں آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اور تعلیماتِ اسلامیہ کی تبلیغ و اشاعت کے انعام کے طور پر آپ کو جنت البقیع مدینۂ منورہ میں جگہ ملی اور اس طرح اس نابغۂ روزگار ہستی کے وصال سے تاریخ اسلام کا ایک روشن ورق الٹ گیا۔

☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله احمد من لا احد له، سند من لا سند له وافضل الصلاة واكمل
السلام على سيد الانام منتهى سلاسل الانبياء العظام وعلى آله وصحبه
رواة علمه ووعاة ادبه وبعد فقد سألني العالم الفهيم المولوي
محمد عبد العليم الصديقي الميرتهي بن المولوي الحاج عبد الحكيم الصديقي
القادري اجازة بمروياتي عن مشايخي الكرام وساداتي العظام من احاديث
النبي الكريم عليه وعلى آله وصحبه افضل الصلاة والتسليم كالصحاح الستة و
موطا الامام مالك وموطا الامام محمد ومسند الامام احمد وسنن الدارمي و
شرح معاني الآثار للامام الطحاوي ومشكوة المصابيح والحصن الحصين وغيرها
فاجزته على بركة الله تعالى واوصيته ان يتمسك بعقائد اهل السنة و
الجماعة المطابقة لعلماء الحرمين الشريفين زادهما الله تعالى شرفا وتعظيما
والموافقة لتصانيفي ويعض عليها بالنواجذ وان يجتنب عن الفرق الهالكة
الطاغية كالوهابية والنيشرية والقاديانية وان يصرف اوقاته في نكاية
الفتن واماتة اصحابها وحماية السنن واعانة اربابها وان لا ينساني و
خلاني من دعوته الصالحة [illegible] بالعفو والعافية في الدين والدنيا و
الآخرة وصلى الله تعالى على حبيبه المختار وآله الاطهار واصحابه
الاخيار والحمد لله رب العلمين فقير [illegible] ٩ ذي الحجة [illegible]

"اعلیٰ حضرت بریلوی" اور سید نور محمد قادری

تحریر: سید محمد عبداللہ قادری

نامور محقق و نقاد سید نور محمد قادری (پ مئی ۱۹۲۷ء م نومبر ۱۹۹۶ء) ابن حافظ سید محمد عبداللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ (م دسمبر ۱۹۴۱ء) ابن مفتیٔ سیالکوٹ مولوی سید محمد چراغ شاہ نقشبندی علیہ الرحمۃ (م ۱۸۸۷ء) چک نمبر ۱۵ ارشالی ضلع گجرات، حال منڈی بہاالدین میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار پاکستان کے نامور محققین و ادباء میں ہوتا تھا۔ سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ نے ۱۹۴۵ء میں اسلامیہ ہائی اسکول واڑہ عالم شاہ، گجرات سے میٹرک کیا۔ اسلامیہ ہائی اسکول واڑہ عالم شاہ میں ہی ۱۹۴۵ء تا ۱۹۵۳ء تک بطور مدرس فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مئی ۱۹۴۵ء میں سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار آوان شریف، گجرات (م دسمبر ۱۹۸۲ء) خلیفہ مجاز غوث زماں حضرت قاضی سلطان محمود قادری علیہ الرحمۃ (م مئی ۱۹۱۹ء) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

علم و ادب سے شغف سید نور محمد قادری کو وراثت میں ملا تھا۔ سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی تصنیف نقوش محبت (شعری انتخاب) ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔ جس کا تعارف پروفیسر محمد شریف کنجاہی صاحب نے تحریر کیا۔

سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ (م ۱۹۲۱ء) پر بھی بہت کام کیا ہے۔ سید صاحب کا پہلا مضمون فروری ۱۹۷۴ء کے ترجمان اہل سنت کراچی میں بعنوان "اعلیٰ حضرت کی شاعری پر تفصیلی نظر" شائع ہوا۔ پھر اس مضمون میں مزید اضافے کیے اور اس مضمون کو مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور نے ۱۹۷۵ء میں "اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر" کے عنوان سے کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جس کا حروف گفتنی، ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر مہر و ماہ لاہور نے تحریر کیا۔

سید صاحب کی دوسری کتاب "اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت" جناب ظہور الدین خاں صاحب ۲/۲۴ سوڈی وال کالونی ملتان روڈ لاہور نے ۱۹۷۵ء میں مکتبہ رضویہ، کرشنا اسٹریٹ، ریلوے روڈ، گجرات سے شائع کی جس کا پیش لفظ بھی ابوالطاہر فدا حسین فدا صاحب مدظلہ نے لکھا۔

سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ پر جتنا کام کیا ہے۔ اس کی تفصیل کچھ درج ذیل ہے تاکہ قارئین اور عوام الناس ان سے آگاہ ہو سکیں۔

مطبوعہ کتب:

"اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر"

مطبوعہ مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور ۱۳۹۵ھ صفحات ۴۸

"اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت"

مطبوعہ مکتبہ رضویہ کرشنا اسٹریٹ ریلوے روڈ، گجرات ۱۹۷۵ء

صفحات ۳۲

"امام احمد رضا کی بصیرت کے چند مناظر"

مطبوعہ انجمن فدایان مصطفیٰ کھاریاں، گجرات

۱۹۸۶ء، صفحات ۳۲

دیباچے /تعارُف/پیش لفظ

''اعلیٰ حضرت کا منصب نعت گوئی''

از شاعر لکھنوی، صفحات ۳، مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور، ۱۹۷۷ء

''خیابان رضا''

از محمد مرید احمد چشتی، صفحات ۴، عظیم پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۲ء

''امام احمد رضا دانشوروں کی نظر میں''

از خواجہ انجم نظامی صفحات ۹، رضا اکیڈمی پنڈ دادخان ۱۹۸۶ء

''سلام رضا تضمین و تفہیم اور تجزیہ''

از پروفیسر منیر الحق کعبی، صفحات ۶، زجاج پبلی کیشنز، گجرات ۱۹۹۵ء

تبصرے:

''فاضل بریلوی کے معاشت نکات''

از پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی، تبصرہ در، ماہ نامہ کتاب لاہور اکتوبر ۱۹۷۷ء

''فاضل بریلوی کے معاشی نکات''

از پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی، تبصرہ در ماہنامہ فیضان فیصل آباد،

اکتوبر ۱۹۷۷ء

''امام نعت گویاں''

از سید اختر الحامدی رضوی تبصرہ در، ماہ نامہ فیضان فیصل آباد، مارچ ۱۹۷۸ء

''حیات فاضل بریلوی''

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے، پی ایچ ڈی، ماہنامہ فیضان

فیصل آباد، مارچ ۱۹۷۸ء

''اقبال اور احمد رضا''

از راجا رشید محمود تبصرہ در، ماہنامہ فیضان فیصل آباد، اگست ۱۹۷۸ء

مقالات و مضامین:

''اعلیٰ حضرت کی شاعری پر تفصیلی نظر''

[illegible]

''مولانا احمد رضا [illegible]

[illegible]

''[illegible]''

(خالص [illegible]

ہفت روزہ الہام بہاولپور [illegible]

''اعلیٰ حضرت کے تعلقات [illegible]''

ہفت روزہ الہام بہاولپور (اعلیٰ حضرت نمبر) [illegible]

''دو قومی نظریہ کے دو عظیم مبلغ''

(مولانا احمد رضا خاں اور سر سید احمد خاں)

فیض الاسلام راولپنڈی ۱۹۷۷ء

''اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت''

(مشمولہ انوار رضا شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور ۱۳۹۷ھ)

''مولانا احمد رضا اور محاوروں کا استعمال''

مشمولہ، جہان رضا مرتبہ محمد مرید احمد چشتی، مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۱ھ

''نہ تنہا من دریں میخانہ مستم''

ماہنامہ مہر و ماہ، لاہور ل، جنوری ۱۹۸۲ء

''اعلیٰ حضرت بریلوی''

سید الطاف علی بریلوی کی نظر میں، مشمولہ خیابان رضا

عظیم پبلی کیشنز لاہور جولائی ۱۹۸۲ء

''اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی نقادان سخن کی نظر میں''

ہفت روزہ الہام بہاولپور (نعت نمبر) ۷ر دسمبر ۱۹۸۲ء

''مولانا احمد رضا بریلوی کی چند نعتوں کے ابتدائی متن''

معارف رضا کراچی، ۱۹۸۳ء

اعلیٰ حضرت کی پسندیدہ نظم ''چائے نامہ''

مشمولہ امام احمد رضا دانشوروں کی نظر میں

رضا اکیڈمی، پنڈ دادنخان ۱۹۸۶ء

''امام احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری''

ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، اکتوبر ۱۹۸۷ء

''نادراتِ رضا'' ماہنامہ قاری، دہلی اپریل ۱۹۸۹ء

''معاصرین کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے تعلقات''

(بار دوم) ماہنامہ قاری، جون ۱۹۹۰ء

''اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت''

(بار دوم ماہنامہ القول السدید، لاہور، ستمبر ۱۹۹۱ء)

سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کے نام نامی سے واقف تھے وہ اس طرح کہ سید صاحب کے زمانہ بچپن میں جب ان کے چچا صاحبان مولوی سید محمد نور اللہ شاہ نور سیالکوٹی اور حکیم سید محمد ظہور اللہ شاہ سیالکوٹی، چک ۱۵ ارشمالی ضلع گجرات میں اپنے بڑے بھائی حضرت حافظ سید محمد عبداللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ (والد سید نور محمد قادری) کے ہاں تشریف لاتے تو کشمیری طلبہ اور سیالکوٹ شہر کے جن احباب کا ذکر ہوتا ان میں شیخ نور محمد اور ان کے بیٹے علامہ محمد اقبال بھی شامل تھے۔ اس طرح ان بزرگوں کی زبان پر حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا بھی ذکر ہوتا۔ ان کی دینی خدمات اور حمیت کے یہ حضرات بہت معترف تھے۔

سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سارا خاندان اہل سنت و جماعت تھے اور ہیں۔ سید صاحب کا بخاری سادات سے تعلق ہے۔ الحمد للہ آج تک سید صاحب کے خاندان میں بدمذہب کوئی نہیں ہے۔ حضرت حکیم موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، لاہور، محرک و روح رواں مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور (قائم شدہ ۱۹۶۸ء) سے سید نور محمد قادری سے علمی و ادبی دوستی کی ابتدا ۱۹۶۸ء میں ہوئی۔ ان علمی روابط کا محرک سید نور محمد قادری کا ایک مضمون ''میرا ذاتی کتب خانہ'' بنا یہ مضمون ماہنامہ کتاب لاہور ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا تھا۔ مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ، لاہور، کے زیر اہتمام منعقدہ پہلے ''یوم رضا'' (۱۹۶۸ء) میں پڑھے گئے مقالات کو ''مقالات یوم رضا'' کے نام پر دائرۃ المصنفین لاہور نے شائع کیا۔ اس کی تقدیم و ترتیب، قاضی عبدالنبی کوکب اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری، نے کی ---- حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب نے سید نور محمد قادری کو مقالات یوم رضا، روانہ کیے تو سید صاحب نے واپس خط لکھا۔ اس کے چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ متنوع اور گوناگوں صفات وخصوصیات کے حامل تھے ابھی تک ان کے حلقہ بگوش اور ان کی تصانیف کے بے لاگ مطالعہ کرنے والے حضرات یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ انہیں اردو زبان کا سب سے بڑا نعت گو کہیں یا برِ اعظیم کا کا سب سے بڑا فقیہ، علم ریاضی کا مستند عالم قرار دیں یا علم تکسیر کے بحر ناپید کنار کا مشاق شناور یا فن ترجمہ کا امتاز بر دست ماہر کہ اصل پوری شان اور تابانی سے ترجمہ میں جلوہ گر ہو برصغیر کے سب سے بڑے ریاضی دان ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم انہیں علم ریاضی کا مسلم ماہر قرار دیتے ہیں ماہر القادری (جو اعلیٰ حضرت کا سخت مخالف ہے) نے فاران کا سیرت نمبر شائع کیا تو نعتیہ شاعری کے انتخاب کے سلسلہ میں سب سے زیادہ صفحات آپ کے کلام کے لئے (طوعاً و کرہاً) مخصوص کرنے پڑے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ نے فتاویٰ رضویہ کی ایک نہایت مفید اور وقیع علمی کارنامہ قرار دیا ہے۔ مشہور اہل حدیث عالم ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے حیات محمد ﷺ کا اردو ترجمہ کیا تو قرآن مجید کے تراجم کے سلسلے میں آپ کے ترجمہ قرآن سے بھی کافی امداد لی، غرض کہ آپ کے قاری کو مجبور ہو کر یہ کہنا پڑتا ہے۔

آن چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حکیم موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے تحقیقی کام سے بے حد متاثر تھے اور خوش بھی تھے۔ حکیم صاحب راقم الحروف (سید محمد عبداللہ قادری) کے نام اپنے ایک مکتوب محررہ ۴؍جنوری ۱۹۸۶ء میں تحریر کرتے ہیں:

''میرے کرم فرما محققین میں سے حضرت سید نور محمد قادری مدظلہ اپنی گوناگوں خوبیوں کے باعث منفرد حیثیت کے مالک ہیں انہوں نے اپنی زندگی امام احمد رضا بریلوی اور علامہ محمد اقبال پر تحقیق کے لئے وقف کر رکھی ہے اور خاص بات یہ ہے کہ پاکستان کے اہل سنت و جماعت میں سے اس وقت یہ واحد بزرگ ہیں جنہیں اقبالیات پر عبور حاصل ہے اور انہوں نے امام احمد رضا اور علامہ محمد اقبال پر جو کچھ لکھا ہے وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے اور علامہ محمد اقبال کے پیر و مرشد حضرت قاضی سلطان محمود قادری (م مئی ۱۹۱۹ء) آوان شریف ضلع گجرات سے سید نور محمد قادری کا روحانی تعلق ہے سید صاحب کے والد ماجد حافظ سید محمد عبداللہ شاہ (م دسمبر ۱۹۴۱ء) ابن سید محمد چراغ شاہ نقشبندی (م ۱۸۸۷ء) مفتی سیالکوٹ، حضرت قاضی صاحب موصوف کے خلفاء کرام میں سے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے بعد سید نور محمد قادری کا پسندیدہ موضوع ''اقبال'' ہے سید نور محمد قادری علم و فضل کے علاوہ عادات حمیدہ اور فضائل حسنہ کے باعث بھی نہایت قابل قدر شخصیت ہیں''

(مکتوب حکیم محمد موسیٰ امرتسری بنام سید محمد عبداللہ قادری، محررہ ۴؍جنوری ۱۹۸۶ء)

سید نور محمد قادری کی پہلی کتاب ''نقوش محبت'' (شعری انتخاب) مطبوعہ کتب خانہ ابن عبداللہ چک ۱۵ شمالی ڈاک خانہ چک ۵، ضلع گجرات شائع ہوئی تو حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے یوں تبصرہ کیا:

''جناب سید نور محمد قادری پنجاب (پاکستان) کے ایک قدیم علمی اور روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں تحقیق و تجسس اور ادب لطیف کا ذوق انہوں نے ورثہ میں پایا ہے انہوں نے اپنے ذوق کی تسکین کی خاطر کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کر رکھا ہے۔ نقوش محبت میں سید نور محمد قادری نے اپنی پسند کے غزلیہ اشعار جمع کئے ہیں جن اساتذہ کے آبدار اشعار لیے گئے ہیں ان کے نام یہ ہیں: میر تقی میر...... شاد عظیم آبادی...... مومن...... فراق گورکھپوری...... نظم طباطبائی...... بے خود موہانی...... حسرت موہانی...... یاس...... یگانہ...... قائم...... چاند پوری...... تسکین...... رضا بریلوی (مولانا احمد رضا خاں بریلوی) ...... حسن بریلوی (مولانا حسن رضا خاں بریلوی برادر خورد مولانا احمد رضا خاں بریلوی)...... جذبی...... فیض احمد فیض...... صوفی تبسم...... سید نور محمد قادری کا ذوق شعری نہایت بلند ہے جس کا بین ثبوت یہ رسالہ ہے''

(ماہنامہ مہر و ماہ لاہور یادگار فضل نمبر ستمبر ا کتوبر ۱۹۷۶ء)

خواجہ انجم نظامی کی تصنیف ''امام احمد رضا دانشوروں کی نظر میں'' کا دیباچہ لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''آج سے نصف صدی پہلے اس باطل فرقہ (فرقہ ضالہ، جسے عرف عام میں اسماعیلی گروہ یا وہابی فرقہ کہا جاتا ہے) کو ایک اور زریں موقع ہاتھ آیا جس سے انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ گاندھی اور نہرو کی اشیرباد سے برلا اور ٹاٹا کی تجوریاں اس گمراہ فرقہ کے اکابرین کے لئے وقف ہو کر رہ گئیں بس پھر کیا تھا۔ ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی اور مولوی کفایت اللہ دہلوی کی قیادت میں اس فرقہ نے تکفیر کا بازار ایک دفعہ پھر گرم کر دیا جس فرد نے بھی اسلام اور مسلم لیگ کا نام لیا بس وہ کافر، یہاں

تک کے عصر حاضر کے عظیم مسلمان حکیم الامت حضرت
علامہ محمد اقبال کو للکارنا پڑا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ ابو العجبی ست
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن ست
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تما بولہبی ست

لیکن مردناداں پر کوئی اثر نہ ہوا اور یہ فرقہ بجائے مسلک محمدی کے مسلک گاندھی پر عمل پیرا رہا اور اب بھی پاکستان میں اس کے "وڈیرے" پاکستان کو ایک گناہ سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے اب اس فرقہ نے پاکستان میں تکفیر کا بازار از سر نو گرم کیا ہوا ہے۔ بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارتوں کی غلط اور دور از کار تاویلوں سے ان مسلمہ کافروں کو مسلمان ثابت کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ پاکستان میں ان کے ناپاک عزائم اور مذموم مقاصد کی بیخ کنی کے لئے مولا کریم نے حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور دیگر درد مند مسلمانوں کو توفیق بخشی ہے کہ اس باطل فرقہ کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے اپنی صلاحتیں وقف کر دیں۔

چنانچہ اس وقت پاکستان میں مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی میں منظم طریقہ سے کام کر رہے ہیں اور ایسا لٹریچر پیش کر رہے ہیں جس کے ذریعے جہاں اسماعیل دہلوی اور اس کی ذریت کے پھیلائے ہوئے عقائد کی مکمل طور پر مدلل طریقوں سے بیخ کنی ہو رہی ہے وہاں اعلیٰ حضرت بریلوی کے علمی کمالات، دینی خدمات اور ان کے عشق رسول ﷺ کو نمایاں طور پر پیش کیا جا رہا ہے ان باقاعدہ منظم اداروں کے علاوہ چند درد مند مسلمان نجی طور پر مذہب حق اور مولانا احمد رضا کی علمی و دینی خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"

(امام احمد رضا دانشوروں کی نظر میں، از خواجہ انجم نظامی، مطبوعہ رضا اکیڈمی پنڈ دادنخان، جہلم ۱۹۸۶ء)

جناب ابو الطاہر فدا حسین فدا صاحب، سید نور محمد قادر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"یہاں مجھے عصر حاضر کی ایک ایسی شخصیت کی علم دوستی اور ادب نوازی کا ذکر کرنا ہے جو ضلع گجرات کے خانوادہ سادات سے تعلق رکھتی ہے اور جس نے اپنے لحات زندگی علم و ادب کے لئے وقف کر رکھے ہیں۔ یہ فقیر منش اور گوشہ نشیں ہستی اردو اور فارسی کے گہرہائے گرانمایہ اور شعور و احساس کی دولت سے مالا مال ہے اس سے میری مراد جناب سید نور محمد قادری صاحب ہیں۔

سید نور محمد قادری مکتب علم و فضل کے ایک منجھے ہوئے ادیب ہیں اگر چہ آپ نے اہل زبان کی "روائیات" کی آغوش میں پرورش نہیں پائی تاہم ایک سلجھے ہوئے نثر نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بے مثل سخن فہم و سخن شناس بھی ہیں شعر و سخن کے محاسن و قبائح کے جانچ اور پرکھ سے قطع نظر تحقیق و تفحیص آپ کا محبوب مشغلہ ہے اور علمی بحث و تمحیص آپ کی طبیعت کا خاصہ،

شاہ صاحب موصوف کو ذوقؔ و غالبؔ، میر و مومن، آتش و ناسخ اور حالیؔ و اقبالؔ کے علاوہ دیگر متقدمین و متاخرین مشاہیر اساتذہ کے کلام پڑھنے کا بھی موقع ملا ہے جن سے مستفید و متاثر ہو کر آپ نے کئی ایک مفید اور پر از معلومات شاہپارے تخلیق کئے جن میں سے بعض تو زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہو چکے ہیں اور بعض ابھی زیر طبع ہیں"۔

(اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، از سید نور محمد قادری، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ، لاہور ۱۳۹۵ھ)

جناب سید مسعود حسین شہاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہفت روزہ الہام بہاولپور کے مدیر، سید نور محمد قادری کے بارے میں یوں اظہار کرتے ہیں:

''حضرت سید نور محمد قادری مغتنمات روزگار میں سے ہیں انہوں نے اپنے علم و فضل اور کمال شعروادب سے قارئین الہام کو مستقل طور پر مستفید کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کے لئے ہم ان کے بے حد شکرگزار ہیں۔

''بیاض قادری'' ان کے حسن انتخاب کی آئینہ دار ہے جس میں انہوں نے بہترین ادب پارے جمع کر دیئے ہیں''

(ہفت روزہ الہام، بہاولپور ۱۶، جنوری ۱۹۷۵ء)

سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر علم و ادب کی شمع کو روشن کئے رکھا۔ انہیں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خاص قسم کا لگاؤ تھا اسی لگاؤ کی وجہ سے انہوں نے ایک خاص انداز میں کام کیا۔ جسے مدتوں تک یاد رکھا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں والہانہ عشق تھا ہر وقت کسی نئی چیز کی تلاش میں رہتے تھے۔

سید نور محمد قادری اپنی وفات سے سے تین روز قبل جب چک نمبر ۱۵ ارشالی ضلع منڈی بہاءالدین سے واہ کینٹ راقم الحروف کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی ان کے تھیلے میں اپنی دو ذاتی ڈائریاں تھیں ایک ڈائری میں اعلیٰ حضرت کے غیر مدونہ اشعار درج ہیں جو قارئین کی نذر کئے جاتے ہیں:

محبی شیخ نجم الدین حافظ
من داد زیر دامان شفاعت

بنوشت ایں نامہ در نعت مبارک
فراہم کرد سامان شفاعت

بہ سال و فال او کلک رضا گفت
بحمد اللہ شایان شفاعت

(شمع نجم، نعت برحق ۱۳۳۳ھ مطبوعہ نادری بریلی ص ۱۶)

''شمع نجم نعت برحق'' کے متعلق مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب حضرت قبلہ نے گلدستہ سارا سن لیا
اک سرسری اصلاح مطبوع کیا اچھا ہوا
تاریخ کی جو فکر کی ہاتف نے حامد کہہ دیا
گل دستہ نعت نجم کا مطبوع کیا اچھا ہوا

گل کھلائے نعت کے مبل علی کیا نجم نے
رشک گلشن بن گیا گلدستہ گلدستہ ہوا
عندلیب فکر کا حامد ترانہ یہ سنا
نغمۂ وصف نبی ہے مادہ تاریخ کا

(شمع نجم نعت برحق بریلی ص ۱۶، مطبوعہ ۱۳۳۳ھ)

سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ کی دوسری ڈائری میں حضرت علامہ محمد اقبال کے دو شعر بھی درج ہیں یہ اشعار بھی اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ڈائری کا ورق ملاحظہ فرمائیں:

''غالباً ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کا سالانہ اجلاس تھا۔ اقبال جلسہ کے صدر تھے جلسہ میں کس خوش الحان نعت خواں نے جناب رضا کی نظم (نعت) شروع کر دی جس کا مطلع تھا۔

رضائے خدا ہے رضائے محمد ﷺ

نظم کے بعد علامہ اقبال اپنی صدارتی تقریر کے لئے اٹھے اور ارتجالاً ذیل کے دو شعر ارشاد فرمائے۔

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ

تعجب تو یہ ہے کہ فردوس اعلیٰ
بنائے خدا اور لبسائے محمد ﷺ

(ہفت روزہ قندیل ۹ مئی ۱۹۵۰ء جلد۴، شمارہ ۲۱، عبدالکریم ثمر، بحوالہ ہفت روزہ رضوان ۷ تا ۱۴ جولائی ۱۹۵۲ء شمارہ ۲۵، ۲۶، جلد۴)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲۱ء) کی پوری نعت قارئین کی نذر کی جاتی ہے جس سے متاثر ہوکر حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا دو شعر کہے تھے۔

"نعت"

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد ﷺ

مکان عرش ان کا فلک فرش ان کا
ملک خادمانِ سرائے محمد ﷺ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر
خدائے محمد برائے محمد ﷺ

محمد برائے جناب الٰہی!
جناب الٰہی برائے محمد ﷺ

بسی عطرِ محبوبیِ کبریاء سے
عبائے محمد قبائے محمد ﷺ

بہم عہد باندھے ہیں وصل ابد کا
رضائے خدا اور رضائے محمد ﷺ

دم نزع جاری ہو میری زبان پر
محمد محمد خدائے محمد ﷺ

عصائے حکیم اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت
یہ آن خدا وہ خدائے محمد ﷺ

محمد کا دم خاص بہر خدا ہے
سوائے محمد برائے محمد ﷺ

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد ﷺ

جلو میں اجابت خواصی میں رحمت
بڑھی کس تزک سے دعائے محمد ﷺ

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد ﷺ

(حدائق بخشش، حصہ اول از: اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء، شبیر برادرز، ۴۰-بی اردو بازار، لاہور)

......کنزالایمان، یہ قرآن مجید کا بے نظیر صحیح اردو ترجمہ ہے۔ عاشق رسول ﷺ نے ہر جگہ شانِ رسالت ﷺ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور قواعد قرآنیہ کا لحاظ کرتے ہوئے نہایت احتیاط سے ترجمہ کیا ہے اس پر صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے حاشیہ لکھ کر ترجمے کی افادیت کو چار چاند لگادیے ہیں۔ حاشیہ کا نام خزائن العرفان ہے۔ کنزالایمان مع خزائن العرفان ہند و پاک میں ہر جگہ دستیاب ہے۔

الشيخ الامام الاكبر امام احمد رضا

شخصية البراعيه العلميه

الدكتور عبدالقدير خان (نجمة الامتياز)*

يسرني هذا بأن إدارة بحوث الإمام احمد رضا (ادارهٔ تحقیقات امام احمد رضا انتر نيشنل)، تقدم بعقد مؤتمر بمناسبة يوم وفاة الزعيم الديني والمفكر الاسلامي، الامام احمد رضا خان البريلوى رحمة الله تعالىٰ عليه والذى يلقى فيه أعيان الأمة الاسلامية وعلماء ها ومفكروها عن أضواء تعليماته وحياته وكمالا يخفى علىٰ أحد أن الإنجليز قبضوا على اقتصاد شبه القارة قبل مائة عام وكل ذلک تمّ بد سائس الهندوس، فتأثر به أقدار المسلمين و وفسد نظامهم التعليمى، فبدأت أقدارهم الدينية تخط وأقدامهم تزلزل بعزائم القوات الإستعمارية المذمومة.

وفي هذه الأوضاء الشاسعة الملتمة والظروف القاسية الجافة أنعم الله سبحانه وتعالى على المسلمين بفواض رحماته ووهب المسلمين في شبه القارة الهندية والباكستانيه القيادة المثالية المدبرة القاهره في صورة الامام احمد رضا الذى بعثت مؤلفاته العلمية وجهوده المضنية الانقلاب الفكرى، والروح الجديد في عروق الأمة المسلمة المنكسرة المنهزمة إن شخصية الإمام أحمد رضا أنموذج مثالى لحب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فعندمانرى حياته الكاملة نجدها مربوطة بالنبى الكريم عليه أفضل الصلوٰة وأجمل التسليم.

فإن جانبامن جوانب حياته الكثيرة معرفة العلوم (Knoledge of Phisical Sciences) وجاء بدلائل قاهرةعلى حركة الشمس ودورانها ولها أهمية بالغة فإن مجتمعنا اليوم قد تفرق في فرق كثيرة حديثة وجماعات مختلفة رغم أن أعداءنا تستعد لسقوطنا وتخريبنا و تدميرنا. فأنا أرى بأننا نستطيع أن نتحد اليوم كالبنيان المرصوص اتباعاتعالبم الإمام وأرجومنكم بأن إدارتكم المؤقرة تؤدى دورة هامة و خدمات جليلة لنشر تعاليم الإمام أحمد رضا خان البريلوى رحمه الله تعالى لتطور الاتحاد الوطنى والترابط الدينى ليكون التضامن والأمن والسلامة مؤكدة في البلد الحبيب باكستان.

وأنا أقدم إلى أعضاء الإدارة أجمل التهانى وأطيب الأمانى على عقد مؤتمر الإمام أحمد رضا، راجياً من الله سبحانه وتعالى نجاحه

د. عبدالقدير خان (نجمة الامتياز)

☆☆☆

*(الموجد سلاح الجوهری فی مملکت الاسلامیہ جمہوریہ الباکستانیہ مدیر الشروس اکادیمیۃ العلوم الباکستانیۃ ...)

الامام احمد رضاخان

محک حبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة

*فضيلة الشيخ الدكتور محمد مسعود احمد حفظه الله تعالیٰ

ذكر في معمولات الابرار بمعاني الآثار ص ۲۹۸ ان السيد محمد علوى المكى رضى الله عنه في احمد رضاخان الامام "نحن نعرفه بتصنيفاته وتاليفاته ،حبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة" انتهى۔

ماقاله رضى الله تعالیٰ عنه وارضاه فيا ايها الابرار انظروا الى مكانة هذا الامام العادل الفاضل الكامل المكمل عاشق سيد الرسل على نبينا وعليهم الصلوات والتسليمات يحبه كل من خلص عقله من شوب الوهم وخلص قلبه من شوائب صفات النفس الرذيلة من الكذب والتهمة وا لشهوة وا لبخل والحرص وا لحسد وا لحقد والتكبر ويعتقد حبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة المضادة للسنة . واعتبروا بحال المنكرين المعاندين ومانزل بهم من الوبال العظيم و تنزل عليهم الشياطين وكانوا افاكا اثيما فاحتجبوا بصفات النفس وهيئات الابدان وانغمسوا فى ظلمات الطبائع وغسقوا فى الاثام فاتهموا هذا الامام وطعنوه ونسبوه الى القاديانيين والشيعيين وزعموه مواسا لانجليزيين فياحسرة عليهم فى الدنيا والعقبیٰ ماياتيهم من امام واثق وعاشق صادق الاكانوا به مستهزئين ثم انظروا الى احسان الهى ظهير احد من وهابية كتب فى رسالته المسماة به البريلوية من لاهور ان احمد رضا خان البريلوى "هو مؤسس الفرقة الجديدة ومعاون القاديانين وناصح للشيعيين ومواس لانجليزيين" انتهى . والعياذ بالله وفى الحديث الربانى القدسى قال تعالیٰ من عادیٰ لی وليا فقد اذنته بالحرب رواه البخارى فى صحيحه . فاعتبروا يا ايها العلماء بحال هذا المفترى المنكر المعاند وما نزل به من العذاب والوبال وانظروا بنظر غائر هذا الاتهام والاستهزاء وهو باذنكم الواعية كذب هذا المفترى الافاك الاثيم الواشى الفاشى واخبارهٔ الغير المطابق للحقيقة . انكم تعلمون ان الكذب ينافى المروّة وانه لامروة للكاذب و انكم تعرفون ان اخبار الغير عما لايعلم اذا كان غير مطابق يحصل منه اعتقاد غير مطابق وان المراد من الكلام الذى يتميز به الانسان عن سائر الحيوان

*(الرئیس الاعلیٰ المجوث للامام احمد رضا (انٹرنیشنل) کراچی، پاکستان)

هو اخبار الغير عما لايعلم ،فالكذب من خواص الشيطنة فالكاذب شيطان ولذا قيل ان الكذب من اسوء الرذائل لان الانسان برسوخ رذيلة النطقية يعمر شيطانا والشيطنة المغويه للآدمي أبعد عن الحضرت الاهلية من السبعية والبهيميةبل أبعد بمالا يقدر قدره وان الانسان برسوخ الرذيلتين اى السبعية والبهيمية يصير حيوانا فقط كالبهيمة او السبع وكل حيوان أرجى صلاحا واترب فلاحا من الشيطان ولهذا قال تعالىٰ في سورة الشعراء "هل انبئكم على من تنزل الشياطين تنزل على كل افاك اثيم" وقد قال في سورة النور "يايهاالذين امنولاتتبعواخطوات الشيطان كو من يتبع خطوات الشيطن فانه يامر بالفحشاء والمنكر ولولا فضل اللّٰه عليكم ورحمته ماذكى منكم من احد ابدا ولكن اللّٰه يزكى من يشاء واللّٰه سميع عليم"

فنهى اللّٰه ههنا عن اتباع خطوات الشيطان فان ارتكاب مثل هذه الفواحش لايكون الا بمتابعته ومطاوعته وصاحبه يكون من جنوده واتباعه فيكون أخسر منه وأذل محروما . من فضل اللّٰه الّذى هو نور هدايته محجوبًا من رحمته التى هى افاضة. كمال وسعادة ملعونا فى الدنيا والآخرة ممقوتا من اللّٰه والممثكة تشهد عليه جوارحه يتبدل صورها وتشوه منظرهاخبيث الذات والنفس متورطافى الرجس فان مثل هذه الخبائث لا تصدر الامن الخبيثين كما قال تعالىٰ "الخبيثات للخبيثين" واما الطيبون المتنزهون عن الرذايل،فانما تصدر عنهم الطيبات والفضائل لهم مغفرة بستر الانوار الالهية صفات نفوسهم ورزق كريم من المعانى والمعارف الواردة على قلوبهم.

واعلموا ان تصانيف الامام احمد رضا خان قدس سره السامى ورضى الله تعالىٰ عنه وارضاه تنادى باعلى نداء ان ماكتب احسان الهى ظهير فيه افتراء واتهام وكذب وانه "افاك اثيم" فان الامام احمد رضا خان قد رد كل فرقة تخالف اهل السنة والجماعة وصنف تصنيفافى ردها. كتب كتابا فى رد الروافض سماه "رد الرفضة" ١٣٢٠ھ الموافق لعام ١٩٠٢م وكتب كتابا "أعالى الا فادة فى تعزية الهند و بيان الشهادة" وهذا الكتاب فى رد الشيعة كتبه عام ١٣٢١ھ/١٩٠٣،وكتب كتاباً "البشرى العاجلة فى تحف اجلة" فى رد الشيعة كتبه عام ١٣٠٠ھ/١٨٨٢م وكتب كتاباً فى رد الشيعة سماه "بالرائحة العنبرية عن الجمرة الحيدرية" عام ١٣٠٠ھ/١٨٨٢م أمافى رد القاديانيين والمرزائية فكتب كتابا "المبين ختم النبيين" ١٣٢٦ھ/١٩٠٨م و كتب كتابا سماه "بسوء العقاب على المسيح الدجال" عام ١٣٢٠ھ/١٩٠٢م و كتب كتابا سماه "بقهر الديان على مرتد بقاديان" ١٣٢٣ھ/١٩٠٥م وكتب كتاباً سماه "بالصارم البربانى على اسراف القاديانى "لعام ١٣١٥ھ/ ١٨٩٧م وصنف تصنيفات اخرى

ان الامام انذر قومه عن التحاق باخلاق الانجليزيين ونهى عن التشبه بتلبس لباسهم وحذر

قومه عن الشغل والاشغال بتعلم لسانهم ولغتهم لكي لايفوتهم اللغة الفصيحة ولكئ لايتشبه القوم بهم. فحذر المسلمين عن التأثر بتأثير رذائلهم.

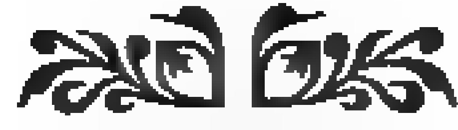
فبانذاره وتحذيره تأثر قومه من نور قلبه وارثوا بعلمه وترشحوا منه فكان القوم سلس القياد وسهل الانقياد نجوا من عقائد الانجليزيين الكاسدة وبعدوا عن خيالاتهم الفاسدة واعتقاداتهم الباطلة وانظروا فتاواه (١) المجلد السادس ص ٢٤/والمجلد الثالث ص ٤٤٢/وجاء في "مضر المطابع للتقويم والطالع" ص ١ ان الامام احمد رضا خان كان شاكر بانه لم يتوجه (في صغره) الى تعلم اللغة الانجليزية.

وكان الامام يأنف عن الذهاب الى المحكمة الانجليزية لان بطلب الحق والعدل كذافي "اكرام امام احمد رضا خان" ص ١٣٠ وقد رد افتراء هؤلاء المفترين على الامام، علامه محمد عبدالحكيم شرف القادري في مصنفاته منها "اندھیرے سے اجالے تک" اى من الظلمة إلى النور المطبوع بلاهور ١٤٠٦هـ/١٩٨٦م و اظهر فيه دسيسة احسان الٰهي ظهير الوهابي ومكره.

(الامام احمد رضاخان كان تابعاً للسلف الصالحين)

قد فصل الامام احمد رضا خان افكار السلف الصالحين الدينية وحقق عقائد هم الحقة وصنف فيها تصانيف منها السعي المشكور في "ابداء الحق المهجور" لعام ١٢٩٠هـ الموافق لعام ١٨٧٣م ومنها "مطلع القمرين في ابانة سبقة القمرين" لعام ١٢٩٧هـ الموافق لعام ١٨٨٠م ومنها "اعتقاد الاحباب في الجميل المصطفى والآل والاصحاب" ١٢٩٨هـ/١٨٨٠م ومنها "تجلي اليقين بان نبينا سيد المرسلين" ١٣٠٥هـ/١٨٨٧م ومنها "حياة الموات في بيان سماع الاموات" ١٣٠٥هـ/١٨٨٧م ومنها "المعتمد المستند لبقاء نجاة الابد" ١٣٢٠هـ/١٩٠٢م ومنها "سبحن السبوح" ١٣٢٦هـ/١٩٠٨م ومنها "مبين الهدى في نفي امكان المصطفى" ١٣٢٤هـ/١٩٠٧م ومنها "تمهيد الإيمان بايات القرآن" ١٣٢٦هـ/١٩٠٨م ومنها "مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء" ١٣٢٧هـ/١٩٠٩م وغيرها من الكتب الجليلة النافعة وكان الامام احمد رضا خان يحفظ الامة النبوية شديد الاهتمام يحب ان يحب المسلمون النبي صلى الله عليه وسلم حسب اعلام الاية القرآنية الرقم (٣٤) من سورة التوبة وان يكون مستجيبين له ﷺ، شاكرين له باللسان وبالقلب وبالجوارح بحسن التلقي والقبول و الطاعة والعمل بمقتضى دعواه ﷺ وكان رضي الله عنه حريصا على المسلمين ان يكونوا محببين له ﷺ حسب اقتضاء الحديث النبوي المذكور على ص ١٤٠/و ١٤٢/ من صحيح مسلم حتى يكونا عالمين عاملين وربانيين وتكون المحبة راسخة في قلوبهم ضاربة بعروقها في نفوسهم ظاهر اثرها على جوارحهم بحيث لايمكن محبته ارتكاب مايخالف تلك المحبة.

العلامة الكبير الشيخ احمد رضا خان البريلوى عليه الرحمة



بقلم : صاحب الفضيلة والارشاد الاستاذ السيد يوسف هاشم الرفاعى المحترم ، الكويت

ولد المترجم له سنة ١٢٧٢ھ الموافق ١٨٥٦ ميلادى، وقد اشتغل منذ نعومة أظفاره فى دراسة العلوم الدينية ونبغ فى ذلك حتى أصبح قادر اعلىٰ الافتاء فى سن مبكرة وذلك لأنه نشأفى بيئة دينية كريمة فقد كان ابوه وجدّه من كبار العلماء والزاهدين.

مكان ولادته : كان فى مدينة بريلى . يو.بى.الهند ولذلك صاريلقب بالبريلوى نسبة الى هذه المدينة كما هى عادة العلماء والرجال المشهورين فى بلاد الهند.

خدماته الدينية: بعدأن فرغ العلامة رحمه اللّٰه تعالىٰ من الحاطة بالعلوم الشريعة المختلفه وبعدأن استلم خرقة الخلافة (مع إجازة الا البيعة) فى السلسلة القادرية خاصه بجانب الطرق الجشتيه، والنقشبنديه والسهروردیه اشتغل فى التدريس والافتاء والتصيف والوعظ والارشاد وإصلاح شؤون الأمة المسلمة .

تصانيفه الكثيرة القيمة: ألف الشيخ مايقارب ألفابين كتاب ورسالة فى مختلف العلوم الدينية وغيرها باللغات العربية والأردوية والفارسية، اكثرها مطبوعة وللّٰه الحمد وكان عظيم القريحة متوقد الذهن، سريع القلم، تتوالى عليهِ العلوم والمعارف لمدد من الله تعالى و بركة من رسوله المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم وله فى ذلك شواهد كثيرة يلمسها من يطالع مؤلفاته ومصنفاته الكثيرة النافعة.

خلقه: كان الشيخ رحمه الله ذاالخلاق فاضلة وآداب كريمة يحب الله يغضب فى الله وكان شديد الغيرة فى كل مايختص بذات الله (جل جلاله) ورسوله المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم.

حبه للنبى صلى الله عليه وسلم: كان الشيخ رحمه اللّه تعالىٰ محبا كبيرا لحضرة المصطفى صلى الله عليه وسلم حتى أنه لشدة حبه واتباعه للنبى الاكرم صلى الله عليه وسلم لقب نفسه به (عبدالمصطفى) وكان يختم مجالس الذكر بقصيدة مشهور نظمها فى مدحه للنبى صلى الله عليه وسلم والثناء وبيان مقامه.

مطلعها: (مائة ألف صلاة وسلام عليك يا رسول الله يا روح رحمة الله للعالمين)

علاقة الشيخ بالتصوف: كما ذكرنا فان

الشيخ رحمة الله أخذ الطريق عن كبار الشيوخ العارفين فى زمانه الذين رأوه أهلا ومستحقا للخلافة والتربية والتزكية بعد انتقالهم الى الاخرة وقد قام بالعهمة خير قيام ، وكان يغار على الشريعة والطريقة معاً و يرفض التفريق بينهما: وكان يقول (ان الشريعة أصل والطريقةفرعها، الشريعة منبع والطريقة بحر انفجر من هذا الينبوع، لايمكن الوصول الى الله الا بالسلوك على الشريعة، ومن سلك طريقا غير طريق الشريعة هلك وضل عن طريق الحق).

وهذ المسلك من الشيخ يبين كذب و افتراء خصومه الذين خالفوا قوله تعالىٰ "يا ايهاالذين امنو ان جاء كم فاسق بنباء فتبينوا ان تصبيوا قو ما بجهالة فتصبحوا على مافعلتم نادمين" . لقد كان محبا كامل المحبة لحضرة المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم متبعا كاملا للشريعة المصطفوية على صاخبها افضل الصلوات والسلام.

جهاده : عند ماقامت الثورةالهندية فى ١٩١٩م أفتى الشيخ رضى الله عنه بعدم جواز المعاملة والميلاة مع الانكليز الكفار المستعمرين — وأفتى بأن الموالة حرام مطلقا مع كل مشرك حتى لوكان ذميا مطيعا أوكان ابنا أو أبا أوقريبا عزيزا.

تقواه وورعه : كان الشيخ رحمه الله مواظبا على الصلوات الخمس مع الجماعة ، تقيا ورعا ، ذاكرالله على جميع أحواله وقد زار الحرمين الشريفين مرتين ، اوّل فى سنة ١٢٩٥ﻫ /١٨٧٨م لأداء فريضة الحج وزيارة قبر حبيبه المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم ، وقد انتهز الفرصة فاجتمع بالعلماء والعارفين والمحدثين فى تلك الأراضى المقدسة وتبادل معهم الإجازات فى العلوم الشرعية وفى السلوك والتصوف، وقد سافر بعد ذلكم إلى الحرمين الشريفين مرة ثانيه للحج والزيارة وتحقيق المنافع العلمية والقلبية .

منزلته ومقامه: يعتبرالكثيرون الشيخ رحمه الله مجدد عصره للامة الاسلامية وخاصة فى بلاد الهند حيث لقب به (مجدد الامة) مصداقا لقوله صلى الله عليه وسلم (ان الله يبعث لهذه الامة من يجدد لها دينها على رأس كل قرن ، أوكل مائة وان السواد الأعظم من أهل السنة والجماعة فى شبه القارة الهندية المكونة اليوم من (الهندباكستان وبنغلاديش) وهم السواد الاعظم يعتبرونه حتى اليوم إمامهم ومرشدهم ويرددون قصائده ومدائحه المخلصة الرائعة لحضرة النبى صلى الله عليه وسلم فى مجالسهم ومحافلهم خاصة فى ذكرى الاحتفال بالمولد النبوى الشريف ولم ينتقل الشيخ رحمه الله إلى الرفيق الأعلى الا بعد أن أدى رسالته العظيمة فى تجديد الدين وايقاظ الروح والغيرة على الاسلام والمحبة لرسوله العظيم صلى الله عليه وسلم فى قلوب وعقل المسلمين .

رحمه الله رحمة واسعة واسكنه فى سعى جناته ، ونفع المسلمين بعلومه وفيوضاته الكثيرة المخلصة —آمين.

وصلى الله على سيدنا وعلى آله وصحبه وسلم

امام العجم مولانا احمد رضا خان البريلوى

بقلم : نبيلة إسحاق
ماجستير فى العلوم الإسلامية
جامعة بنجاب. لاهور. باكستان

من يطالع سيرة ومؤلفات الإمام الجليل والعلامة الكبير والعَلَم الشامخ مولانا أحمد رضا خان ـ رحمة الله عليه ـ يتيقن على الفور من أنه لم يعش شعبا غير الشعب العربى ، ولم يفتتن بلغة غير اللغة العربية ، ولم يقتد فى حياته وأعماله ومؤلفاته بغير أئمة العرب ، ولم يحب أرضا غير أرض العالم العربي .

قام مولانا أحمد رضا خان عام ١٨٧٨م بالسفر إلى الأراضى المقدسة ـ برفقة والده الإمام محمد نقى على خان ـ لاداء فريضة الحج ، وهناك أتصل بعلماء مكة المكرمة والمدينة المنورة ، كما التقى بعلماء من بلاد عربية عديدة منها مصر والشام والعراق ، ولم يكن يهدف من وراء اللقاء بهم إلا التتلمذ على أيديهم .

إن هؤلاء الأساتذة العلماء اعجبوا به وبمدى مقدرته على اللغة العربية ، وإطلاعه على الأدب العربى فى مختلف عصوره والمامه الماماً شاملاً بشتى العلوم الإسلامية ، وزاد اعجابهم به حين علموا أنه تعلم كل هذا على يد والده وفى مدرسة التى شيدها بمدينة بريلى مسقط رأسه ، من أجل نشر اللغة العربية والعلوم الإسلامية فى شبه القارة الهندية . تيقن هؤلاء الأساتذة العلماء وتجلى لهم مدى علو قدرة ورفعة منزلته ، على صغر سنه فبجلوه وبشروه بمستقبل مشرق من أجل خدمة علوم الدين واللغة العربية ، ثم كتبوا فى شأنه مادحين مبشرين إياه بما تحقق فى مقبل أيام مولانا أحمد رضا خان .

---

(١) هذا المقال قدم لمحرر الصفحة رقم ٦ بصحيفة آفاق عربية الأسبوعية ، غير أنه لم ينشره ، ونشر فيما بعد ضمن الكتاب التذكارى (مولانا أحمد رضا خان) الذى أعده حازم محفوظ وذلك من ص ١٣٥ - ١٣٩

ظل مولانا أحمد رضا خان ينعت الشهّور - التى عدها أفضل شهور عمره الفائت - التي أمضاها فى الحجاز ويذكرها بكل جميل وثناء ، كما واظب على مراسلة أساتذته من العرب ، وكم كان يتمنى أن تتاح له الفرصة ليعاود السفر إلى الأراضى المقدسة .

وفى عام ١٩٠٥م - وهو فى الخميس من عمره - فاض كأس شوقه إلى الأراضى المقدسة ، فأستأذن والدته للحاق بأبنه العلامة حامد رضا خان وأخيه الأصغر مولانا حسن رضا خان - شاعر الأردية الشهير - الذين كانا قد خرجا لأداء مناسك الحج ، وحينما أذنت والدته هب من فوره واتجه إلى ميناء مدينة بومباى ، ومنه ركب البحر إلى الأراضى المقدسة التى طالما تغنى بها - فى نشوة اعجاب - فيما قاله من شعر باللغات الأردية والعربية والفارسية .

ومما يجدد ذكره أن شهرة مولانا أحمد رضا خان سبقت مقدمه للمرة الثانية إلى مكة المكرمة والمدينة المنورة ، وعرف بأنه الإمام الذى يتصدى لكل خارج عن إجماع أهل السنة والجماعة فى شبه القارة الهندية .

وحين وصل إلى مكة المكرمة استقبل بحفاوة وتكريم واجلال منقطع النظير ، ومثل هذا كان استقباله فى المدينة المنورة ، وقد لفت هذا الاستقبال الحافل نظر علماء من المدينة المنورة فقال له أحدهم : «مالى أرى أكابر العلماء إليكم مهرعين وفى طلب اللقاء بكم مصرين » .

إن من يطالع كتاب : «الإمام أحمد رضا خان فى عيون معاصريه من علماء الحجاز» - باللغة الأردية - لمؤلفه العلامة الشهير فضيلة الأستاذ الدكتور محمد مسعود أحمد - يتيقن من أن أعلام الأساتذة من علماء العرب الذين عايشوه ، اعترفوا بخدماته من أجل الإسلام وأهله واللغة العربية والعلوم الإسلامية فى موطنه الهند ، وقاموا بتكريمه تكريما منقطع النظير، ونظموا فى مدحه الكثير ، ولقبوه بألقاب كثيرة ، تبين مدى إعجابهم واعتزازهم وحبهم له .

لقد طلب منه بعض علماء المدينة المنورة أثناء قيامه بيهم أن يقوم بالافتاء فى شأن

استخدام العملة الورقية ، فألف مولانا كتابا باللغة العربية فى يوم واحد اسماه : «كفل الفقيه الفاهم فى إحكام قرطاس الدراهم» وحين طلب منه بعض علماء مكة المكرمة أن يألف كتابا فى سعة علوم الرسول المصطفى ﷺ قام مولانا بتأليف كتاب أخر باللغة العربية فى ثلاثة أيام أسماه : «الدولة المكية بالمادة الغيبية».

وإلى جانب هذا نظم مولانا أحمد رضا خان أشعار عربية فى مدح عديد من علماء مكة المكرمة والمدينة المنورة ، تبين شغفه بهؤلاء العلماء . إن من يطالع ديوانه العربى الموسوم «ببساتين الغفران» الذى جمعه ورتبه الأزهرى السيد حازم محفوظ يجد هذه الأشعار التى تفيض بالإجلال والتعظيم والاحترام والحب لعلماء العرب .

إننا فى ديوانه الأردى الموسوم «بحدائق بخشش» نراه وقد افاض وهام معجبا بالعرب ووطنهم وكل شئ فيه ، كما نراه يهيم مادحا سيد العرب والعجم ﷺ، فقد فاق مدحه أياه كل حد وكل وصف ، حتى عرف ولقب بحسان القرن العشرين . ومما قاله ما ترجمته :

(إننى جالس فى الهند غير ان فؤادى متعلق بالعرب وسيدهم المصطفى ، إننى عاشق محب للعالم العربى ، إننى أبغض كل شئ فيه فحينما سافرت إلى الأراضى المقدسة موطن حبيبى المصطفى ، قبلت ترابها ، وعانقت زهورها حتى زات الأشواك منها . إننى أصرح قائلا : ليس هناك أرض أفضل من أرض العرب، وليس هناك شعب أكرم من الشعب العربى ، وليس هناك أعظم من المصطفى إمام العرب والعجم) .

هذا مثال مما أنشده مولانا أحمد رضا خان ، وهذا بعضا من تكريم علماء العرب الذين عايشوه وعاصروه ، ولم نجد من بينهم من خرج عن هذا الإجماع.

وفى عصرنا المعاصر رأينا نظرة نفر من العرب لمولانا أحمد رضا خان قد تبدلت ، ويمكن أن يرجع ذلك إلى أن هؤلاء لم يطالعوا أقوال علماء العرب الذين عايشوا وعاصروا مولانا أحمد رضا خان . كما لم يطالعوا سيرته ومؤلفاته . إن ما جاء فى الكتاب الصادر فى الرياض ، والمعجم الصادر فى بيروت لا يمت للحقيقة بصلة ، كما أن من اعتمدوا عليهما وساروا فى ركبهما ضلوا طريق الأنصاف .

إننا نرغب لمن يتصدوا للتاريخ لأعلام الإسلام السابقين أن يعتمدوا على مصادر موثوقة مما كتبها معاصريهم ، وهذه هى اللبنة الأولى فى منهج التحقيق والتأريخ العلمى الصحيح والمحايد .

إن من يؤرخون دون الاعتماد على مصادر موثوقة ويكتفون بأنها صدرت فى بلد ما نقول لهم : ارفعوا أيديكم عن مولانا أحمد رضا خان وعن كل إمام وقف حياته من أجل أمته الإسلامية ، من أجل الأجيال القادمة التى نرغب تعريفها بأعلام الأمة فى اعتزاز بهم واعترافا بخدماتهم ، ولا نرغب التشكيك فيهم فى إجحاد لخدماتهم لأمتهم .

وفقنا الله لنصرة إمام مظلوم بين نفر من العرب اليوم ـ هذا الإمام الذى طالما تغنى بالعرب ووطنهم فى نشوة إعجاب . فرحمه الله ورضوانه على إمام العجم والعرب مولانا أحمد رضا خان ، الذى كان يرى أنه الخادم المخلص لأمته وإمامها الأعظم الرسول المصطفى ﷺ .



ادائیگیٔ زکوٰۃ

ایک تجویز ایک گزارش

ہر صاحب نصاب احکام الٰہی کے تحت ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ مستحقین زکوٰۃ میں افراد کے علاوہ دینی مدارس کے طلباء بھی شامل ہیں۔ لیکن ان مدارس میں جو طالب علم زیر تعلیم ہیں ان کی بہت بڑی اکثریت مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے دینی کتب کے حصول میں ناکام رہتی ہے اس لئے کہ دینی مدارس بھی اپنے محدود وسائل کے سبب زیر تعلیم طلباء کو فرداً فرداً ضروری دینی کتب مفت مہیا کرنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا مستحق طلباء کو مفت دینی کتب کی فراہمی بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خود کی تصنیف شدہ اور آپ پر تحریر کردہ محققین، علماء و فضلاء، مشائخ عظام کی نادر کتابیں ادارہ نے اپنے قیام کے (۲۲) بائیس سالوں میں کثیر تعداد میں اردو، عربی، انگریزی، فارسی، سندھی، پشتو و دیگر زبانوں میں شائع کی ہیں اور حتی المقدور ان کتابوں کو بغیر کسی ہدیہ کے ہم نے تقسیم بھی کیا ہے۔ لیکن ادارہ کے انتہائی محدود وسائل کی وجہ سے ہم دینی مدارس کے تمام طلباء کی ضرورت پوری کرنے سے قاصر ہیں۔ ایسی کتابیں فہرست ذیل ادارہ ھذا کے اسٹاک میں موجود ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم صاحب نصاب حضرات کی خدمت میں مندرجہ ذیل طریقہ کار تجویز کر رہے ہیں جس سے ایک طرف تو زکوٰۃ کی ادائیگی احکام الٰہی کے مطابق کی جاسکتی ہے تو دوسری طرف دینی مدارس میں زیر تعلیم طلباء کو مفت کتب کی فراہمی بھی ممکن ہوسکتی ہے۔

تجویز اور گزارش یہ ہے کہ صاحب نصاب حضرات امسال زکوٰۃ کی رقم میں سے یہ کتابیں ادارہ سے 50% ڈسکاؤنٹ پر حاصل کر کے مستحق طلباء میں مفت تقسیم کرنے کا اہتمام کرسکتے ہیں۔ اس طریقہ کار کے تحت ایک طرف تو ادائیگی زکوٰۃ کا فریضہ احکام الٰہی کی روشنی میں ادا کیا جاسکتا ہے اور دوسری طرف دینی مدارس میں زیر تعلیم طلباء کی ضرورت بھی پوری کی جاسکتی ہے۔ مزید یہ کہ ادارہ ھذا کی جو کہ ایک طویل عرصہ سے مسلک اعلیٰحضرت کی پرخلوص خدمت انجام دے رہا ہے، معالی معاونت میں بھی آپ شریک ہوسکیں گے۔

مجوزہ طریقہ کار کے تحت اگر آپ تعاون کرنے کے خواہش مند ہوں تو آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ:

۱- مذکورہ فہرست میں سے جو کتابیں آپ مفت تقسیم کرنے کے خواہشمند ہوں ان کی تعداد کا تعین کر کے اس رقم کا ڈرافٹ ادارہ کے نام بنوا کر ہمیں بھیج دیں۔

۲- کتابیں آپ کو بھی ارسال کی جاسکتی ہیں اور آپ براہ راست مستحق طلباء میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

۳- اگر آپ کی خواہش ہو کہ یہ کتابیں آپ کی جانب سے ہم اپنے طور پر دینی مدارس کے مستحق طلباء میں تقسیم کردیں تو یہ فریضہ بھی ہم انتہائی خلوص کے ساتھ انجام دیں گے رمضان شریف کی آمد میں ابھی تقریباً تین ماہ ہیں۔

برائے کرم مندرجہ بالا تجویز اور گزارش پر ضرور غور فرمائیں اور اس کار خیر میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اس سلسلہ میں کسی قسم کی وضاحت درکار ہو یا مشورہ دینا چاہیں تو بذریعہ ڈاک، فیکس یا ٹیلیفون پر رابطہ فرمائیں۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی فہرست کتب

نمبر شمار	کتاب کا نام	زبان	تصنیف کردہ/مترجم کا نام	صفحات	ھدیہ
1	مجدد الف ثانی امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ	اردو	ڈاکٹر مجید اللہ قادری/ابو السرور محمد مسرور احمد	80	25
2	کنز الایمان کی عرب دنیا میں پذیرائی	اردو	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	16	06
3	شاہ احمد رضا بریچ افغانی	پشتو	محمد اکبر اعوان	56	20
4	آفتاب بریچ	فارسی	محمد اکبر اعوان ترجمہ دکتور ابوالحسن اختر	22	10
5	امام احمد رضا اور علماء بہاولپور	اردو	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	72	20
6	Imam Ahmed Raza Bareilvi	انگریزی	سید وجاہت رسول قادری	16	10
7	تحریک ترک تقلید اور فتاویٰ رضویہ	اردو	ڈاکٹر جلال الدین نوری	32	10
8	امن و اخوت کے عظیم داعی	اردو	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	38	12
9	اصلاح معاشرہ	اردو	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	24	06
10	رد فلسفہ قدیمہ (الکلمۃ الملہمہ)	اردو	امام احمد رضا محدث بریلوی	139	40
11	بلا سود بینکاری (کفل الفقیہ الفاھم)	اردو	امام احمد رضا محدث بریلوی	165	40
12	The Light	انگریزی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	20	20
13	Revolving Sun & the Static Earth	انگریزی	امام احمد رضا، ترجمہ نگار عرفانی چشتی	22	20
14	امام احمد رضا اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت	اردو	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	24	10
15	کنز الایمان اور معروف تراجم القرآن	اردو	ڈاکٹر مجید اللہ قادری	738	300
16	تذکرہ مولانا سید وزارت رسول قادری	اردو	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	96	20
17	دار العلوم منظر اسلام (بریلی شریف)	اردو	ڈاکٹر محمد مسعود احمد، وجاہت رسول قادری	48	12
18	تکریم ثلاثۃ من علماء مصر	عربی	علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری	72	15
19	مولانا احمد رضا خاں کی علمی و ادبی خدمات	اردو	ڈاکٹر غلام یحییٰ مصباحی	192	50
20	حدائق بخشش (جدید ایڈیشن)	اردو	کلام امام احمد رضا محدث بریلوی	288	50
21	الامام احمد رضا حنفی علی میزان الانصاف وفی ظلل الفتاویٰ الرضویہ	عربی	علامہ عبد الحکیم شرف قادری	64	15

نمبر شمار	کتاب کا نام	زبان	تصنیف کردہ/مترجم کا نام	صفحات	ھدیہ
22	حیات مولانا احمد رضا خاں	اردو	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	192	70
23	آئینہ رضویات (دوم)	اردو	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	368	130
24	آئینہ رضویات (سوم)	اردو	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	392	130
25	A Baseless Blame	انگریزی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	88	30
26	دودھ کے رشتے (الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن)	اردو	امام احمد رضا خاں	40	12
27	حاشیہ جامع الافکار	فارسی	امام احمد رضا خاں	80	30
28	الشیخ احمد رضا خاں البریلوی	عربی	الدکتور محمد مسعود احمد	148	30
29	بساطین الغفران	عربی	محمد احمد رضا خاں ترجمہ حازم محمد احمد عبدالرحیم (قاھرہ)	352	300
30	البدور فی اوج المجذور	فارسی	احمد رضا خاں محدث بریلوی	32	30
31	البرھان القویم علی العرض والتقویم	فارسی	امام احمد رضا خاں محدث بریلوی	16	05
32	رویت ہلال	فارسی	احمد رضا خاں محدث بریلوی	20	20
33	تاج توقیت	فارسی	امام احمد رضا خاں	20	05
34	امام احمد رضا اور علمائے لاہور	اردو	ڈاکٹر مجید اللہ قادری	160	60
35	Ghous-ul-Azam Dastagir	انگریزی	عبدالعزیز عرفی	243	100
36	معارف رضا ۱۹۹۰ء	اردو/انگلش		256	50
37	معارف رضا ۱۹۹۱ء	اردو/انگلش		368	100
38	معارف رضا ۱۹۹۳ء	اردو/انگلش		296	70
39	معارف رضا ۱۹۹۴ء	اردو/انگلش		304	70
40	معارف رضا ۱۹۹۹ء	اردو/انگلش		272	90

أنوار الانتباه في حلّ نداء يا رسول الله ﷺ

THE VALIDITY OF SAYING YA RASOOLALLAH



By

Taajul-Ulama Badrul-Foqaha Mujaddid-e-Mehta-Haadara Hujjate-Qaahira Imam Ahmad Rida Al-Qaadiri Barkaati Muhaqqiq Bareilwi



Translation by
Durwesh Abu-Muhammad Abdul-Haadi Al-Qaadiri Ibnush-Sheikh

Published by
Imam Ahmad Raza Academy
Durban, South Africa

A Barkaatur-Raza Publication

بر کات الامداد لاهل الاستمداد

BEACONS OF HOPE

The Blessings of Assistance from the Solicitors of Divine Aid

By:
**IMAM-E-AHLE SUNNAT
AALA HAZRAT IMAM AHMED RAZA
KHAN QADRI BARKATI**
(RADI ALLAHU ANHU)

Special Thanks to Imam Ahmed Raza Academy
(Durban, South Africa)

Translated by:
Sheikh Abdul Hadi Qadri Razavi

On the Occassion Of
**The 150th Birth Anniversary
of Imam Ahmad Raza**
Celeberated all over the world
on 10th of Shawwal 1422 H. (26th Dec. 2001)


Published By
RAZA ACADEMY
26. Kambekar Street, Mumbai - 400 003.

منبه المنيه بوصول الحبيب الى العرش والرّويه

DIVINE VISION

By:

**IMAM-E-AHLE SUNNAT
AALA HAZRAT IMAM AHMED
RAZA
KHAN QADRI BARKATI**
(RADI ALLAHU ANHU)

Special Thanks to Imam Ahmed Raza Academy
(Durban, South Africa)

Translated by:
Sheikh Abdul Hadi Qadri Razavi

On the Occassion Of
**The 150th Birth Anniversary
of Imam Ahmad Raza**
Celeberated all over the world
on 10th of Shawwal 1422 H. (26th Dec. 2001)

Published By

RAZA ACADEMY
26, Kambekar Street, Mumbai - 400 003.

Hakim Muhammad Said, Chairman Hamdard Foundation, Pakistan

During the last century, the place of Maulana Ahmad Raza Khan (may Allah be pleased with him) is distinctively remarkable among the creed of scholars (tabqa-e-Ulma) and the great personalities who appeared on the scene. The canvas of his academic, religious and pan-Islamic (milli) services is very vast. Fazil Bareillvi has cyclopaedic knowledge and skill in the condition of the Islamic Laws (fiqh) and the faculties of religious knowledge (deeni uloom). His unique insight represents the mind and thoughts of the scholars of the past (Ulema-e-Sulf) in the fields of science and medicine, and had no distinction between the religious and temporal branches of knowledge.

The facts of his personality invite both the scholars of the present age and the students of the universities, to read and think about the problems of life and the universe. His accomplished works are a valuable academic heritage for us, and through a resourceful study of his life and works, we may bring many new vistas of knowledge (sciences and arts) into light.

(Imam Ahmad Raza Conference Souvenir, Karachi, 1988, P. 15)

Mir Khalil-ur-Rehman, Editor Daily Jang (Urdu), Karachi, Lahore, Rawalpindi, Quetta and London - (U.K.)

Ala Hazrat Imam Raza Khan possessed flamboyant characteristics. Allah the Almighty had bestowed upon him a mind powerful and apprehensive. He had completed the study of all the customary prescribed books at a tender age. Ala Hazrat had no parallel in knowledge, both religious and temporal, and he was a unique writer of countless books and treatise. Millions of people belong to his school of thought in the Indo-Pak. sub continent.

(Imam Ahmad Raza Conference Souvenir, Karachi, 1987, P. 28)



The impact of his personality and work upon his followers is so immense that any other contemporary metaphysician could not attract his followers. In the beginning of the Khilafat Movement, the Ali Brothers visited him to seek his signature on the Fatwa regarding the Non-cooperation Movement. Imam Ahmad Raza said:" Maulana there is a difference between your and my politics. You are a supporter of the Hindu-Muslim Unity, but I am an opponent". When the Imam Sahib saw that the Ali Brothers had become dejected, he said, "Maulana I am not against the political freedom of the Muslims, but I oppose the Hindu-Muslim Unity."

For this opposition, the great reason was that the supporters of the Hindu-Muslim Unity, with their arguments good or bad, had flown away so far that a religious scholar (Alim-e-Deen) could not support this unity. Maulana Ahmad Raza Khan Bareillvi raised objections on some writings and actions of Maulana Abdul Bari Farangi Mahali, who himself says: "I committed many sins, knowingly and unknowingly, and I am ashamed of them. Verbally,practically and in writing, I committed such matters for which I never thought were sins. Maulana Ahmad Raza Khan maintain them as a divergence or betrayal of Islam and hence accountability is unavoidable, and as there is no decision or exmaple left by the forernuuners so I recant and affirm my full confidence in the decision and thinking of Maulana Ahmad Raza Khan."

(Ma'arif-i-Raza, Karachi, Vol 1986, P. 83)

Maulana Mahir-ul-Qadri, (Indo-Pak. famous journalist and poet)

Maulana Ahmad Raza Khan was an all round scholar of religious thought and philosophy.

He enjoyed commanding knowledge of mathematics as well. However he had the unique privilege of specialising in Naatia Poetry (i.e. composition of poems in praise of the Holy Prophet - peace be upon him) altogether neglecting the traditional romantic poetry of Urdu Literature.

His brother Maulana Hassan Raza was a romantic poet and, as his pupil, sought guidance from the renowned romantic poet of the time Dagh Dehlvi. Once he recited the following couplet of Ala Hazrat before Dagh.

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

Dagh was overwhelmed and remarked, "A Moulvi (deeply religious man) writes such a romantic couplet ?"

(Faran, Karachi, Sep. 1973, P. 44-45)

is history making and a history unicentral in his self.

You may estimate his high status from the fact that he spent all his lifetime in expressing the praise of the great and auspicious Holy Prophet (peace be upon him) in defending his veneration, in delivering speeches regarding his good conduct (سیرت طیبہ), and in promoting and spreading the law of Shariah which was revealed upon him for the entire humanity for all times. His renowned name is Muhammad (peace be upon him) the Holy Prophet of Allah the Almighty.

These valuable books written by a cyclopaedic scholar like Imam Ahmad Raza are the lamps of light in my view, which will keep englightened and radiant the hearts and minds of the men of knowledge and insight for a long time.

(Imam Ahmad Raza Conference Souvenir, Karachi, 1988, P. 11)

Writers and Journalists

Maulana Kausar Niazi, Minister of Religious Affairs, Government of Pakistan, Islamabad (Pakistan)

Ahmad Raza Khan Bareillvi is an acknowledged leading personality as regards Na'at Go-i-(i.e. composition of poetry in praise of the Holy Prophet - peace be upon him). Some people may not agree with him in some aspects, may differ in interpretation of details of some aspects of faith, but the fact can not be denied that complete devotion to the Holy Prophet's (peace be upon him) personality is the basic theme of his poetry. Imam Ahmad Raza Khan of the Bareillvi school of thought was great religious orator but his prominent characteristic is the complete wholearted devotion to the Holy Prophet (peace be upon him). His Natia poetry (in praise of the Holy Prophet - peace be upon him) amply reflects his deep seated, all embracing love and affection for the Holy Prophet (peace be upon him)

His Natia poetry verses in praise of the Holy Prophet (peace be upon him) are extensively and popularly recited in religious gatherings with great fervour and affection.

(Kausar Niazi : Andaz-i-Bayan, P. 89-90)

Dr Ishtiaque Hussain Qureshi, ex-Minister of Education, Government of Pakistan and Vice Chancellor, University of Karachi (Sindh - Pakistan)

The book and treatise written by Imam Ahmad Raza are nearly one thousand in number.

Professors abroad

Prof. Dr. Mohiyydin Alwai, Al-Azhar University, Cairo (Egypt)

Renowned scholar Ahmad Raza Khan visited Arabia twice to perform Hajj at Makkah and pay homage to the Holy Prophet (peace be upon him) at Madina. During his stay there he visited various centres of learning and had extensive exchange of views with the scholars covering various branches of learning and religious issues. He secured permission from some authentics to quote them in reference to particular Ahadith and in return he allowed them to mention his authority in respect of some other Ahadith.

It is an old saying that scholarly talent and poetic exhuberance rarely combine in one person, but Ahmad Raza Khan was an exception. His achievements contradict this diction. He was not only an acknowledged research scholar but also a renowned poet as well.

(Sawt-ul-Sharq, Cairo, Feb. 1970, P. 16-17)

Dr. Barbara D. Metcalf, Department of History, Barkely University (America)

He was outstanding from the very beginning on account of his extra ordinary intelligence. He enjoyed a divine gift to deep insight in mathematics. It is said that he solved a mathematical problem for Dr. Ziauddin for which the learned mathematician was intending to visit Germany.

(Ma'arif-e-Raza, Vol XI, International Edition, 1991, P. 18)

Prof. Dr. J.M.S. Baljon, Department of Islamology, University of Leiden (Holland)

"Indeed a great scholar" I must confess when reading his Fatwas, I am deeply impressed by the immensely wide reading he demonstrates in his argumentations. Above it, his views appear much more balanced than I expected. He deserves to be better known and more appreciated in the west then is the case at present.

(Extracted from the letter dated : 21-11-1986, addressed to Prof. Dr. Muhammad Masud Ahmed)

Judges

Justice Naeemuddin, Judge Supreme Court of Pakistan

Imam Ahmad Raza's grand personality, a representation of our most esteemed ancestory,

Dr. Jamil Jalibi, Vice Chancellor, Karachi University, Karachi

Maulana Ahmad Raza Khan Bareilvi was emminent Jurist, leading scholar, scientist, Na'tia poet, a keen observer of Shariah and a Saint. His crowning scholarship can be imagined by the fact that he had commanding knowledge of about 54 branches of various sciences and humanities. He has contributed valuable works in almost all of them. He left behind more than a thousand treatise.

(Ma'arif-i-Raza, Karachi, 1986, P. 87)

Professors in Pakistan / India

Prof. Dr. Farman Fatehpuri, Department of Urdu, Karachi University, Karachi (Pakistan)

Maulana Ahmad Raza Khan tops the list of the regligious scholars who conferred Naatia poetry (poems in praise of the Holy Prophet - peace be upon him). He was born in 1856 and died in 1921. Maulana Hali, Shibli, Amir Minai and Akbar Allahabadi were his contemporaries. He specialised in composing poetry on the pious life and conduct of the Holy Prophet (peace be upon him).

Maulana was a staunch follower of *Shriah* in thought and action. His Naats, Salam and Manqabat, reflect passionate affection and heartfelt devotion. Simple, spontaneous and refined expressions are the main characteristics of his poetry.

(Dr. Farman Fateh Puri, Urdu ki Naatiyya Shairi Lahore, P. 86)

Prof. Dr. Mukhtaruddin Arzoo, Dean/Head of the department of Arabic, Muslim University, Aligarh (India)

His affection and hate was for the sake of Allah. Believers in Allah Almighty were his friends and non-believers his enemies.

Followers of Allah and His Last Prophet (peace be upon him) were close and dear to him. He was not unkind to his personal opponents. He was never harsh to them but he never spared the enemies of Islam.
The whole life of Ala Hazrat was illumed with the glorious observance of Sunnat-i-Nabvi (peace be upon him).

(Ma'arif-i-Raza, Karachi, 1981, P. 78)

Sayyid Abul Hassan Ali Nadvi
Nazim-i-Nudwa al-Ulema, Lucknow

He was a believer in forbidding prostration for respect which is evident from his book entitled Sujud al-Tahayya etc. This comprehensive work amply demonstrates the depth of learning and strenght of skillful logic.

He was not only a well-read, well-informed, great scholar but also a prolific compiler and writer. There is no parallel to his acute insight in the Hanafi Jurisprudence. His Fatawa (Judicial opinions) as collected in Kifl al-Faqih al-fahim fi Ahkam-i-Qirtas Al-Darahim is one testimony to this effect. He had masterly knowledge of mathematics, physics. astronomy, astrology, etc. In fact he was a man of versatile learning.

During his stay at Makka and Madina (1324/1906) he wrote several treatise and gave verdicts to some questions received from the scholars. They were dumb stricken to see his vast knowledge on the text of books on Muslim Jurisprudence and disputed dogmas; his rapid writing and intelligence.

(Nuzha al-Khawatir etc. Hyderabad (A.P.) 1971, Vol. VIII, P. 39)

Sayyid Abu Ala Maududi, Lahore, Pakistan

I have great regard of the high standard of scholarship of Maulana Ahmad Raza Khan. In fact he posses indepth knowledge of religious thought. His scholarly talent is acknowledged even by those who do not agree with him on many controversial issues.

(Maqalat-i-Yum-i-Raza, Vol. I-II, P. 60

Vice Chancellors

Dr. Sir Ziauddin, Vice Chancellor, Muslim University, Aligarh, India

Maulana Ahmed Raza Khan was an unassuming man of pleasant manners and morals, had deep insight in mathematics although he was not formerly educated by any teacher. It was an inner divine gifted inherent knowledge. My Query pertained to a theory or knotting problems of mathematics but his manner and explanation was spontaneous as if he had already carried out a research in it. Now there is none so well-versed in India.

Such a great scholar I think there is none. Allah has bestowed upon him such a knowledge that is amazing. His insight in the fields of mathematics, euclid, algebra and timings is astonishing. A mathematical problem that I could not solve despite my best efforts, this learned genius explained in a few moments.

(Muhammad Burhanul Haque; Ikram-i-Imam Ahmad Raza, Lahore, 1981, P. 59-60)

TRIBUTES PAID TO
IMAM AHMED RAZA KHAN

Saints and Savants

Allama Hidyatullah Sindhi Muhajir Madani

A versatile genius, leading scholar, eminent jurist of his time and staunch upholder of the Holy Prophet's (peace be upon him) traditions; Revivalist of the Present Century who devoted himself with all the energy at his command to the cause of Deen mateen to safeguard, protect and promote the time spirit of Shariha. He cared least for the scoldings and sarcasms of those who do not agree with him in the interpretation of the ways of Allah. He did not run after the paraphernalia of worldly life, preferred to spend his capabilities in composing the poetry in praise of the Holy Prophet (peace be upon him). He appears to be absorbed all the time in the ecstasy of the Holy Prophet's (peace be upon him) love and affection. It is quite impossible to assess the time worth of his Natia Poetry which overflows with love and affection and excels in literary beauty. His reward in this world and the hereafter can not be imagined. Maulana Abdul Mustapha Shaikh Ahmad Raza Khan Hanafi Quadri deserves the highest title of scholarship. May Allah bless him with a long life. Allah is aware of his unparellel depth of knowledge both visible and invisible and lot the masses of Ummah avail the benefits of his thought and acumen. (1912 / 1330)

(Ma'arif-i-Raza, Karachi, 1986 P. 102)

Allama Mufti Muhammad Mazharullah, Shahi Imam Masjid Fatehpuri, Delhi, India

Once I enquired about the holy sacrifice offered by the muslims, from Ala Hazzrat Raza Khan. He in a written reply described innumerable kinds of sheep which was a matter of surprise for me. I kept this letter with me. It so happened that Maulana Kifayatullah came to see me and by chance be saw that letter He was astounded and said "No doubt his learning and knowledge knows no boundaries."

(Weekly Hujum, Delhi, Imam Ahmad Raza Special Issue, Dec. 1988, P.6, Col. 3-4)

Mawlvi Ashraf Ali Thanwi, Thana Bhawan (India)

I have great respect for Ahmad Raza Khan, although he calls me a non-believer and heathen (Kafir), because I am fully aware that it is not due to any other reason but on account of his immense and passionate love and affection for the Holy Prophet's (peace be upon him) personality.

(weekly chatan, Lahore, 23rd April 1962)

of our times but 14 centuries before Quranic description about medical science is an undeniable Miracle.

I discuss briefly few topics with refrence to his books like.

a- Leprosy
b- Plaque
c- Medical Physiology
d- Modern Embryology
e- Genetics and cell biology.

The above studies shows that **IMAM AHMED RAZA** was the **REVIVALIST of the 20 the century** and his Islamic as well as scientific contributions will be remembered with pride. Muslims must follow his teachings,

Dr. Muhammad Haroon (Oxford University) has elaborated the modern education programme proposed by Imam Ahmad Raza in the early days of 20th century. Dr. Muhammad Haroon concludes that in the present circumstances where Muslims are facing humiliation all over the world, a Muslim society can survive and compete other non muslim nations only by adopting the education programme of Imam Ahmad Raza (i.e. system of education, syllabus of education and ideas of education.)



Ahmad Raza discussed the auditory theory in 1885 in Maqam ul Hadid but much in detail in his treatise "Al-Kashf Shafia fe hukm-e-phonographia"

In **"Al-Kashf Shafia"** he explained the anatomy of the outer and middle ear in relation to hearing by mentoring the membrane (Tympanic membrance/ear drum) and muscle (Tensor tympanic muscle).

Imam Ahmad Raza is the first Muslim physicist who introduced the wave theory of sound and proved experimentally that following things are necessary for hearing of sound.

1- Vibrating organ.
2- Medium air / water.
3- Propagation of waves.
4- Reciever like ear (Ear drum./ Tympanic Membrane).

BRIEF DESCRIPTION ABOUT WAVE PROPAGATION

The Muslim scientist, Imam Ahmad Raza writes:

"When two bodies strike against each other or seprate strongly in the medium air/water, vibration occurs and sound is produced. The propagation of sound is in the form of waves, compressing the air front of it. This layer of air compresses in turn the layer beyond it and so on. After compression, pressure is decreased causing with vibration compression and rarefactions are sent out in regular successions. These waves at last reach the ear (external ear) having air, strike the membrane (tympanic membrance/ ear drum) and the muscle (tensor tympani muscle) and produce the sensation of hearing.

SOUND

The Muslim scientist, Imam Ahmad Raza has elaborated sound and waves motion theory in 1909.

In the beginning Imam Ahmad Raza explained the difference between photography and phonography, Discussing phonography, he has written two preludes. In the first prelude, he discussed.

1- What is sound?
2- How it is produced?
3- How it is heard?
4- After its prodction whether it remains or disappears
5- Whether it exists outside the ear or originates within the ear?
6- What is its relation to the soniferous (one that makes sound)
7- Whether, it is intrinsic property or extrinisic?
8- Whether it continues to exist or not after its disappearance.?

The writer has also written a research paper named "Imam Ahmad Raza and modern communication system "Which has been published in Maarif-e-Raza in 1998 by Idara Tehqeeqat-e-Imam Ahmed Raza Karachi.

IMAM AHMAD RAZA AND MEDICAL SCIENCE

The contribution to medical science by Imam Ahmad Raza is comprehensive and magnificent. He has written several treatises on Medical Sciences. In his treatises, he has maintained the supremacy of God and explained that the development of science is the <u>pinnacle</u>

common market)

d- Propagation of Islamic Sciences.

Colombia university has awarded the degree of Ph.D to Usha Sanyal in 1991 for her research work on Imam Ahmad Raza's political contribution.

TRANSLATION OF THE HOLY QURAN.

Ala Hazarat Imam Ahmad Raza Khan has translated the Holy Quran "Kanz-ul-Iman" Published in 1911. Translation reflects the true sense, not substitution of the words only. Undoubtedly, The Holy Quran is the heighest book revealed by Almighty Allah. Its translation into another language can only be done by an expert of religion who possesses equal command of both the languages. It is most surprising that Imam Ahmad Raza dictated the translation to his Khalifa Allama Amjad Ali Azmi in extempore. The original manu script has no corrections and omissions, which is unique and astonishing.

Dr. Majeed-ul-Allah Qadri (Professor Karachi University) has written Doctoral Dissertation on the comparative study of "Kanzul Iman" and other selected Urdu Translations. Krachi University has awarded him the Degree of Ph.D. in 1993.

ISLAMIC JURISPRUDENCE.

Amongst his prolific writings "Fatava-e-Razawiyya" is more than worthy which has been compiled in 11 volumes. Each volume consists of approximately 1000 pages and all volumes having a bright streamline of discussions and full of scientific knowledge.

IMAM AHMAD RAZA AS A SCIENTIST

Many scientists, who never receive recognition for thier work, have contributed to the development of science like Imam Ahmad Raza Khan. He was a renowned Muslim theologian, Supergenius, was born in India (up-Bareily). He enjoyed a divine gift of deep insight in Mathematics and his authority in Mathematics is well recognized - confirmed by Dr. Sir Zia-ud-Din (Vice chancellor Ali Garh University)

He wrote a number of books on Arthematics, Algebra., Goemetry, Trigonometry, Spherical trigonometry, Logarithm, Astronomy, Astrology, Geology, Numberology, Chemistry, Physics, Psychophysics, Physical optics, Hyedrochynamics, Formulation of Ultrasound Machine, Biology, Psychology, Phonology, Metereology and Medical Science, Medical Physiology, Medical Embryology and Genetics etc.

ATOMIC THEORY

Imam Ahmad Raza like other scientists, (J.J.Thoms, Neil Bohr, and Rutherford) has discussed the atomic theory in the light of Quran.

He has wirtten a book named "Al-kalma-tul-Mulhamah" covering the topics of:

1- Existence of space
2- Lattice formation
3- Intermolecular spaces
4- Bond tupes etc.

AUDITORY THEORY

IMAM AHMAD RAZA & VON HELMHOLTD.
(1856-1921 A.D.) (1821-1894)
The eminent scholar of the East, Imam

THE REVIVALIST OF THE 20TH CENTURY

By :

Dr. Muhammd Maalik

The realities tell us that there is no dearth of renowned personalities in the history of Islam who made rich contribution in various fields of knowledge through their divine gifted qualities of learning, wisdom and insight.

Amongst them the most outstanding, multi dismensional and versatile personality of the present time is Ala-Hazarat Imam Ahmad Raza Khan Bareilvi (1856-1921). He enjoyed, such a command in more than hundred branches of knowledge that only experts of that special faculty can discuss fully and successfully. This fact can not be denied that such verstality and intensity is found neither in his contermporaries nor after him.

He was a devotee of the Holy Prophet (Peace be upon him) to the deepest chambers of his heart. The most grandeur and commendable aspect of his life is promoting the love for the Holy Prophet (Peace be upon him). He continued to struggle to protect the true spirit of Islam.

RELIGIOUS POETRY.

Imam Ahmad Raza tops the list of religious scholars who conferred naatia poetry on account of his excellence poetic collection entitled "Hadaiq-e-Bakhshish"

The renowned poetic scholars have appreciated the religious poetry of Ahmad Raza like: Dr. Farman Fateh Puri, Ehsan Danish, Professor G.D. Qureshi (Birmingham University) etc, Mohi-ud-Din Alwai (Professor Al-Azhar University Egypt).

PAKISTAN MOVEMENT

Imam Ahmad Raza served as a unifying force among the Muslims of the sub-continent against the servitude of the English and Hindus and their feeling of liberty. Thus he was the foremost profounder of the "Two Nation Theory" which paved the way for the creation of Pakistan in 1947.

As a revialist, Politician and Economist Imam Ahmad Raza borught forward practical measures to solve the socio-economic problems of the Indo-Pak and surpassed G.M. Keynes, (British Economist 1936). He wrote an article in 1912 entitled "Tadbeer Falah-o-Nijat-o-Islah" mentioning four accomplished points pertaining to Muslim prosperity:

a- Saving and investment
b- Concept of banking
c- Mutual trade or purchase among Muslims or Muslim countries (i.e. Muslim

In order that Allah shall condone your past and future sins (Rashid Said Kassab)

so that Allah may forgive your past and future faults. (Sheikh 'Izziddin Al Hayak)

That Allah may for give you your sins of the past and the future. (Dr.Muhammd Muhsin and Dr.Muhammad Taqi-ud-Din

Imam Ahmad Raza Khan observes great prudence in the translation of the meaning of this verse which is in consonance with the dignity of the prophet:

That Allah may, for your sake, forgive the sins of your ancients and of your posterity. (Kanz ul Iman)

The comparative study of Imam Ahmad Raza Khan's explanatory translation of the Holy Qur'an with a select English translations leads us to believe that the Imam was indeed inspired byDivine Sustenance in his sincere effort to interpret the meaning of the Holy Qur'an into Urdu. It is worth mentioning here that Imam Ahmad Raza Khan had himself deduced his date of birth from a Qur'anic verse which reads as:

اولئک کتب فی قلوبهم الایمان
وایدهم بروح منه:
۱۲۷۲ هجری
(سورۃ المجادلۃ:۲۲)

These are the ones whose hearts Allah has stamped with faith, and He has helped them with a Spirit from Himself. (Kanz ul Iman)

CONCLUSION:

On a very close examination of the Kanz ul Iman, a unique explanatory Urdu translation of the meaning of the Holy Qur'an, it becomes evident that Imam Ahmad Raza Khan was guided by the Divine Providence in his understanding of the Holy Book. Indeed, Allah inscribed faith in his heart and helped him with a Spirit from Himself. This comparative study will enable our readers to appreciate the depth of knowledge of Imam Ahmad Raza Khan and his steadfastness in Islam. He has interpreted the meaning of the Holy Qur'an in the light of widely referred and most authentic commentaries. The assiduity with which he has rendered the Book of Allah into Urdu is exemplary. His translation of the Holy Qur'an is a living testimony to his trust in Allah's Exaltedness, and his veneration for the Prophet (peace be upon him); it illiminates the lamp of true faith, love and respect of Allah and the Holy Prohet in the heart of Urdu Knowing Muslims across the world. Mos Importantly, Kanzul Iman warns us of the risks involved in using translations of the Meaning of the Holy Quran in different languages as our reference.

وما تو فیقی إلا بالله علیه تو کلت

وّهو رب العرش العظیم

☆☆☆

The Holy Qur'an says: ووجدل ضالا فهدى
(سورة الضحیٰ:۷)

Did He not find thee wandering and direct (thee)-? (Pickthall)

And He found thee Wandering, and He gave Thee guidance. (Abdullah Yusuf Ali)

Did He not find thee erring, and guide thee/ (Arberry)

Did He not find you wandering and guide you? (N.J.Dawood: revised edition, op.cit.)

And find you lost (i.e.unrecognized by men) and guide (them) to you?
(M.H.Shakir)

He found you lost and guided (you)
(Dr.Thomas B.Irving)

And He found you in error and guided you.
(Sheikh' Izziddin Al Hayak)

And He found you unaware (of the Qur'an, its legal laws and Prophethood) and guided you?
(Dr.Muhammad Muhsin and
Dr.Muhammad Taqi-ud-Din)

Compare the above translations with Imam Ahmad Raza Khan's interpretation which upholds the dignity of the Holy Prophet (peace be upon him):

> **And He found you engrossed in His love, therefore gave way unto Him.** (Kanz ul Iman)

Appreciating the merits of Imam Ahmad Raza Khan's Urdu translation of the meaning of the Holy Qur'an and comparing it with several other translations (both in English and Urdu), Shah Faridul Haque, the English translator of the Kanz ul Iman, observes that "translators have translated the word Dhal (ضال)in such a way that it affected directly the personality and prestige of the Prophet (peace be upon him) whereas the consensus is that the Prophet (peace be upon him) is sinless prior to the declaration of the prophethood and after the declaration. The words wandering, groping, erring are not befitting to his dignity. The word (ضال) has many meanings; the most appropriate meaning has been adopted by Ala Hazrat Ahmad Raza Khan" (24)

The Holy Qur'an says:

ليغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وما
تاخرويتم نعمته عليک (سورة الفتح:۲)

That Allah may forgive thee of thy sin that which is past and that which is to come, (Pickthall)

That Allah may forgive thee thy faults of the past (Abdullah Yusuf Ali)

that God may forgive thee thy former and thy latter sins, (Arberry)

so that Allah may forgive your past and future sins, (N.J.Dawood: revised edition, op.cit.)

So God may forgive you for any offence of yours you have committed previously or whatever you may do later on, (Dr. Thomas B.Irving)

(Abdullah Yusuf Ali)

Surely my Lord is on a straight path.

(Arberry)

Surely my Lord is on the right path.

(M.H.Shakir)

My Lord is on a Straight Road.

(Dr. Thomas B.Irving)

My Lord is on a straight path;

(Sheikh 'Izziddin Al Hayek)

Verily my Lord is on a Straight Path.

(Rashid Said Kassab)

Verily my Lord is on the Straigh Path (truth)

(Dr.Muhammad Muhsin and Dr.Muhammad Taqi-ud-din)

Imam Ahmad Raza Khan's interpretation of the same verse is incredible: it responds to the disposition of the Holy Qur'an and upholds the Dignity of Allah. Now compare his following explanatory translation with the above interpretations:

Indeed my Lord is to be met on the straight path. (Kanz ul Iman)

Imam Ahmad Raza Khan firmly believed that the respect and love of Prophet Muhammed (peace be upon him) was an integral part of Iman. In his famous Urdu treatise titled as Tamheed-i-Iman, he cites the Holy Qur'an in support of this belief. The Holy Qur'an says:

انا ارسلنک شاهداومبشرا و نذیرا لتؤ منواباللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا (سورۃ الفتح ۸-۹)

Surely We have sent you as a witness (present and seeing) and bearer of gald-tiding and warning. So that O people, you may believe in Allah and His Messenger, hold the Messenger in great esteem and reverence, and glorify Allah at the dawn and in the evening.

(Kanz ul Iman)

Drawing argument from the above verses Imam Ahmad RAza Khan addressed to the Muslims:

O Muslims, note that your Allah Almighty says here clearly that there are three aims of sending to you the faith of Islam and revealing to the Prophet the Holy Qur'an: First, that people should believe in Allah and His Prophet. Second, that people should respect the Prophet (peace be upon him). Third, that people should worship Allah Almighty. O Muslims, note the beautiful order in which these three important things have been mentioned. In the beginning Allah has mentioned His worship and between these two He has mentioned His beloved Prophet. The reason is that belief without respect for the Prophet is of no use (23).

Al-Imran:54.

3. Say: "God is much swifter in scheming". Yunus : 21

4. Those before them have plotted, even though God (controls) all plotting. Al-Ra'd : 42

Rashid Said Kassab's translation is also not without such errors as will be noticed in the following examples:

1. Then (the jews) plotted (against him), and Allah "plotted" (against them) Allah is the best of those who plot. Al-Imran: 54

2. Those who lived before them plotted (against their Apostles). But all plotting is under Allah's Control. Al-Ra'd:42

The Urdu translation of the meaning of the above four verses in the Kanzul-Iman will read in English in the same order as follows:

1. And they plotted their own plot and We drew our veiled plan and they remained unaware. Al-Naml:50

2. And the infidels plotted and Allah drew veiled plan for their destruction and the veiled planning of Allah is the best. Al-Imran : 54

3. Say you: 'the veiled planning of Allah is swiftest'. Yunus:21

4. And those before them have already plotted, but the entir veiled plans belong to Allah. Al-R'ad: 42

Here it will be noticed that Imam Ahmad Raza Khan has made a distinction between the "plot of a man" and the **"veiled plan of Allah"**. Some of the English versions have 'plot' or 'scheming for the plan or devise of Allah'. According to the Longman Dictionary of Contemporary English, plot' "means a secret plan, involving several people, to do somthing harmful or illegal" (19) "Scheme" when used as a verb means to secretly make clever and dishonest plans to get or achieve something"(20) In contrast, 'plan' as noun refers to 'intention', that is , "something you have decided to do or achieve" (21)

Plan, planned, planning as verb means "to think carefully about something you want to do in the future, and decide exactly how you will do it". With the exception of Abdullah Yusuf Ali, Arthur J. Arberry, M.H. Shakir, Dr. Muhammad Muhsin Khan and Dr.Muhammad Taqi-ud-Din Al-Hilali, the rest of the translators included in this study have faltered in their English rendering of meaning of the above cited verses.

ان ربی علی صراط مستقیم(سورۃ ہود، ص۵۶)

The English translations included in the present study give us the following meaning:

Lo: my Lord is on a straight path (Pickthall)

Verily, it is my Lord
That is on a straight path.

٣–قل الله اسرع مكرا

(سورة یونس:٢١)

٤– وقد مکرالذین قبلهم فلله المکر جمیعا

(سورة الرعد:٤٢)

Examples of the erroneous translation of the meaning of the above verses are given below:

1. So they plotted the plot: and we plotted the plot, while they perceived or not. Al-Naml 50.

2. And they (the disbeliverers) schemed, and Allah schemed (against them): and Allah is the best of schemers.
Al-Imran :54

3. Those who were before them plotted, but all plotting is Allah's
Al-Ra'd: 42

(Pickthall)

1. And they devised a device, and We likewise devised a device, while they were not aware. Al-Nami: 50

2. And they devised, and God devised, and God is the best of devisers. Al-Imran: 54

3. Say 'God is swifter at devising. Yunus: 2I

4. Those that were before them devised, but God's is the devising altogether. Al-R,ad:42 (Arthur J.Arberry)

1. And they devised a scheme and We divised a scheme, without their knowledge. Al-Naml: 50

2. They (the jews) schemed, and Allah schemed. Allah is the supreme schemer. Al-Imran: 54

More swift is Allah's scheming. Yunus:21

4. Those who have gone before them also plotted, but Allah is the master of every subtle device. Al-R'ad:42
(N.J.Dawood, revised edtion, op.cit)

1. They plotted a plan, but We plotted a plot, while they did not perceive it. A-Naml: 50

2. The unbelievers plotted (to kill Jesus-peace be on him) and Allah planned too. And Allah is the best of the planners.
Al-Imran: 54

3. Allah is quicker in scheming. Yunus: 21

4. Those who have gone before them also plotted, but all plotting is Allah's. Al-R'ad:42

(Sheikh 'Izziddin Al Hayak)

Dr. Thoms B.Irving committed the same mistake when he chose the word "plot" for Allah's 'veiled plan'. Following examples from his translation of the Holy Qur'an would convince the readers that this is by no way an improvement on Pickthall's English version of the Holy Book.

1. They plotted away while we plotted too, and they did not even notice it. Al-Naml : 50.

2. They plotted, while God plotted, however God is the best plotter!

said at the outset that the merits of the Urdu translation can be judged best by those who know Urdu language. Here we will be content with the English version of the kanz ul Iman . The present author is not in total agreement with the English version of the Kanz ul Iman rendered by Shah Faridul Haq. For this reason the author will give his own English rendering of Kanz ul Iman wherever it will be reuired. (It gives the author great spiritual satisfaction to inform his readers that, Alhamdulillah, he has completed the English translation of the Kanz ul Iman, Inshallah, it will soon be brought to light).

The Kanz ul Iman opens with a novel (Urdu) Translation of بسم اللہ الرحمن الرحیم It reads as: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ھے

This may be translated into English in the following words:
Allah, Most Gracious, Mercy - giving, beginning in His Name.

The novelty of the above rendering of بسم اللہ الرحمن الرحیم is that it actually begins with the name of 'Allah'. This may be compared with other English translations given below.

In the name of Allah, the beneficent, the Merciful. (Pickthall)

In the name of God, Most gracious, Most Merciful. (Abdullah Yusuf Ali)

In the Name of God, the Merciful, the Compassionate. (Arthur J.Arberry)

In the Name of Allah, the Merciful, the Compassionate. (Rashid Said Kassab)

In the name of Allah, the beneficent, the Merciful. (M.H.Shakir)

In the Name of Allah the Compassionate, the Merciful.
(N.J.Dawood; revised by Mamud Y.Zayid)

In the Name of Allah , the Most Gracious, the Most Merciful.
(Sheikh, Izziddin Al-Hayak)

In the Name of Allah , the Most Gracious, the Most Merciful.(Dr. Mohammad Muhsin and Dr. Muhammad Taqi-ud-Din)

There are some more serious lapses to be found in the English translation covered in this study. Since the lapses occur with reference to the Dignity of Allah, we would draw the attention of the faithful to take special caution in their references to English versions. Below we cite four verses from different Surhas and the English versions thereof to impress upon our readers how a lapse in rendering a word from the Qur'anic text, with particular reference to Allah Subhanahu, lands the translator in an erroneous position. The Holy Qur'an sys:

۱ –ومکروامکر اومکرنا مکراوھم لایشعرون
(سورۃالنمل ۵۰)

۲ –ومکروا ومکراللہ واللہ خیر المکرین
(سورآل عمران:۵۴)

The Ahl-i-Sunnat wal-Jammat, however, owe a debt of gratitude to Imam Ahmad Raza Khan's constant companion, Maulana Amjad Ali, the author of Bahar-i-Shariat (a code of life for the Hanafi Sunnis), who persevered in his demand for an Urdu translation of the Holy Qur'an. Iam Ahmad Raza Khan was too preoccupied with other more compelling demands. It is astonishing to know how the Holy Book had been translated without books and prior preparation. The method was very simple. Imam Ahmad Raza Khan used to dictate the translation impromptu, whch was scribed by Maulana Amjad Ali. Later when Maulana Amjad Ali and other distinguished scholars in attendenace on the Maulana compared the translation with the authentic tafasir, they were astonishingly delighted to find it in conformity with the most trustworthy tafasir (16). Scholars are of the opinion that the translation of the meaning of the Holy Qur'an was inspired by Divine Sustenance (17).

Maulana Bardruddin Ahmad, the biographer of Imam Ahmad Raza Khan, has described the salient features of Kanz ul Iman. He finds the Kanz ul Iman as the only faithful explanatory translation into Urdu since it has distinctive qualities, such as:

(i)It is in consistence with the most trustworthy commentaries of the ancients,

(ii)it reflects the committed path of the doctors of authority,

(iii)it conforms to the sound principles laid down by the experts of the interpretation,

(iV) it is novel in fluency and smoothness of expression,

(V)it is free from the use of colloquial and street slang,

(Vi)it helps in getting acquaintance with the style of speech of the Holy Verses,

(Vii)it identifies the distinctive expressions of the Holy Quran;

(Viii)it is a naked sword against the misguided who try to find blemish in Allah's Robe of Glory and His Exalted Position;

(iX)it upholds the greatness and holiness of the Prophet (peace be upon him);

(X)it is a simple translation for the common Muslims;

(Xi)but it is an ocean of knowledge and gnosis for the ulama and mashayikh (heads of sufi orders) (18).

The most striking feature of the Kanz ul Iman is that the translator has remained steadfast in his firm belief in Tawheed and in his unflinching respect for the Holy Prophet (peace be upon him) while rendering into Urdu the translation of the meaning of the Holy Book.

In the present study some examples from the Kanz ul Iman will be cited in Support of this contention. In this regared it would

best the interpreter, was when he attempted, according to his capacity, to comprehend the Will of Allah (مشیئۃ اللہ).

In addition, Islam in the Indo-Pak subcontinent is represented by several schools of theology, and almost every leading school has produced for its followers at least one Urdu translation. However, the most circulated Urdu translations of the Holy Qur'an include Kanz ul-Iman fi Tarajaman-il-Qur'an (translation by Imam Ahmad Raza Khan), Bayan ul Qur'an (translation by Maulana Ashraf Ali Thanwi), and Tafheem ul Qur'an (translation by Maulana Abul Ala (Maudoodi). The present study of Kanz ul Iman, regarded as an explanatory translation of the Holy Qur'an (2), focuses on the salient features of the Urdu translation and its comparison with some of the English translations.

Imam Ahmad Raza Khan (1856 - 1921) was a distinguished theologian of the Indo-Pak subcontinent. Imam Ahmad Raza Khan had accomplished his education at the age of thirteen years, ten months and five days on 14th Shaban 1286 A.h. (19th November 1869). Imam Ahmad Raza Khan is said to have attained knowledge in fifty nine uloom (sciences) and funoon (arts) (5).

Imam Ahmad Raza Khan wrote on a variety of subjects which have been classified under fifty distinct sciences and arts (7). The number of his books and treatises is said to be about one thousand, many of which still remain unpublished. However, his fame as a scholar rests on three distinguished works written in Urdu. These are: Kanz ul Iman fi Tarjaman i. Qur'an (completed in 1910, but was first published from Moradabad (U.P) in 1912), Hadaiq-i-Bakhshish (collection of religious poetry in the praise of Allah and the Prophet of Allah (peace be upon him) and Al-Ataya ul-Nabawiyah fi Fatawa ul-Razawiyah (collection of fatawa, divided into twelve volumes, each volume comprising about one thousand large pages).

Maulana Shah Moinuddin Ahmad Nadwi, an eminent Islamic scholar of India, acknowledges his command over jurisprudence in the following words:

> "The late Maulana Ahmad Raza Khan was scholarly writer having a vast knowledge and vision. He had extensive knowledge and deep understanding of Hadith (Holy Prophet's-peace be upon him traditions) and jurisprudence. His judicial opinions to various queries from different scholars show unique competence and comprehensive vision of thought, Qur'anic insight and creative ingenuity. His fatawa (judicial opinions)are worth reading for friend and foe alike (9).

A COMPARATIVE STUDY OF IMAM AHMAD RAZA KHAN'S URDU TRANSLATION OF THE MEANING OF THE HOLY QURA'AN

*Prof.Dr.SYED JAMALUDDIN AHMED**

ITRODUCTION:

Scholars agree that it is not possible to translate the Holy Qur'an into any other language. They also stress that the words in the Holy Text can not be substituted even by the Arabic synonyms or equivalents as they are likely to change the meaning of the Holy Qur'an. Nevertheless, the faithful across the world continue to make earnest attempt to translate the meaning of the Holy Qur'an in their respective languages in order that the word of Allah is understood by His people drawn from diverse communities and cultures. This would partly explain the abundance of translations of the Holy Qur'an in different languages. A recent study gives us an idia about the known translations of the Holy Qur'an. It mentions the exitence of 127 complete translations in Urdu. No other language except English (164) and Turkish (151) can boast of such a large number of translations of the Holy Qur'an. In fact millions of Muslims in the Indo-Pak subcontinent understand the Word of Allah through the medium of this (about one thousand year old) Islamic language. Why do we have so many translations of the Holy Qur'an in Urdu alone? Here it will be quite appropriate to cite Abdullah Yusuf Ali who rationalizes the existence of a variety of interpretations of the Holy Book in different languages. Thus he argues: "God's purpose is eternal, and His plan is perfect, but man's intelligence is limited at its very best. In the same individual it grows and declines according to the strength of his powers and the width of his experience. If we may take mankind collectively the variations are even greater from age to age and from people to people. There is thus no finality in human interpreatation. And in the thing interpreted- God's creation- there is constant flux and change" (1). Since there is no finality in human interpretation and each interpretation comes from a distinct mind, we get several interpretations of the Holy Qur'an in different languages of the world. Each interpretation tells us how

gives life to His Nabi, and He Himself Sends Salaams on His Divine Self and His Awliya.

(34) *Allama Imam Hasan Sharanbalaani* ﷺ, in his book, *Maraqi-ul-Falah* states:

يقصد معانيه مرادة على انه ينشا ها تحيه و سلاما منه

The meaning will be considered as if it is presently happening, i.e. Salaam and Salaat from the reciter.

He further states: ***"Numerous Ulama have in fact clarified this belief There are some misled individuals who profess that because Angels are deputized to convey the Salaams to the Holy Prophet*** ﷺ***, one should not use the tense of Nida. These individuals have forgotten that twice daily, the deeds of the Ummati are presented to the Beloved Habeeb*** ﷺ***. It is clearly stated in many authentic Ahadith that all the deeds of a Muslim are placed in front of the Holy Prophet*** ﷺ***, the deceased family and the deceased parents."***

The. numerous *Ahadith* on the above topic are evident in the book composed by this servant of Islam (*Imam Ahmad Raza*) entitled, *Saltanatul- Mustafa-fi- Malakoote-Kullil Wara,*

سلطنت المصطفىٰ في ملكوت كل الورىٰ

(35) Substantiating this, I will conclude this book by mentioning a *Hadith* reported by *Sayyiduna Imam Abdullah Ibne Mubarak* ﷺ *narrated by Raeesut-Taba'een Sayyiduna Saeed Ibne Musayyib* ﷺ who states:

ليس من يوم الا و تعرض على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

اعمال امته غداوة و عشيا فيعرفهم بسيماهم واعمالهم *

Not a single day or night passes by without the deeds of the Ummati being presented in front of Sayyiduna Rasoolullah ﷺ***.Therefore, the Glorious Prophet of Allah*** ﷺ ***recognizes his followers in two ways,firstly by their Alamat (signs), and secondly, by their Aa 'mal (deeds)."***

This humble servant of *Islam (Imam Ahmad Raza)*, with the Infinite Mercy of *Allah* ﷻ could have compiled a more detailed book concerning this issue, however, herein are sufficient proofs for a pious person who loves justice and honesty. Certainly, for those whom *Allah* ﷻ guides, a single letter is sufficient.

اكفنا شر المضلين يا كافي و صلى الله تعالىٰ على سيدنا

و مولانا محمدن الشافي و آله وصحبه

حماة الدين الصافي آمين والحمد لله رب العالمين

والله تعالىٰ اعلم

كتبه

عبده المذنب احمد رضا البريلوي عفي عنه

بمحمدن المصطفىٰ النبي الامي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

not be true *Muslims* who claim to have respect for the *Sayyiduna Rasoolullah* ﷺ but regard the righteous *Ulama* and *Awliya* of his *Ummah* as misled because they call on *Prophets* and *Awliya* for help. This gives a clear picture of the hatred they have for the Beloved Servants of *Allah* ﷻ. One cannot imagine their ignorance and arrogance because Allah ﷻ the Almighty befriends his *Awliya* and they reject them. The Sublime Lord Praises His *Awliya* and these idiots condemn them. ***What a tragedy!***

The question of Disbelief and Belief has been clearly explained in the famous and authentic book of Jurisprudence, *Durre Mukhtaar.* Yet, there are misled individuals who deliberately enforce their corrupt beliefs on the simple and unwary *Muslim* public. They strive to mislead and confuse the *Muslims* and proudly regard their endeavour as *Tableegh* and propagation of *Islam.* How unfortunate are these people! May Almighty *Allah* ﷻ keep us steadfast on the *Maslak* of the *Ahle-Sunnah-wa-Jama* 'ah and protect us from the evil of all astray groups. *Aameen.*

(31) The most beautiful proof of calling to the *Beloved Habeeb* ﷺ is found in *Tashahud.* Here, every worshipper salutes and calls unto the *Habeeb* ﷺ. If by using the *Nida* causes one to be guilty of Shirk, why then is *Shirk* prescribed in the *Salaah*?

Some individuals state that one does not have the intention of calling to *Sayyiduna Rasoolullah* ﷺ in *Tashahud.* In fact, one is merely conveying a message. This opinion is baseless. The religion of Islam has never commanded us to recite any *Zikr* without pondering on its meaning. Therefore, when reciting *Tashahud,* we should believe that we are directly addressing *Sayyiduna Rasoolullah* ﷺ and sending *Salaams* on him, upon oneself and upon all the pious of the *Ummah.*

(32) It is recorded in *Tanweerul Absaar* and *Shar 'ha Durre Mukhtaar* that the intention while reading the *Tashahud* is to be as follows: ***"The intention one must have at the time of reciting the Tashahud is the concentration on its meaning. In other words, one must remember that one is sending Salaams upon the Holy Prophet ~ and that one is praising Allah ﷻ Almighty. One must be assured of the fact that one is sending Salaams and not merely relaying a message."***

(33) Fatawa Alamgeer and Shar 'he Qudoori are authentic Kitaabs of Islamic Law and are accepted by all. If one carefully reads them one will find numerous proofs of similar nature. Therein is stated:

لا بد ان يقصد بألفاظ التشهد معانيها التي وضعت لها من عنده كأنه يحي الله تعالى و
يسلم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نفسه وعلى أولياء الله تعالى*

It is necessary that the words of Tashahud be interpreted according to the fact of its origin (i.e. to be present at the sacred court of the Habeeb), which means that Allah gives life to his Nabi, and He Himself sends Salaams on him and His Awliya.

On the same note it is stated in *Tanweerul-Absaar* and its commentary, *Durre-Mukh 'taar,* that:

يقصد بألفاظ (التشهد) معانيها مرادة له على وجه (الانشاء) كأنه يحي الله تعالى و
يسلم على نبيه وعلى نفسه وعلى أوليائه (لا الاخبار) عن ذلك ذكره في المجتبى*

It is necessary that the words of Tashahud be interpreted according to the fact of its origin as if it is presently happening, which means that Allah ﷻ

7. Imam Tirmidi ,
8. Imam Nisaa 'ee ,
9. Imam Bayhaqi ,
10. Imam Nawawi ,
11. Aarife-Billah Imam Taqi 'udeen Abul Hasan Ali Subki ,
12. Imam Abdul Azeem Munzari ,
13. Imam Haafiz Ahmed Qastalaani ,
14. Imam Shahab Khafaaji ,
15. Sayyidi Abdur Rahmaan Huzaili ,
16. Sheikhul Islam, Shahaabudeen Ramli Al-A nsaari ,
17. Allama Khairudeen Ramli ,
18. Sayyidi Jamaal bin Abdullah bin Omar Makki ,
19. Imam Abdur-Rahmaan Ibne Jouzi ,
20. Ghousal A 'zam, Sayyid Abdul Qaadir Jilaani
21. Imam Jalaludeen Suyuti,
22. Imam Abul Hasan, Noorudeen Ali bin Jareer ,
23. Imam Abdullah bin Asad Jafa 'ee Makki ,
24. Imam Mulla Ali Qaari,
25. Sheikh Abul Ma 'aali Mohammed Muslimi ,
26. Taajul Aarifeen, Sayyidi Abdur Razzaaq Qaadiri ,
27. Sheikh-e-Muhaqqiq Shah Abdul Haq Muhaddith Dehlawi ,
28. Sayyidi Abu Swaleh Nasr ,
29. Imam Shamsudeen Zah 'bi ,
30. Imam Mohammed bin Mohammed Al Hizri ,
31. Imam-e-Ajal Aarjfe-Billah Abdul Wah 'haab Sharaani ,
32. Sayyidi Mohammed Ghazni ,
33. Sayyidi Shamsudeen Mohammed Hanafi ,
34. Sayyidi Ahmed Kabeer-e-Awlia Badawi ,
35. Sayyidi Mohammed bin Ahmed Farghal ,
36. Sayyidi Madeen bin Ahmed Ashmooni ,
37. Sayyidi Moosa Abu Imraan ,
38. Imam Noorudeen Abdur Rahmaan Jaami ,
39. Arjfe Billah, Moulana Jalaludeen Rumi ,
40. Shah Wali 'ullah Muhaddith Dehlawi ,
41. Imam Allama Ziyaad ,
42. Shah Abdur Raheem Dehlawi ,
43. Imam Allama Ajhoori ,
44. Imam Allama Ibne-Aabideen Shaami , and
45. A ar jfe-Billah Sayyidi Ahmed bin Alwaan Yamaani .
46. Sha Abdul Azeez Muhaddith Dehlawi

Now what is your opinion about these great Luminaries of Islam? They have clearly substantiated their belief that it is permissible to call upon Prophets and Saints for assistance. It is serious crime to condemn a *Muslim* as a *Kaafir*. it is reported in the *Sahih Hadith* that if anyone calls a *Muslim a Kaafir,* he himself becomes a *Kaafir*. The *Ulama* and *A 'immah of Deen* have unanimously agreed on this decision. One can consult my *Kitaab,* النهي الأكيد عن الصلاة وراء عدي التقليد, for details on this subject.

We would like to categorically state an amazing fact - that how unfortunate is that group which considers the *Muslims* from the generation of the *As 'haab* to the present times as disbelievers and *Mushriks* because they call upon Prophets, Saints and *Ulama* for help in times of difficulty. Such people have in fact declared themselves as *Kaafirs* and *Mushriks*. They should read the *Kalima* afresh and re-enter the fold of *Islam*. Such individuals can-

(28) *Shah Abdul Azeez Muhaddith Dehlawi* , in his book, Bustaanul Muhaditheen, praises Sayyidi Sheikh Ahmed ZarooqMagh 'ribi , as follows: ***"Hadrat-e-Arfa wa Ala (The Highly Exalted Sheikh), Imamul Ulama (Leader of the Ulama) and Nizaamul Awliya (Governor of the Awliya). This great Saint is also among the Abdaal Sab 'ah (The Seven Magnjficent Abdaal) and is an authority amongst the Sufis. Among his illustrious students are personalities like Imam Shamsudeen Luq 'qaani and Imam Shahaabudeen Qas-talaani . The Saint was a Master in Shari'ah, Haqiqah and all Mystical Fields. Some of his books can be consulted to appreciate his immense knowledge and unique qualities."***

Shah Abdul Azeez further states: ***"In brief, the Saint was a man of exceptional qualities. It was beyond the comprehension of the common man and to fully comprehend his qualities is indeed beyond comprehension."***

(29) *Shah Abdul Azeez* , then quotes two sentences stated by *Sheikh Ahmed Zarooq Magh 'ribi* , which further highlights his greatness:

انا مريدي جامع لشاته اذا ما سطا جور الزمان بنكبته

وان كنت في ضيق وكرب ووحشة فناد يا زروق آت بسرعة

I indeed bless my (Mureeds) with tranquillity during times of difficulty, and perplexity, when cruelty and evil oppresses them and in times of misery and fear. Therefore (during these times) call to me 'Ya Zarooq', I will immediately come to your assistance.

(30) *Allama Ziyaadi* , *Allama Ajhoori* , *Allama Dawoodi* (The marginal writer of the *Sharah Minhaaj*) and *Allama Ibne- Aabideen Shaami* , have all prescribed a method for finding a lost item. They say: ***"One should climb on to a high spot and offer Fateha for Sayyidi Ahmed bin Alwaan Yamaani . Thereafter, invoking his name, one should say, 'Ya Sayyidi Ahmed, Ya Ibne Alwaan."'***

All Praise is due to *Allah* , who has guided me to compile this book with quotations from the golden era of the noble Sahaba and followed by the generation of *Ulama* and *Awliya* to the present time.
I have, very briefly, quoted these Luminaries. There are too many to mention.

I ask all those with corrupt beliefs and who are engaged in corrupting others: *What is your verdict on the Noble Sahaba, great Ulama and Awliya who believe that it is permissible to call out with the Harf of Nida to Ambiya and Awlia for assistance? What will you label such great personalities? Do you regard them as Kaafirs and Mushriks? If not, then Alhumdulillah! You are on the straight path. Do you classify them as Muslim or Mushrik?* If you do, then all we can say is that may the Mercifull Lord give Hidaya. *Please open your eyes and see whom you are branding as Kaafirs!*

Here is list of a few personalities who believed in seeking help from the Ambiya and Awliya by addressing them with the *Harf of Nida ('i.e. Ya).*

1. *Sayyiduna Uthmaan bin Haneef Sahabi* ,
2. *Raeesul-Mufassireen Sayyiduna Abdullah Ibne Abbaas* ,
3. *Sayyiduna Bilaal bin Haarith Munzani* ,
4. Imam Bukhari ,
5. Imam Muslim ,
6. Imam Tabraani ,

ضارعا بخضوع قلب و ذل وابتهال و التجاء
رسول الله يا خير البرايا لذالك ابتغي يوم القضاء
اذا ما حلّ حطب مدلهم فانت الحصن من كلّ البلاء
اليك توجهي وبك استنادي وبك مطامعي وبك ارتحالي

"O Rasool of Allah ﷺ.' 0 Unique among the Creation! I seek your favour on the Day of Justice. On that Day when there will be a great test, only you, 0 Prophet of Allah ﷺ! Would give me security from all calamities. I have turned to you for salvation and placed my trust in you."

26) *Shah Wali 'ullah*, records a method for achieving and fulfilling one's wishes in his book, *Al-Intibah-fi-Salasil-e- Awliya*. He states; ***"One should first perform two Rakaats of Nafil Salaah. After completion, he should recite the following - 111 times Darood Shareef (Salawaat), 111 times Kalima Tamjeed and 111 times 'Shay'an-Lillah, Ya Sheikh Abdal Qaadir Jilaani'."***

(27) From this book, it has been proven that all the aforementioned great Luminaries believed in the proclamation of ***"Shay an Lillah"*** and ***"Ya"*** as being valid and a great solution to many unsolved problems. The *Shari 'ah* does not forbid to call on Ambiya and *Awliya* for assistance with the *Harf of Nida* ***("Ya")***. They also gave permission to their students and disciples to practice it without any hesitation. *Sha Wali 'ullah Muhaddith Dehlawi* spent numerous years in the company of his Sheikh and *Ustaaz* of *Hadith Shareef Sheikh Moulana Sheikh Abu-Taahir Madani*.

The *Ulama* and *Mashaa 'ikh* of *Shah Waliullah* who agreed and practiced the use of the Harf of Nida and sought assistance from the *Ambiya* and *Awliya* are as follows:
27.1 *Ustaaz* in *Hadith of Shah Wali 'ullah* *Sheikh Taahir. Al-Madani*,
27.2 His *Sheikh* and father, *Sheikh Ibra 'heem Kardi*,
27.3 His *Ustaaz, Sheikh Ahmed Kashshaashi*,
27.4 His *Ustaaz, Sheikh Ahmed Shanawi*,
27.5 His grand *Ustaaz, Sheikh Ahmed Nakhli*,
N.B. The above Scholars are also recorded in the chain of Shah *Wali 'ullah 's Salasil-e-Ahadith* (Orders of Ahadith).
27.6 The Murshid of *Shah Wali 'ullah, Sheikh Mohammed Lahoori* about whom he has attributed the title of *Sheikh Mu 'ammar Thaq 'qa* (The Blessed and Trustworthy Master).
Refer to *Shah Wali 'ullah 's* book, Al *Intibah*.
27.7 *Sheikh Moulana Abdul Maalik* and his *Murshid*,
27.8 *Sheikh Ba 'Yazeed Thaani* and his *Murshid*,
27.9 Their (7 and 8) *Murshid* and *Sheikh, Allama Sheikh Wajeehudeen- Aiawi* (the commentator of *Hidayah* and *Sharha Waqaya)* and his *Murshid*,
27.10 *Taajul Aarjfeen Khwaja Mohammed Ghous Gawalyari*

All the above Ulama and Awliya have recited the *Naade-Ali* and also the daily recital of ***"Ya Ali, Ya Ali"*** They also issued permission to their disciples to recite the Wazeefa of *Naade-Ali*.

P.S. Those who wish to gain more information on this subject, are advised to read the books, *Anhaarul Anwaar* and *Hayatul Mawaatfi Bayaani Samaa 'il Amwaat*, both these books written by *Ala' Hadrat Imam Ahmed Raza*.

in the following manner. The person should pronounce the word, Ya Sheikh' from the rigth side of the heart and at the time of pronouncing the word 'Sheikh' he should concentrate on striking it on the heart (Darb). By this method, one can also achieve Kashful Arwah."

(23) Discussing the life and teachings of *Aarif Moulana Jalaludeen Rumi* ﷺ, *Sayyidi Sheikh Noorudeen Abdur Rahmaan Jaami* ﷺ writes in his book, Naf haatul-Ons: ***"At the last moments before the passing away of Moulana Rumi ﷺ he revealed a startling secret to his Mureeds. He said: 'Do not be sad at my passing away because one hundred and fifty years after the passing away of Hadrat Mansoor ﷺ his Noor beamed on the soul of Hadrat Fareedudeen Attar ﷺ and became his Murshid (Spiritual Guide) in the spiritual world"'.***

Moulana Rumi ﷺ then said: "Whatever conditions you may be in, remember me, so that I can be your protector and helper, irrespective of what state I may be in."

He further states: ***"In this world I have two types of relationships. One is with my body and the other with you. When the Mercy of Allah ﷻ frees my Soul from my body and exposes the world of solitude to me, I will divert the attention of my soul to you."***

(24) *Shah Wali 'ullah Muhaddith Dehlawi* ﷺ, in his book, *At 'teebul Nigham fi Madhe-Sayyadil Arabi Wal Ajam*, comments on the state of ecstasy in the love for the *Holy Prophet* ﷺ. He writes:

وصلى عليك ياخير خلقه　　ويا خير هول ويا خير واهب

ويا خير من يرجى لكشف روية　　من جوده قدفاق جوداً لسحائب

وانت مجيري من هجوم ملة　　اذا انشبت في القلب شر المخاطب

O Unique! Among those who can be depended on.
O Unique! Among those who can be depended upon to eradicate difficulty.

O Cherisher! Among those whose generosity showers more than rain.
I indeed testify' to the fact that at the time when my heart is engulfed in this dilemma,
You are indeed the one who gives me assistance and consolation."

In the commentary of the above verses, *Shah Wali 'ullah* ﷺ also writes about the difficult moments in which it is most necessary to seek assistance from the sacred Soul of the *Holy Prophet* ﷺ. At the beginning of this chapter, he writes: ***"I cannot perceive any one besides the Holy Prophet ﷺ who stretches out a helping hand for a depressed person in times of calamities."***

(25) *Sha Wali 'ullah in his Madhiyaa Hamziyya* comments that in the august court of the *Holy Prophet* ﷺ one should consider oneself insignificant and inferior. With a broken heart and with total sincerity, one should call to the *Prophet* ﷺ *in Du 'a*. The person will indeed attain Salvation if he states:

corded by *Imam Abdul Wah 'haab Sha 'raani* ﷺ in his book, *Tabqaat-e-Kubra.* We shall quote a few.

(19) *Sayyidi Mohammed Far 'ghal* ﷺ states:

كان رضي الله تعالى عنه يقول انا من المتصرفين في قبورهم فمن كانت له حاجة فليات إلى قبالة وجهي ويذكرها لي اقضها له *

The great Wali said, "I am indeed amongst those Saints who can assist you from the grave. Therefore, jfyou have any wish or need, come to my grave. Face me and mention your desire and I will fulfill them".

(20) It is also mentioned in the same *Kitaab* that while Sheikh Sayyidi Madeen bin Ahmed Shamooni ﷺ was performing *Wudhu*, he suddenly threw his sandal towards the eastern direction of the city. A year later, a man arrived and reported an experience of a strange incident. He said: ***"Once my daughter was walking in the jungle when an evil man tried to molest her. At that moment she could not remember the name of my Murshid. In that state of distress, she screamed,*** يا شيخ ابي لاخطني !

'O Murshid of my father! Save me!' Suddenly, a sandal appeared from the air and struck the evil man unconscious." Imam *Sharaani* ﷺ says that the same sandal is still in the possession of that *Mureed's* family.

(21) *Imam Sharaani* ﷺ comments about the excellence of *Sheikh Sayyidi Moosa Abu Imraan* ﷺ:

كان اذا ناداه مريده اجابه من مسيرة سنة و اكثر *

it is said that whenever any of his Mureeds called on to him for help, he immediately assisted them, even though the Mureed was as far away as a year 's journey or even more.

(22) *Imamul Muhaditheen Sheikh-e-Muhaqqiq Abdul Haqq Muhaddith Dehlawl* ﷺ, in his famous book, *Akhbaarul Akh 'yaar*, mentions about *Sheikh Baha 'udeen bin Ibra 'heem Ata 'ullah Al-A nsaari Ash-Shattari* ﷺ. The illustrious Aarif is the author of the famous book on *Tasawwuf* entitled *Risaalah-e- Shat 'taariyya.* He has recorded in his book a specific type of Zikr known as *Zikr-e-Kashful Arwah.*

The great Master says: ***"There are two ways of making the Zikr of 'Ya Ahmed' and 'Ya Muhammad'- The first way is to recite 'Ya Ahmed' from the right side and 'Ya Muhammed' from the left side, concentrating on the thought of 'Ya Mustafa.'***

"The second method is to recite 'Ya Ahmed, Ya Ali, Ya Hasan, Ya Hussein, Ya Fatima. This is to be read from all six directions. In other words, one should begin with Ya Ahmed' till the end. Thereafter, the next names and so on. By performing this Zikr In the specified manner, one will obtain the secrets of KashfulArwah (Manifestation of the Souls).

"The Zikr of the names of Angels are performed in the same manner and has the same effect, namely Ya Jibra'eel, Ya Israfeel, Ya Meka'eel, Ya Izra'eel' This is performed from all four sides and also results in attaining Kashful Arwah.

"Another method is by reciting 'Ya Sheikh, Ya Sheikh' one thousand times

to who was *Sayyidi Muhammed* ﷺ. When he was informed about this, he also screamed:

يا سيدي محمد يا غمرى لاحظني !

Ya Sayyidi Muhammad, Ya Ghamri, assist me!

As soon as he proclaimed the name of the great *Wali*, the spiritual master appeared and drove away the capturers and freed the ruler. The *Sheikh* then blessed the ruler, and departed.

(16) *Imam Abdul Wah 'haab Sharaani* ﷺ also records a similar incident of *Sayyidi Shamsudeen Mohammed Hanafi*ﷺ. He was once performing *Wudhu*. Suddenly, he removed his sandal and threw it with fury. It disappeared into the air. He then removed his other sandal and ordered one of his *Mureeds* to keep it until such time that the other sandal was returned. After some time, a traveler from Syria, who was a *Mureed* of the *Sheikh*, arrived with the missing sandal along with some gifts for Sayyidi *Shamsudeen*ﷺ. He said that not long ago while he was travelling, a robber attacked him and wanted to slit his throat. Under this extreme situation, he called out aloud, ***"Ya Sayyidi Muhammad, Ya Hanafi!"*** Suddenly, a sandal appeared from the sky and struck the robber unconscious. The Mureed then stated that it was indeed through the *Waseela* and assistance of his *Murshid* that Allah ﷻ saved him.

(17) It is also recorded in the same book that the Spiritual Master *Sayyidi Shamsudeen Hanafi 's* ﷺ wife was once very sick. People thought that she is going to die. She constantly called out from her sick bed:

يا سيدي احمد يا بدوي خاطرك معي !*

O my Master Sayyid Ahmad Badawi! Your grace is with me.

That night, she dreamt of Sheikh Sayyid Ahmad Kabeer Badawi ﷺ who told her: ***"How long are your going to call on me? Do you not know that that you live under the security of a very great Wali? (Referring to her husband). We are not to respond to the call of a person who lives under the command and protection of a high-ranking Wali You should instead call:***

يا سيدي محمد يا حنفي !*

O my Master Muhammad! O Hanafi!

The lady did that and awoke the next morning totally cured. *Imam Sharaani* ﷺ also notes that the Grand Master, *Sayyidi Muhammad Shamsudeen Hanafi* ﷺ, was in his death bed when he called his *Mureeds* and said to them:

من كانت له حاجة فليأت إلى قبري ويطلب حاجته اقضها له فان بيني وبينكم غير
ذراع من تراب وكل رجل يحجبه عن أصحابه ذراع من تراب فليس برجل*

If anyone of you has any wish or need, he should come to my grave and I will indeed help him in fulfilling it. Remember that between you and me, there is only a handful of sand, and how can a handful of sand be a screen between a Murshid and his Mureed. If the sand does become a screen, then the Murshid cannot be perfect a Man (Insaan-e-Kaamil).

(18) Incidents of similar nature are re-

Makki ﷺ author of *Mirqaat Shar 'he Mishkaat, Moulana Abul Ma.'aali Mohammed Salmi Qaadiri* ﷺ and *Sheikh-e-Muhaqqiq Moulana Abdul Haq Muhaddith Dehlawi* ﷺ Some of their thesis are, *Bahjatul Asraar, Khulaasatul. Mafaakhir, Nuzhatul Khaa 'tir, Toh fa-e- Qaadiriyyah* and *Zubdatul A 'thaar*, etc. Numerous other *Ulama* and *Awliya* also promote it. One should also remember that the great *Ulama* and Saints attribute extreme authenticity to the above. I ***(Imam Ahmad Raza)*** have written a detailed book,

انہار بالانوار من یم صلوۃ الاسرار

specifically on the excellence of the mentioned *Salaah (Salaatul-Asraar)*. I have given from the *Shari 'ah* and sayings of the *Ulama* and *Awliya* of *Islam* proofs to authenticate this *Salaah*.

A point to mention about *Imam Abul Hasan Noorudeen Ali* ﷺ the author of *Bahjatul Asraar*, is that aside from being a great *Sufi*, he was also considered to be a great *Imam of Qiraat*. He received his spiritual training under the guidance and tutorship of *Sheikh Sayyidi Abu-Swaleh Nasr*ﷺ, who was the great grandson of Sayyiduna *Ghousal A 'zam Sheikh Abdul-Qaadir Jilaani* ﷺ). He lived only-ﷺtwo generations from the Great *Ghous Sheikh Abdul-Qaadir Jilaani*ﷺ. He met those who sat in the company of the *Sayyiduna Ghouse-A 'zam* ﷺ. The most remarkable thing of this *Kitaab* is that *Imam Noorudeen* was the first person in history to compile the most comprehensive biography of *Sayyiduna Ghouse-A 'zam Sheikh Abdul-Qaadir Jilaani* ﷺ. Every quotation or incident found in this book is fully backed by an authentic chain of *Thaqqa* (Trustworthy) narrators giving account of how, when and where it happened.

Sheikh-e-Muhaqqiq Allama Abdul Haq Al-Qaadiri Muhaddith Dehlawi ﷺ) in his book, Zubdatul A 'thaar, has attributed great excellence to the stature of the book, *Bahjatul Asraar*. In fact *Zubdatul-A 'thaar* is a concise version of *Bahjatul-Asraar. Sheikh-e-Muhaqqiq* ﷺ) states that the book is indeed considered to be extremely authentic and factual in the eyes of the distinguished *Ulama* and *Awliya*. This book has also been quoted very widely in reference. *Imam Shamsudeen Zah 'bi* ﷺ in his Kitaab, *Tab qaatul-Muqir 'reen* and *Imam Jalaludeen Suyuti* ﷺ) in *Husnul-Muhadara*, have both addressed *Imam Noorudeen* ﷺ) as *Imamul-Awhad (The Matchless Leader)*. The author of *Hisne-Haseen, Imam Muhaddith Muhammad bin Muhammad bin Muhammad bin Jazri* ﷺ, is a student of the students of *Imam Noorudeen* ﷺ) and he has read and taken Ijaza of the entire *Bahjatul-Asraar* in the presence of his *Ustaaz*.

(15) *Imam Arjfe Billah Sayyidi Abdul Wah 'haab Sharaani*ﷺ, in his book, *Lawaaqi-ul-Anwaar Fi Tab qaatil Akh 'yaar*, records a strange and miraculous incident. He reported that a *Mureed* of *Sayyidi Mohammed Ghamri* ﷺ) was once passing through the market when the foot of the animal he was riding on slipped. In extreme panic, he screamed:

یا سیدي محمد یا غمری

Ya Sayyidi Muhammad, Ya Ghamri !

Co-incidentally, in that very market place *Ibne Omar Saeed*, the captured ruler, was being taken as a prisoner. He was captured by *Sultan Chiq 'miq* and was ordered to be imprisoned. The captured ruler heard the scream and inquired from the Mureed a

and she whole-heartedly accepted it.

Six months later, they decided to marry. On the day of the *Nikah*, the groom was astonished to see his two martyred brothers appear with a group of Angels to attend the wedding. Their physical presence shocked everybody, as they were known to have been martyred. Upon being questioned about it, they replied:

ما كانت الا الغطسة التى رأيت حتى خرجنا في الفردوس *

When you saw us being thrown into the boiling oil, you indeed saw us enter the pot To you it was the pot but for us, it was actually entrance into Jannatul-Firdous.

Imam Abdur-Rahmaan Ibne Jouzi states that the brothers lived in Syria and were notably famous. Many couplets have been written in their praise. This incident has been shortened. *Imam Jalaludeen Suyuti* records this incident in detail in his *Sharhus-Sodoor:*

من شاء فليرجع اليه

Those who wish for details should refer to it.

Our object is to highlight how beneficial it is to call out to the *Holy Prophet* We have seen that the brothers, at a time of extreme peril and danger, did not hesitate in calling to the *Prophet* How were they rewarded? They were rewarded with such blessings that the two *Shuhada* immediately entered *Jannah*, while the youngest brother was saved and married the King's daughter. -The two *Shuhada*, accompanied by a group of Angels, were actually given permission to attend the marriage of - their younger brother. If calling out with ***"Ya"*** is *Shirk*, then why were the brothers forgiven and blessed with, *Jannatul-Firdous* and Angels attended the wedding?

Where are those persons who proclaim that it is *Haraam* to call on great Prophets and Saints for assistance? If they firmly believe that it is *Haraam* then why have the great scholars clarified this action as permissible and extremely beneficial?

(13) Sayyiduna Ghous-e-A'zam Sheikh Abdul-Qaadir Jilaani, states:

من استغاث بي في كربة كشفت عنه ومن نادى باسمي في شدة فرجت عنه ومن
توسل بي الى الله عزوجل في حاجته قضيت له ومن صلى ركعتين يقرء في كل ركعة
بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشرة مرة ثم يصلي على رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم بعد السلام ويسلم عليه ثم يخطوا الى جهة العراق احدى
عشرة خطوة يذكر فيها اسمي ويذكر حاجتي فانها تقضي *

If a person in distress or hardships calls out to me, his hardship will be eradicated If a person uses my name as a Waseela (medium) when he pleads to Allah, his need will be fulfilled.

One should perform two Rakaats of Salaah and in every Rakaat one should recite the Sura Fateha eleven times, and thereafter, Sura Ikhlaas eleven times. After completing the Salaah, one must recite the Durood and Salaam (Salawaat or Darood Shareef) upon Sayyiduna Rasoolullah . Then remembering me one should take eleven steps towards the direction of Baghdad invoking my name in every step and also one's need and wish. In this manner, (Allah Willing), his need and wish will be granted.

(14) The above method has been mentioned and prescribed by eminent scholars such as, *Imam Abul Hasan Ali bin Jareer Nahmi Shat 'nooni*, *Imam Abdullah bin Asad Yafa 'ee Makki*, *Sheikh Mullah Ali Qaari*

of *Sheikhul Islam Imam Allama Shahaab Ramli Al-A nsaari* ﷺ:

سئل عمّا يقع من العامة من قولهم عند الشدائد يا شيخ فلان و
نحو ذالک من الاستغاثة بالانبياء والمرسلين والصالحين وهل
للمشائخ اغاثة بعد موتهم ام الافاجاب بما اضة ان الاستغاثة
الأنبياء والمرسلين والاولياء والعلماء والصالحين جائزة و
لانبياء والرسل والاولياء والصالحين اغاثة بعد موتهم

The question asked is whether it is permissible for the people to invoke the names of Prophets, Saints and Ulama in times of difficulty as it is normally done. Is it permissible to seek such help and do they assist after their death? The great scholar replied: "Undoubtedly, it is permissible to seek the assistance of great Prophets, Saints and Ulama. They do in fact assist, even after their (physical) departure from this world."

(10) *Imam Allama Khairudeen Ramli*ﷺ, the illustrious teacher of the scholar who has written the authentic book on *Islamic Jurisprudence, "Durre Mukhtaar"*, states in his *Fatawa Khayriyya*:

قولهم ياشيخ عبدالقادر نداء فما الموجب الحرمة؟

People who proclaim, "Ya Sheikh Abdul Qaadir", are merely emulating a call. What, therefore is the reason for it not to be permissible?

(11) Sayyidi Jamaal bin Abdullah bin Omar Makki 4ﷺ in his Fatawa states:

سالت عمّن يقول في حال الشدائد يا رسول الله اويا شيخ عبدالقادر مثلا هل هو
جائز شرعاً ام لا؟ اجبتُ نعم! الاستغاثة بالاولياء ونداؤهم والتوسّل بهم امر
مشروعٌ وشيئ مرغوبٌ الاينكرهٗ الامكابر ومعاند وقد حرم بركة الاولياء الكرام

I was questioned about those people, who in times of difficulty proclaim "Ya Rasoolullah, Ya Ali, Ya Sheikh Abdul Qaadir," and whether these proclamations were permissible in Islam. The great scholar replied: "Yes, these proclamations are permissible. To call to them is permissible including using their names as Waseela. This is allowed in the light of the Shari'ah. Such an act is desirable and approved. Only the stubborn and arrogant would oppose or question this reality. These individuals are certainly unfortunate and deprived of the Barkaat (blessing) of the Awliya Allah".

(12) *Imam Abdur-Rahmaan Ibne Jouzi*ﷺ in his book, *Oyunil Hikaayat*, narrates a strange and amazing incident of three brothers who loved *Jihad* so much that they were always engaged in it. Once they were engaged in Jihad with the Christians of Rome. They were captured and the Romans began torturing them.

فاسرّهم الروم مرّة فقال لهم الملك اني اجعل فيكم الملك وازوجكم
بناتي وتدخلون في النصرانية فابلوا، فقالوا يا محمداه ! *

The Roman King told them that if they adopted Christianity, he would set them free. The brothers refused and instead proclaimed aloud, "Ya Muhammadahu!"

The King was furious at this and ordered two of them to be thrown into boiling oil. They were eventually martyred. The younger brother was placed in prison. While in prison, the King's daughter became attracted to this prisoner. She was very amazed at his devotion and piety and this drew her closer to him. After some time, she secretly released him and escaped with him. After their escape, the *Muslim Mujaahid* presented *Islam* to the princess

tic. They said والحدیث صحیح (and this Hadith is sound).

(3) *Imam Bukhari* ﷺ in his book *Kitaabul Adaabul Mufrad, Imam Ibnus Sinni* ﷺ and *Imam Ibne Bashkool* ﷺ have also recorded the following incident:

ان ابن عمر رضی اللہ تعالی عنهما خدرت رجله فقیل له اذکر احب الناس الیك فصاح یا محمداه ! فانتشرت

Sayyiduna Abdullah Ibne Omar ﷺ once suffered from a cramp. Someone advised him.to remember the person whom he loved the most. He proclaimed loudly, "Ya Muhammadahu!" He was immediately relieved.

(4) *Imam Nawawi* ﷺ in his commentary of the *Sahih Muslim*, and also in *Kitaabul Azkaar*, records that some individuals were sitting in the company of *Sayyiduna Abdullah Ibne Abbaas* ﷺ when suddenly one of them suffered from cramps. The Noble Companion advised the man to remember the person whom he loved the most. The man screamed, ***"Ya Muhammadah u!"*** He was immediately cured. There are many As 'haab who narrate incidents of similar nature.

(5) Substantiating this, *A llama Shahaab Khafaaji Misri* ﷺ states in his book, *Naseemur-Riyaad*, commentary of *Shjfa* by *Imam Qaadi Ayaad* ﷺ that:

هذا مما هده اهل المدينة.

It is a common practice of the people of Madina Munawwara to proclaim "Ya Muhammadah U!" in times of difficulty and pain.

(6) *Sayyiduna Bilaal bin Al-Haarith Muzani* ﷺ states that a drought once occurred in the year 18 A.H. during the *Khilafat* of *Sayyiduna Omar Al- Farooq* ﷺ. The drought was known as *"A amur-Ramada"*. His tribe, Bani Muzaina approached him and complained that they were dying of hunger, and that he must request the *Khalifa* to sacrifice a few sheep for food. He said that there were no sheep left to sacrifice, but they insisted. However, a sheep was found and was slaughtered. When it was cleaned, the people were amazed to see that there was no meat in the animal besides red bones. *Sayyiduna Bilaal* ﷺ saw this distressing sight and screamed in grief, ***"Ya Muhammadah u!"*** That same night he dreamt of *Sayyiduna Rasoolullah* ﷺ who informed him of future glad tidings. As time passed all these Prophetic predictions did occur accordingly. ذکره فی الکامل

(7) *Imam-wa-Mujtahid Sayyidi Abdur-Rahmaan Huzaili Kufi Mas 'oodi* ﷺ was the grandson of *Sayyiduna Abdullah Ibne Mas'ood* ﷺ. He was a very great Jurist and a *Taaba 'ee* of high rank. It is said that he used to wear a long hat with the words, ***"Muhammad, Ya Mansoor"*** inscribed on it.

(8) This was also confirmed by *Imam Hasheem bin Jameel Az- Zaki* ﷺ who was amongst the great *Ulama* and *Muhaditheen* of that time. He states:

ورایة وعلی راسه قلنسوة اطول من زراع مکتوب فیها محمد یا منصور ذکره فی تهذیب التهذیب وغیره

I saw him (i.e. Sayyiduna Abdur Rahmaan Masoodi ﷺ) place a long hat on his head, with the words "Muhammad, Ya Mansoor" inscribed. This is recorded in Tahzeebut-Tehzeeb and other books.

(9) The following is recorded in the *Fatawa*

انّ رجلاً كان يختلف الي عثمان بن عفّان رضى الله تعالى عنه في حاجته له وكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر في حاجته فلقى عثمان بن حنيف رضى الله تعالى عنه ايت الميضأة فتوضأ ثم ايت المسجد فصلّ فيه ركعتين ثم قل اللهم اني اسئلك اتوجه اليك بنبيه محمد صلي الله تعالى عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الي ربي فيقضي حاجتي وتذكر حاجته ورد الى حاجتي اروح معك فانطلق الرجل صنع ما قال له ثم اتى باب عثمان بن عفّان رضى الله تعالى عنه فجاء البوّاب حتى اخذه بيده فادخله عثمان بن عفّان رضى الله تعالى عنه فاجلسه معه على الطنفسة وقال ما حاجتك ؟ فذكر حاجته فقضاها ثم قال ما ذكرت حاجتك ؟ حتى كانت هذه الساعة وقال ما كان لك من حاجة فأتنا فانّ الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنيف رضى الله تعالى عنه فقال له جزاك الله خيراً ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الىّ حتى كلمته في حاجتي فقال عثمان بن حنيف رضى الله تعالى عنه والله ما كلمته ولكن شهدت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واتاه رجل مزيد فشكا اليه ذهاب بصره فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ائت الميضاة فتوضأ ثم صلى ركعتين ثم ادع لهذا الدعوات فقال عثمان بن حنيف رضى الله تعالى عنه فو الله فرّقنا وطال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كانّه لم يكن به ضرير اقط

A person in dire need visited Ameeril Moh'mineen Sayyiduna Uthman Al-Gani ﷺ *The Khalifa was busy with some other work and he did not pay any attention to his need. Thereafter, this person went to Sayyiduna Uthmaan bin Haneef* ﷺ *and complained about the matter. Sayyiduna Uthmaan bin Haneef* ﷺ *ordered the man to perform Wudhu (ablution) and go to the Musjid and offer two Rakaats of Nafil Salaah. He then ordered the man to recite the following Du'a and mention his need to Allah* ﷻ*:*

"O Allah ﷻ *I beg of You and I seek Your assistance, through the Waseela (Medium) of Your beloved Prophet* ﷺ *who is the prophet of Mercy. O Muhammad! I turn to Allah* ﷻ *with your Waseela so that my needs be fulfilled."*

After doing this, Sayyiduna Uthmaan bin Haneef ﷺ *ordered the man to now visit Sayyiduna Uthmaan Al-Ghani* ﷺ *and relay his problem. When he came to the door of Ameeril Moh'mineen, the doorkeeper held his hand and took him straight to the great Khalifa. He was shown great respect and the Khalifa made him sit besides him on his personal platform. The Khalifa compassionately spoke to him and fulfilled all his needs. He then said to the man, "Why did you not inform me earlier of your needs? In future if you require anything, come directly to me."*

After they had left the court of the Khalifa, the man thanked Sayyiduna Uthmaan bin Haneef ﷺ *for recommending him to the Khalifa. However, Sayyiduna Uthmaan bin Haneef said that he had not even approached or spoken to the Khalifa concerning this matter. He then said; "By Allah* ﷻ *I saw Sayyiduna Rasoolullah* ﷺ *teaching this Du'a to a blind man (Sahaba) who read it. Miraculously, the blind man 's eyesight was restored. He then approached us and before we could even complete our conversation, it appeared to us as if he had never been blind."*

Imam Tabraani ﷺ and *Imam Munzari* ﷺ have both recorded this *Hadith* as authen-

بینوا و توجروا إلى یوم القیامة*

ANSWER

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على حبيبه المصطفى
وآله وأصحابه أولى الصدق والصفا *

The utterance of the above words are indeed permitted. Only the misled or ignorant will contest it. We shall consult the books of the following great Jurists of *Islam* for refrence on this matter:

1. *Shifa'us-Siqaam*, by *Imam Taqi'udeen Abul Hasan Subki* ﷺ.
2. *Muwaahibul-Ladunnia*, the *Shar'ha* (Commentary) of *Sahih-ul-Bukhari*, by *Khatimul-Muhaditheen Imam Haafiz Ahmed Qastalaani* ﷺ.
3. *Zurqaani*, the *Shar'ha* of the *Muwaahibul-Ladunnia*, by *Allama Imam Abdul Baaqi Zurqaani* ﷺ.
4. *Mutaaliul-Musar'raat* by *Imam Allama Faasi* ﷺ.
5. *Mirqaat*, the *Shar,ha* of *Mishkaat*, by *Mulla Ali Qaari Makki* ﷺ.
6. *Ash,atul Lam'aat, Jazbul Quloob* and *Madaarijun Nubuwwah*, by *Sheikh-e-Muhaqqiq Allama Allama Abdul-Haq Muhaddith Dehlawi* ﷺ.
7. *Afdalul Qur'ra*, Which is the *Shar'ha* of *Ummul Qur'ra* by *Imam Haafiz Ibne-Hajr Makki* ﷺ who is the *Ustaaz* of *Mullah Ali Qaari* ﷺ.

I will now quote a Hadith that supports and also promotes the above-mentioned words. The following great Scholars of Islam have certified this Hadith as authentic:

A. Imam Bukhari ﷺ
B. Imam Muslim ﷺ
C. Imam Ibne Maaja ﷺ
D. Imam Tirmidi ﷺ
E. Imam Bayhaqi ﷺ
F. Imam Ibne Hazeema ﷺ
G. Imam Abul-Qaasim Tabraani ﷺ
H. Imam Manzari ﷺ
I. Imam Haakim ﷺ
J. Imam Nisaa'ee ﷺ

(1) The above authorities of *Hadith* narrate on the authority of *Sayyiduna Uthmaan bin Haneef* ﷺ that a blind *Sahabi* was taught a special *Du'a* by *Sayyiduna Rasoolullah*, ﷺ which he was to recite after every *salaah*.

The *Du'a* is as follows:

اللهم اني أسلك و أتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد
اني أ توجه بك الى ربي في حاجتي هذه لتقضى لي اللهم فشفعه في

"O Allah ﷻ I ask from You, and turn towards You through the Waseela (Medium) of Your Nabi Muhammad ﷺ who is indeed a Prophet of Mercy. O Muhammad ﷺ with your Waseela (Medium) I turn towards Allah ﷻ for my need so that it may be bestowed. O Allah ﷻ accept the Prophet's intercession for me."

(2) *Imam Tabraani* ﷺ in his *Muh'jam* records the following incident:



ISLAMIC JUDICIAL QUERY

QUESTION

What is the ruling of the *Ulama* of *Islam* on the following matter? *Zaid* is a *Muslim* and believes in Almighty *Alla* ﷻ and the Prophethood of His Beloved Rasool ﷺ. After every *Salaah*, and at other times, he recites the following verses :

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ *

Peace and Blessings upon you, O Messenger of Allah ﷺ and

اسألك الشفاعة یا رسول اللہ *

I seek from you Shafaa'at (Intercession), O Messenger of Allah ﷺ

I ask the learned Scholars of Islam:

- Are such calls to *Sayyiduna Rasoolullah* ﷺ or the *Awliya* permitted in Islam or not?
- What is the ruling of the Learned Scholars concerning individuals who condemn Zaid as a Kaafir and Mushrik because he seeks assistance by calling to the Prophets and *Awliya with Harf-e-Nida (e.g. Ya Rasoolallah, Ya Ali or Ya Sheikh Abdal Qaadir,* etc.)?

Please enlighten us on this in accordance to the Shari'ah. We pray that you enjoy the Mercy of Allah ﷻ on the Day of Judgement. Aameen.

tallied and certified by the authorities having such authorities in Ahadees. Sheikh Ahmad bin Zain Hallan Makki and Sheikh Abdur Rehman Rehman Siraj and Imam Kaaba Sheikh Hussain bin Swaleh Jamalull Lail Makki were three sources of lime-Hadees at that time.

(7) Through meditation God Almighty revealed the acceptance of submission, devotion and prayers of Ahmad Raza.

(8) These two were great scholars of Islam at that time and were most reverend and respected amongst Scholars.They were impressed by the Fatwa of Ahmad Raza and his approach to the problems. Once Imam Ahmad Raza called on Sheikh Mirdad at Makka and on departure touched his knees, Sheikh said in Arabic, "We should be in your feet and shoes.

(9) Ahmad Raza had reached the appex of authority and his certification was an honour for those scholars.

(10) Sheikh Hidayatullah himself was recognised as the greatest Scholars of his times. In terms of Hadees-i-Rasool "SALLALA-LAH-ALAIH-E-WASALLAM" in every century there would be a virgin honour as Mujaddid, the Reviviscent, who will correct the people in religious matters who have gone astray and guide them to the correct path of Islam in the light of Quran and Sunnah.

(11) Dr. Sir Ziaudeen was himself a global renowned authority on the Mathematics and its branches.

44. Letter to the Cheif Justice of Deccan State. **1334 1916**

45. Foundation of Jamaat-e-Raza-i-Mustafa Bareilly **1336 1917**

46. Research on prohibition of prostration respect **1337 1918**

47. Flouting of prophesies of American Professor Albert F. Porta **1338 1919**

48. Scholarly Research against the theories profounded by Isic Newton and Einstein **1338 1920**

49. Research against theory of rotation of earth **1338 1920**

50. Research against theories of Philosophy of Old School of thoughts **1338 1921**

51. Last word on two-nation theory **1339 1921**

52. Disclosure of secret 'planning in Tahreek-e-Khilafat **1339 1921**

53. Disclosure of secret mind behind Tehreek-e-Tark-e-Mawalat **1339 1921**

54. Historical declaration against the blame of aiding and assisting of Britishers. **1339 1921**

55. Death (at the age of 68 years) **25 Safar 1340 AH 28th October 1921**

56. Condeolence note by Editor Paisa Akhbar Lahore **1340 1921**

57. Condolence Article by the Great Scholar of Sindh Sarshar Uquali Thatvi

58. Tributes by the Justice D. F. Mullah of Bombay High Court

59. Tributes by Shair-e-Mashriq Allama Dr. Muhammad Iqbal.

Notes :

(1) In Muslims, as a tradition, the child is first taught to read Quran as the first book in his educational Career. Usually a child when is of age of 4 years 4 months 4 days , he is given the first lesson, the ceremony is called "Bismillah".

(2) When a person completes a prescribed final course which includes Tafseer, Hadith, Fiqh, Logic, Philosophy etc. in Arabic, he is conferred qualification of his accomplishment which is called "Dastar-e-Fazilat".

(3) A person unless confirmed by authorities (in the form of Dastar-e-Fazilat) cannot give the verdicts.

(4) when his verdicts were to be taken as final word of authority on religious matters.

(5) "Ba'yat and Khilafat" as they are called. When a person submits himself to a religious Scholarly and Pious Person - takes Oath or ba'yat and when he is permitted to take Oath from others - Khilafat.

(6) 'Ilm-e-Hadees" - knowledge of Prophet's (SALLALLAHO-ALLAH-E-WASALLAM) sayings. As these sayings (Ahadees) are the great source, after Quran of commentments. A person has to prove his ability of memorising the Ahadees and narrating with all the sources. It is examined

20. Glorious poem in Urdu "Qaseda-e-Mairagia" 1303 1885

21. Birth of second son Muhammad Mustafa Raza Khan, the great Mufti 1310 1892

22. Participating in foundering Ceremony of Nadawatul Ulema 1311 1893

23. Disassociation from the movement of Nadawatul Ulema 1315 1897

24. Scholary research on prohibition of ladies going to graveyards 1316 1898

25. Writing of Qasida in Arabic "Amal-ul-Abrar wa Alam-al-Ashrar 1318 1900

26. Paricipation in 7 days congregation on Anti Nadawatul Ulema, at Patna 1318 1900

27. Tile of "Mujaddid of present century" from religious scholars of India 1318 1900

28 Foundations of Darul-uloom Manzar-e-Islam, Bareilly 1322 1904

29. Second Haj Pilgrimage 1323 1905

30. Joint enquiry from Imam Kaaba Sheikh Abdullah Mirdad and his teacher Sheikh Hamid Ahmed Muhammad Jaddadi Makki and Scholarly repaly by Ahmed Raza(8) 1324 1906

31. Conferment of authority by Imam Ahmad Raza on the Scholars of Makka Mukarrama and Madinatul Munawwara. (9) 1324 1906

32. Arrival at Karachi and meeting with Maulana Abdul Karim Dars Sindhi. 1324 1906

33. Glowing tributes paid by Hafizul Kutbul Haram Syed Ismail Khalil Makki on a verdict by Imam Raza in Arabic. 1325 1907

34. Acknowledgement of revivisence of Ahmed Raza by Sheikh Hideyatullah Bin Muhammad Bin Muhammad Saeed Al-Sindhi Muhajir Makki (10) 1330 1912

35. Translation of Quran in Urdu, Called Kanzul Iman Fi Tarjumatul Quran 1330 1912

36. Title "Imam-Al-Aimma al-Mujaddid Li Hind al-Umma by Sheikh Musa Ali Shamsi Alazhari. 1330 1912

37. Title of "Khatim-al-Fuqah wa al-Muhadethin by Hafiz Kutbul Haram Syed Ismail Khalil Makki. 1330 1912

38. Scholarly reply to the published question on Isosceles by Dr. sir Ziaudeen. (11) 1331 1913

39. Announcement of a Revolutionary Reformative Programme for the Islamic Nation 1331 1913

40. Scholarly reply to the question of Mr. Justice Muhammad Din of Bhawalpur Estate High Court. 1331 1913

41. Critical review on Agreement with British Government on the matters of Kanpur Mosque. 1331 1913

42. Dr. Sir Ziaudeen arrived at Bareilly to discuss the scholarly matters with Imam Raza 1332 1914

43. Refusal to attend the British Court and absence accepted by the court 1334 1916

CHRONICLE OF *IMAM AHMAD RAZA (ALAIHE ARRAHMA)*

BY PROFESSOR DR. MUHAMMAD MASOOD AHMAD

TRANSLATED AND ANNOTED BY RASHID HASAN QADRI SENIOR VICE PRESIDENT HABIB BANK LIMITED KARACHI

1. Birth — **10th Shawwal 1272 AH** / **14th June 1856 AD**
2. Completion of Holy Quran (1) — **1276 1860**
3. Maiden Speech — **1278 1861**
4. Maiden Literary work in Arabic — **1285 1868**
5. Conferment Certificate for meritorious learning (2) — **1286 1869**
6. Incipience of giving verdict on religious matters conferred . (3) — **1286 1869**
7. Introduction of teaching and guidance — **1286 1869**
8. Marriage — **1291 1874**
9. Birth of first Son, Maulana Mohammad Hamid Raza Khan — **1292 1875**
10. Final permission for awarding religious verdicts (4) — **1293 1876**
11. Oath of relgious allegiance and permission to take Oath (5) — **1294 1877**
12. Maiden book in Urdu — **1294 1877**
13. First Haj-pligrimage and visit to sacred places in Makka and Madinatul Munawwara — **1295 1878**
14. Permission for authentic quoting and explanation of Ahadees from Sheikh Ahmad bin Ziad Bin Dahlan Makki, and

    (ii) from Mufti-e-Makka Sheikh Abdur Rehman Siraj Makki and

    (iii) from Sheikh Abid al - Sindhi, pupil Imam Kaaba Sheikh Hussain Bin Swaleh Jamalull Lail Makki (6)
15. Imam Kaaba Sheikh Hussain bin Swaleh Jamalull Lail Makki observed hallow (divine) light on the face of Ahmad Raza. — **1295 1878**
16. Revelation of absolution at Masjid Haneef, Makka (7). — **1295 1878**
17. Verdict on prohibition of marriage with the womenfolk of present days Jews and Christians. — **1298 1881**
18. Check on Movement of Prohibition of Cow Slaughtering — **1298 1881**
19. Maiden Persian book. — **1299 1882**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

None Like You was Ever Seen or Created

Imam Ahmed Raza Khan Translation Prof. G. D. Qureshi

1. None like you was ever seen or created: Authority stands in your person consummated.

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

2. Waves of stormy seas flout every rule, Please rescue my boat from the whirlpool.

البحر علا والموج طغی من بیکس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

3. On reaching Taybah. O Sun,
You should pray
His light may change my night into day.

یا شمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

4. Your Face is as bright as the full moon; Let your grace and light fall on me soon.

لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

5. I am thirsty : you are a symbol of generosity.
Not a shower, a drop will satisfy me.

انا فی عطش و سخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

6. O pilgrims! in Taybah pro-long your stay; My heart sinks at the thought of our going away.

یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

7. In Madinah I was always glad: Memory of that time now makes me sad.

واھا لسویعات ذھبت آں عہد حضور بارگہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

8. No one will listen to my tale of woe; For help I have nowhere else to go.

القلب شج والھم شجوں دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مورا کون ہے تیرے سوا جانا

9. Let my soul burn, in your loves flame; To die in your service is my life's aim

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

10. Raza! it is not my style or norm: Friends wished so I adopted this poetic form.

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

Verses translated by different translators and has put forward solid arguments in support of the translation of A'ala Hazrat; since it conforms to Shane-Uloohiyat and Shane Risalat Sallallaho Alai Wassallam, The dignity of Allah the great and His sublime Prophet (Grace and peace be upon him). We have included in this issue extracts from the above book for the benefit of our valued readers.

Dr.Muhammad Maalik Founder of Raza Islamic centre, D,G,Khan has studied A'ala Hazrat in a broader perspective. Besides writing a large number of articles on him, he has also Compiled a book titiled "The Revivalist of the 20th Century" wherein he has introduced the great personality and cyclopaedic research work of A'ala Hazrat Imam Ahmed Raza Khan with regard to his religious, political and scientific contributions in the Muslim world. Extracts from the above book we are reproducing in this issue.

Reflections & impressions of the great personalities of the sub continent as well as of International scholars on the life & works of A'ala Hazrat are also included in this issue. These tributes are ample proof that A'ala Hazrat was really a Genius acknowledged not only by his followers but also by those who differ with him on many matters due to their own reasons & beliefs.

We have made sincere efforts to include selected rather unique articles in this Annual publication of Maarif-e-Raza and hope our readers will find them informative & interesting.

Lastly we make a fervent appeal to our readers to contribute / provide more articles on the life & works of multidimensional personality of Imam-e-Ahle sunnat A'ala Hazrat Imam Ahmed RAza Khan for inclusion in our coming issues.

Comments / Suggestions of our valued readers to improve contents and quality would be welcome.

Manzoor H.Jilani
Tuesday, August 06, 2002

FOREWORD

Although Maarif-e-Raza is being published since 1980 but its English section was introduced in 1986. It was in response to the demand and desire of our English knowing readers within the country and residing abroad. At the time when we started English portion, very few articles / translations on the life and works of A'ala Hazrat were available.It is now a matter of great satisfaction that during the last 15 years a large number of writers have produced not only translations of some of the important and famous treatises of A'ala Hazrat but also contributed original research papers of vast dimensions.

The availability of such vast matter now makes some what difficult for us to select articles for our English section in view of limited space. However we have made our best endeavours to include in this Annual Publication selected articles of immense importance and interest from learned scholars.

In this issue we are proudly presenting translation of a very famous and important **Fatwa** of A'ala Hazrat which has proved that it is absolutely permissible to call on the Holy Prophet ﷺ by proclaiming "Ya Rasool Allah". This translation of Allama Sheikh Abdul Hadi Quadri Razavi (South Afarica) has been published by Raza Academy Bombay under the title "THE VALIDITY OF SAYING YA RASOOL ALLAH". We are sure this will dispel any doubts / confusion of un-awares on this issue.

This isue is specially decorated with English Translation of a beautiful NAAT لَمْ يَاتِ نَظِيْرُكَ فِيْ نَظَرٍ of A'ala Hazrat By late Prof.G.D. Qureshi of Birmingham University, England. This Naat is Unique and perhaps the only one in the history of Naatia Poetry which has been written in four languages- Urdu, Hindi, Arabic & Persian.

"Kanzul Iman" Urdu translation of "Holy Quran" by A'ala Hazrat Imam Ahmed Raza Khan has been acknowledged by most scholars as the best. Prof.Dr.Syed Jamaluddin Ahmed's research Paper has been published under the title "A Comparative Study of Imam Ahmed Raza Khan's Urdu translation of the Meaning of the Holy Quran", by Al al Bayt University MAFRAQ, JORDAN (where he is working as visiting Professor). The learned professor has made a thorough comparision of different translations of the Holy Quran Quoting some of the selected

CONTENTS

MA'ARIF-E-RAZA

Vol. XX11 2002





IDARA-I-TAHQEEQAT-E-
IMAM AHMED RAZA INTERNATIONAL

25, Japan Mansion, 2nd Floor, Raza chowk (Regal)
Saddar, Karachi 74400. P.O.Box # 489 Karachi 74200
Phone # 7725150 - Fax # 7732369, E.mail : marifraza@hotmail.com





MA'ARIF-E-RAZA

Vol - XX11 2002

IDARA-I-TAHQEEQAT-E-
IMAM AHMED RAZA INTERNATIONAL
Islamic Republic of Pakistan